# دہشتِ مات

تحریر: رانیہ صدیقی

جلدی کرو ھدیل۔۔۔۔

اونہوں۔۔۔۔۔

وہ جلدی جلدی نوالے نگلتی بھرے ہوئے منہ سے صرف اتنا ہی کہہ سکی.

تمہیں آج جلدی جاگ جانا چاہئے تھا.

ماما آپ پریشان کیوں ہوتی ہیں نمرہ مجھ سے بھی دیر سے ہی جاگے گی.

اور پھر اسے تیار ہونے میں بھی ٹائم لگے گا۔۔۔۔

ابھی اس کی بات مکمل بھی نہی ہوئی تھی جب صدر دروازہ زور زور سے بجنے لگا.

ھدیل جلدی کرو میں آج پہلے دن لیٹ نہیں ہونا چاہتی۔۔۔

میں اور پاپا گاڑی انتظار کر رہے ہیں۔۔۔

وہ اونچی آواز میں اطلاع دیتی واپس گاڑی می جا بیٹھی.

اوپس۔۔۔لگتا ہے آج وہ جلدی جاگ گئی۔۔۔

ھدیل اپنے والدین کو نظر بچا کر دیکھتے ہوئے کہنے لگی. اور پھر دو مزید نوالے لے کر بیگ کندھے پر لٹکا لیا.

میں تو کہتا ہوں سکون سے ناشتہ کرو میں کالج ڈراپ کر دوں گا۔۔

اس کے والد اسے یوں اٹھتا دیکھ کر کہنے لگے.

نہیں بابا ہم نے وعدہ لیا تھا کہ کالج بھی اکٹھے جایا کریں گے۔۔۔

وہ اس کے سر پہ شفقت بھرا ہاتھ رکھ کر دعا دینے لگے.

ھدیل بھی الوداع کہتی اپنی والدہ سے ملی اور پھر باہر بھاگ گئی جہاں اس کی بچپن کی دوست نمرہ اپنے والد کے ساتھ گاڑی میں اس کا انتظار کر رہی تھی.

کیسے ہیں آپ انکل۔۔۔۔

میں بالکل ٹھیک آپ لوگ بتاؤ کیسی ہو۔۔۔

ہم تو ایکسائیٹڈ ہیں پاپا۔۔۔

نمرہ ھدیل کے بولنے سے پہلے بول اٹھی اور پھر وہ دونوں ہسنے لگیں.

آخر اب وہ سکول کی زندگی کو خیر باد کہ کر کالج کی زندگی میں قدم رکھ رہی تھیں.

ان دونوں نے بہت سارے خواب اپنی پلکوں پہ سجا رکھے تھے.

میں نے جو سمجھایا سب یاد ہے نا نمرہ۔۔۔ ولید صاحب اپنی دختر کو متوجہ کرنے لگے.

جی پاپا آپ فکر کیو کرتے ہیں.

تم وہاں کوئی شرارت نہیں کرو گی اور ھدیل تم ان پہ پردہ ہرگز نہیں ڈالو گی.

یس انکل۔۔۔

وہ مسکرا کر کہنے لگی تو نمرہ آ۔ کھیں گھما گئی.

ان دونوں کو کالج کے گیٹ پر ڈراپ کر کے وہ الوداع کہتے اپنے آفس کے لئے چل دیئے.

واہ۔۔۔ کیا تم یہ مہک محسوس کر رہی ہو ھدیل۔۔۔

نمرہ گیٹ کو عبور کرتے ہی کسی فلم لی اداکارہ کی طرح بازو پھیلا کر کہنے لگی.

کونسی مہک۔۔۔ مجھے تو کچھ نہیں محسوس ہو رہا۔۔

وہ پیشانی پہ بل ڈالتی پوچھنے لگی.

ارے پاگل۔۔۔۔یہ آزادی کی مہک۔۔۔۔

وہ اچھلتی ہوئی کہنے لگی تو ھدیل ہنس پڑی. گیٹ سے آتے دوسرے طالبعلم انہیں ایک نظر دیکھتے اور پھر نظر انداز کرتے چلے جاتے.

چلو نمرہ۔۔۔بہت ہو گئے تمہارے ڈرامے ہم پہلے ہی لیٹ ہو چکے ہیں اور ابھی کلاسز بھی ڈھونڈنی ہیں.

وہ نمرہ کو بازو سے پکڑ کر کھینچنے لگی. اسی اثنا میں وہ کسی مضبوط وجود سے ٹکرائی تھی لیکن وہ رک کر دیکھنے کی جگہ جلدی سے معافی مانگتی نمرہ کو لے کر وہاں سے بھاگ گئی.

کسی نے اسے دلچسپی سے دور ہوتے ہوئے دیکھا تھا.

---

تم یہ کر سکتی ہو ھدیل۔۔۔۔۔پیچھے چھوڑ دو ان سب کو۔۔۔۔

نمرہ اس طرح چلا رہی تھی جیسے ھدیل ٹیسٹ نہیں بلکہ اولمپکس کے لئے دوڑنے والی ہو.

شرمندگی سے اس کے نرم روئی جیسے گال سرخ ہونے لگے لیکن نمرہ کا باجا اسی طرح بج رہا تھا.

اس کے ساتھ کئی اور لڑکیاں بھی شامل تھیں جو رننگ ٹیسٹ کے لئے آئی تھیں .

کوچ کے تین تک گننے اور پھر سیٹی بجاتے ہی وہ سب پوری تیزی سے بھاگیں.

انہیں تین لیپ مکمل کرنے تھے اور ھدیل دوسرے نمبر پہ رہی. کچھ لڑکیاں دوڑ کے دوران ہی ہار مان چکی تھیں .

دوڑ ختم ہونے کے بعد وہ گھٹنوں پہ ہاتھ رکھ کر جھک گئی اور گہری سانس لینے لگی .

ایک م۔ٹ کے بعد اس کا سانس اور دھڑکن پھر سے اپنی رفتار پہ آنے لگے.

اب انہیں صرف رزلٹ کا انتظار کرنا تھا کہ کیا وہ کالج ٹیم کے لئے سلیکٹ ہو جائے گی.

ہائے۔۔۔ تم کافی اچھا دوڑی۔۔۔

اس کے ساتھ مقابلہ میں پہلے نمبر پہ آنے والی لڑکی اپنا تعارف کروانے لگی.

پر تم سے کم۔۔۔

وہ بھی دانت نکالتے ہوئے کہنے لگی.

ویسے میرا نام نوشین ہے۔۔۔

میں ھدیل اور یہ میری دوست نمرہ ہے۔۔۔

وہ اپنا اور نمرہ کا تعارف کروانے لگی. کچھ دیر وہ تینوں وہاں کھڑی باتیں کرتی رہیں جب ان کے کوچ نے انہیں اپنی طرف متوجہ کیا.

ان کی امید کے مطابق نوشین۔۔ ھدیل اور دو مزید لڑکیوں کو ان کی کالج ٹیم میں رکھ لیا گیا تھا .

اس کی خوشی ھدیل کے چہرے سے صاف جھلک رہی تھی وہ بچپن سے ہی مری کے راستوں پہ

دوڑ لگاتی رہی تھی لیکن پھر بھی نوشین سے محظ کچھ سیکنڈز سے ہار گئی .

اسے اپنا ٹائم مشید بہتر بنانا تھا.

کل سے باقاعدہ پریکٹس شروع ہو گی۔۔۔ آپ لوگ اپنی تمام کلاسز لینے کے بعد یہاں آئیں گی اں ھی آپ جا سب جا سکتی ہیں.

یس سر۔۔۔

سب لڑکیاں اپنے بیگ اٹھاتی گیٹ کی طرف بڑھنے لگیں. کیونکہ اب چھٹی ہونے ہی والی تھی.

گیٹ کی طرف جاتے ہوئے ان کی نظر لڑکوں کی ٹیم پہ گئی جو کہ فٹبال پریکٹس کر رہے تھے.

اگر تمہاری پریکٹس چھٹی کے بعد ہو گی تو ہم گھر کیسے جائیں گے۔۔۔۔

نمرہ نے اس کا دھیان ایک اہم مسئلے کی طرف مبذول کروایا.

کوئی بات نہی تم چلی جانا میں بابا کو کہوں گی وہ مجھے لینے آجایا کریں گے.

ھدیل نے خود ہی مسئلہ کا حل بتایا تھا .

وہ تو ٹھیک ہے لیکن انکل اتنی دور سے کیسے آئیں گے....

اعظم صاحب کا آفس کافی دور تھا جس وجہ سے اسے کالج لانے اور چھوڑنے کی ڈیوٹی نمرہ کے والد نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی.

تم پریشان کیوں ہوتی ہو ماما آجایا کریں گی لینے اور ویسے بھی یہ روز روز تھوڑی ہو گی.

وہ نمرہ سے بات کرتی چل رہی تھی جب اس کی توجہ گراؤنڈ کے دوسرے رف بیٹھے کسی شخص پہ پڑی .

وہ تنہا بیٹھا اپنی دنیامی کھویا ہوا تھا کڈی کی نظریں خود پہ محسوس کر کے اس نے اپنی کتاب سے نظریں ہٹا کر سامنے دیکھا تو ھدیل اپنی چوری پہ گھبرا سی گئی اور فورا نظریں پھیر گئی .

----

واپس آکر اس نے اپنے پہلے دن کی سرگرمی الف تا ے اپنی ماں کے گوش گزار کی تھی.

شام کو اس کے بابا اسے اور اپنی شریک حیات کو لے کر آؤٹنگ پہ چلے گئے.

واپس آکر وہ اتنا تھک چکی تھی کہ اپنے بستر پہ گرتے ہی سو گئی.

اپنے والدین کی اکلوتی اولاد ہونے کے باعث وہ ہمیشہ سے ہی ان کی ساری توجہ کا مرکز بنی رہی تھی.

اور مناسب تربیت نے اس کی طبیعت میں کوئی بگاڑ پیدا نا ہونے دیا.

اگلے روز وہ الارم کی بیل پہ وقت پہ جاگ گئی اور پھر تیار ہو کر نمرہ کا انتظار کرنے لگی.

-----

آج آپ سب کا پہلا دن ہے اور میں آپ کی سائیکالوجی کی ٹیچر ہوں.

چلیں اب آپ سب اپنا تعارف کروائیں اس کے بعد ہم مزید باتیں کریں گے.

اپنی ناک پہ چشمہ اٹکائے مس شمسہ اپنے نئے سٹوڈنٹس سے کہ رہی تھیں.

سب لڑکے لڑکیاں اپنا اپنا نام بتانے لگے. نمرہ اور ھدیل نے بھی ان کی طرح اپنا تعارف کروایا.

جب سب کا تعارف ہو گیا تو مس شمسہ انہیں پھر سے اپنی طرف متوجہ کرنے لگیں.

یہ چونکہ نفسیات کی کلاس ہے تو یقینا آپ کو اس مضمون کو پڑھنے میں بہت مزہ آئے گا.

لیکن اگر کچھ بھی سمجھ نا آئے تو مجھ سے یا میرے اسسٹنٹ سے رجوع کر سکتے ہیں.

اب میں آپ کا تعارف تبریز سے کروانا چاہوں گی جو کہ ایم۔فل کے طالبعلم ہیں اور ہمارے کالج میں اپنے پراجیکٹ پہ کام کر رہے ہیں.

اس کے علاوہ وہ ایک اسسٹنٹ کے طور پہ اپنی خدمات بھی دے رہے ہیں.

وہ کلاس کے پچھلی طرف کونہ میں اشارہ کرتی کہنے لگیں.

وہ شخص اتنی خاموشی سے الگ تھلگ بیٹھا تھا کہ کسی نے اس کی موجودگی پہ غور ہی نا کیا.

تمام سٹوڈنٹس کو اپنی طرف متوجہ پا کر اس نے لیپ ٹاپ سے سر اٹھایا تو اس کی نظریں کلاس کے بیچ میں بیٹھی ھدیل سے ٹکرائیں.

اسے ایسا احساس ہوا جیسے کہ وہ کسی برفیلے علاقے میں پہنچ گئی ہو اس قدر سرد مہری تھی اس کی آنکھوں میں.

اس کے بدن میں ایک عجیب سی لہر دوڑ اٹھی جس کی وجہ وہ خود بھی نا سمجھی تھی.

مقابل نے اسے اپنی نظروں کے سحر سے آزاد کیا اور پھر کھڑا ہو گیا.

اگر کوئی بھی سٹوڈنٹ اس سبجیکٹ میں کوئی مدد چاہتا ہو تو مجھ سے رجوع کر سکتا ہے.

وہ بے رخی سے کہتا بیٹھ گیا اور پھر سے اپنے کام میں مشغول ہو گیا.

کیا ہینڈسم بندہ ہے ویسے----

نمرہ اپنی عادت کے مطابق ہلکی سی سیٹی بجاتی کہنے لگی.

ھانیہ اسے دیکھتی گھورنے لگی.

اس شخص نے اس کی طرف ایسی نظر سے دیکھا جیسے وہ نمرہ کی بات سن چکا ہو لیکن ایسا کیسے ہو سکتا تھا وہ تو اس سے بہت فاصلہ پہ تھا.

ھدیل نے گھبرا کر اپنا رخ پھر سامنے کی طرف موڑ لیا لیکن وہ خود پہ اس کی نظروں کی تپش لگاتار محسوس کر رہی تھی.

---

گڈ۔۔۔گڈ۔۔۔گڈ۔۔۔

ون مور لیپ گرلز۔۔۔۔

وہ اپنے اکھڑتے سانس کو نظر انداز کرتی ایک اور چکر لگانے لگی.

لیپ مکمل ہوتے ہی اس نے اپنی رفتار آہستہ کرلی اور پھر رک گئی.

ٹاول سے چہرہ پہ آیا پسینہ صاف کیا اور گہرے سانس لیتی ہوئی اپنی اونچی پونی ٹیل کھول کر دوبارہ کرنے لگی.

بہت بہتر۔۔۔۔ آج کے لئے اتنا کافی ہے۔۔۔اب تم سب گھر جا سکتی ہو۔۔۔۔

کوچ کی اجازت کی دیر تھی کہ وہ سب ایک دوسرے کو الوداع کرتی وہاں سے چلی گئیں.

ان کا ٹریک کالج کے آخری کونے پہ تھا .

بلڈنگ کے پیچھے ہونے کی وجہ سے وہ آسانی سے اپنی پریکٹس کر سکتی تھیں.

ھدیل کو پک کرنے میں ابھی آدھا گھنٹہ پڑا تھا اس لئے اسے باقیوں کی طرح کوئی جلدی نہیں تھی.

وہ گہرے سانس لیتی اپنے بیگ کے پاس زانوں بل بیٹھ گئی. کلائی میں پہ۔ی سٹاپ واچ دیکھنے لگی.

اسے اپنا ٹائم چھ سے سات سیکنڈ مزید بہتر بنانے کی ضرورت تھی.

وہ بیگ سے پانی نکال کر اسے گھونٹ گھونٹ پینے لگی. جب اسے خود پہ کسی کی نظریں محسوس ہوئی.

اس نے ادھر ادھر دیکھا تو وہ وہاں اکیلی تھی. اچانک کسی آواز پہ وہ خوف کے تاثرات لئے پلٹی لیکن کچھ دکھائی نا دیا.

اسے اب وہاں اکیلے رہنے پہ ڈر لگنے لگا تو وہ اپنا بیگ اٹھانے لگی جب پودوں میں سے جنگلی بلی کا بچہ ایک دم باہر نکلا.

پہلے تو وہ ڈر کر اچھل پڑی پر پھر خود پہ ہسنے لگی اور پھر اس خوبصورت جانور کی طرف بڑھنے لگی.

یہاں۔۔ یہاں آؤ کٹی۔۔۔

وہ ہاتھ آگے بڑھائے اسے اپنی طرف متوجہ کر رہی تھی اور وہ بلی اس کے ہاتھ کو غور سے دیکھ رہی تھی.

احتیاط سے۔۔۔

کسی آواز پہ وہ ایک دم اچھل پڑی.

پلٹ کر دیکھا تو سائیکالوجی کی کلاس میں موجود وہی شخص اب اس سے کچھ فاصلہ پہ تھا.

ھدیل اس طرح اسے دیکھ گھبرا گئی لیکن چہرہ پہ اپنا خوف نا چھلکنے دیا.

جنگلی جانور خطرناک ہوتے ہیں.

وہ انہی سرد آنکھوں سے اسے دیکھتا کہنے لگا.

ھدیل اسے نظر انداز کرتی بلی کی طرف بڑھنے لگی.

اتنا خوبصورت جانور بھلا خطرناک ہو سکتا ہے۔۔۔

وہ اس کی تنبیہہ کو نظر انداز کرتی اس بلی کو گود میں لے کر کھڑی ہو گئی.

دیکھا۔۔۔کچھ بھی۔۔۔

ابھی وہ مکمل جملہ کہہ بھی نا پائی تھی جب اس جانور نے ھدیل کے ہاتھ کو بری طرح کاٹا اور پھر چھلانگ لگاتا اس سے دور بھاگ گیا.

تکلیف کی شدت سے وہ بری طرح چیخ اٹھی.

اس کے ہاتھ سے خون بہنے لگا تھا. وہ سمجھ۔ہیں پا رہی تھی کہ اس خون کو کیسے روکے.

مجھے دکھاؤ۔۔۔

تبریز تیزی سے اس کی طرف بڑھا اور ھدیل کا ہاتھ تھا لیا.

خون روکنے کے لئے اس نے ھدیل کا زخم منہ سے لگا لیا اور اس کی اس حرکت پہ وہ وہیں منجمد ہو گئی.

-----

کچھ لمحے لگے تھے ھدیل کو اپنے حواس قائم کرنے میں.

اس نے اپنا ہاتھ ایک جھٹکے سے کھینچا----

یہ کیا کر رہے ہو----

وہ اس کا جواب سنے بغیر بیگ کی طرف بھاگی.

اسے کندھے پہ ڈالا اور وہاں سے بھاگ گئی.

اس سب کے دوران اس نے ایک بار بھی پلٹ کر اسے نا دیکھا.

اگر دیکھ لیتی تو اس کے چہرے پہ آئی مسکراہٹ دیکھ کر شاید مزید خوفزدہ ہو جاتی.

وہ اسے دور جاتے دیکھ رہا تھا.

ھدیل کا خون ابھی بھی اس کے ہونٹوں پہ لگا تھا جسے وہ زبان کی مدد سے صاف کر گیا.

وہ جب بلڈنگ کے سامنے کی طرف آ گئی تو رفتار کم کر لی. اور بیگ سے رومال نکال کر اسے اپنے ہاتھ کے گرد لپیٹ لیا.

اف۔۔۔یخ۔۔۔۔کتنا گندا شخص تھا وہ۔۔۔۔یخ۔۔۔۔

وہ اس کی حرکت کے بارے میں سوچ کر جھر جھری لے اٹھی.

آہستہ آہستہ چلتی وہ گیٹ کی طرف بڑھتی گئی. سارا کالج خالی ہو چکا تھا.

کچھ ہی سٹاف ممبرز وہاں موجود ہوں گے جو کہ اپنے اپنے آفس میں تھے.

وہ گیٹ کے قریب بنائے ویٹنگ ایریا میں اپنے بابا کو انتظار کرنے لگی.

کچھ دیر بعد اسے پھر سے محسوس ہونے لگا جیسے کوئی اس پہ نظریں جمائے ہو.

وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی لیکن وہاں کوئی بھی نا تھا.

وہم ہے تمہارا۔۔۔۔ھدیل۔۔۔

وہ دل ہی دل میں خود کو جھڑک کر مطمئن ہو گئی.

۔۔۔۔۔

یہ کیا ہوا تمہارے ہاتھ کو ھدیل۔۔۔۔

کچھ نہیں ماما۔۔۔ایک بلی کے بچے نے کاٹ لیا۔۔۔۔

وہ ابھی ابھی اپنے بابا کے ساتھ واپس لوٹی تھی جو کہ اس زخم کی وجہ جان کر پہلے اسے کلینک لے گئے تھے.

کیا بلی کے بچے نے۔۔۔

تم اس کے پاس کیا کر رہی تھی.

وہ دیوار پھلانگ کر آگیا تھا تو میں نے اسے پکڑ لیا۔۔۔

وہ شرمندہ شرمندہ سی بتانے لگی .

ایسا اس کے ساتھ پہلی بار ہوا تھا. ورنہ جانور تو اسے بہت پسند کرتے تھے.

آپ پریشان مت ہوں۔۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا.

وہ پلیٹ پکڑ کر صوفے پہ بیٹھتی کہنے لگی.

آج تمہاری آنٹی اپنے بچوں کے ساتھ آنے والی ہیں تمہیں یاد ہے نا۔۔۔

وہ اس کے لئے پانی ڈالتی کہنے لگیں تو هدیل کو یاد آیا کہ اس نے اپنی خالہ کہ طوفانی بچوں کی دیکھ بھال کرنے کا وعدہ کیا تھا تا کہ وہ اور امی سکون سے مارکیٹ جا سکیں.

ارے نہیں۔۔۔

اس کی بھوک ایک دم غائب ہوئی تھی.

جلدی سے کھانا کھاؤ۔۔۔ دیکھع کیسی کمزور لگ رہی ہو۔۔۔

کچھ ہی دیر بعد اس کی خالہ اپنے دو بیٹوں کے ساتھ وہاں موجود تھیں اور اس کا باقی کا سارا دن چیزیں ان کی پہنچ سے دور کرنے میں گزر گیا.

---

کل میرے بعد پھر کیا کیا کیا؟

اسے گاڑی میں بیٹھتے دیکھ ہی نمرہ شروع ہو گئی.

کچھ بھی نہیں پریکٹس کی اور کیا کرنا تھا۔۔۔

بہت بور ہو یار تم۔۔۔

جب ھدیل کے پاس کوئی جواب نا بن پڑا تو اس نے نمرہ کو محض زبان چڑانے پہ اکتفا کیا.

ہفتے میں تین دن ان کی پریکٹس ہونی تھی باقی کے دن وہ نمرہ کے ساتھ واپس جا سکتی تھی.

وہ دونوں جیسے ہی نفسیات کی کلاس میں داخل ہوئے اس کی نظر نجانے کیوں اس شخص کو ڈھونڈنے لگی .

وہ اپنا مکمل دھیان لیپ ٹاپ کی طرف کئے بیٹھا تھا .

ھدیل نے بھی اپنی نظریں پھیر لیں .

بلاشبہ وہ ایک ہینڈسم شخص تھا لیکن وہ یہاں یہ سب دیکھنے تھوڑی آئی تھی.

اس کا خواب تو بہترین ایتھلیٹ بننے کا تھا. اور اس کے ماما بابا کی پوری مدد اسے حاصل تھی.

وہ نمرہ کے ساتھ اپنی جگہ پہ بیٹھ گئی کچھ ہی دیر میں مس شمسہ نے انہیں پڑھانا شروع کر دیا.

ھدیل کو اپنے بال کھڑے ہوتے محسوس ہوئے. اس کی کیفیت عجیب سی ہو رہی تھی جیسے کوئی اسے مسلسل گھور رہا ہو.

وہ آہستہ آہستہ پلٹی لیکن وہ شخص اپنے کام میں مصروف تھا. تو وہ اسے اپنے ذہن کا فتور جان کر پھر سیدھی ہو گئی لیکن وہ احساس لگاتار اس کے ساتھ تھا.

کچھ منٹ بعد وہ نظریں بچا کر پھر سے تبریز کو دیکھنے لگی لیکن اس کا دھیان ھدیل کی جان تو نا تھا.

کہیں مجھے اس بلی کی کوئی بیماری تو نہیں ہو گئی۔۔۔

وہ سوچتے ہوئے اپنا ہونٹ چبانے لگی تھی.

۔۔۔

آج اس کا ٹریننگ کا دوسرا دن تھا.

بوندا باندی سے زمین گیلی ہو چکی تھی. اور سب کو سردی لگنے لگی جس وجہ سے کوچ نے انہیں جلدی جانے دیا.

لیکن اس کی بابا تو اپنے وقت پہ ہی آتے تھے.

وہ بھی ٹھنڈی آہ بھرتی سب سے مل کر سامنے بنی بلڈنگ میں چلی گئی.

وہاں گرلز کامن روم میں ان کے کوچ کی وجہ سے کچھ لاکرز مہیا کئے گئے تھے.

تا کہ وہ اپنا سامان وہاں رکھ سکیں .

خوش قسمتی سے اسے بھی ایک لاکر مل گیا تھا کیونکہ وہ ان کی ٹیم کی بہترین رنرز میں سے تھی.

اس کا بیگ اسی لاکر میں موجود تھا وہ اسے چابی سے کھول کر نکالنے لگی .

واپس جانے کے لئے پلٹی تو اس کی نظر کسی چیز پہ پڑی .

ایک تہہ شدہ کاغذ سرخ رنگ کے گلاب کے ساتھ موجود تھا.

پہلے تو اس نے یہ نہیں دیکھا تھا شاید نظرانداز کر دیا ہو.

وہ کندھے اچکاتی اس تہہ شدہ کاغذ کو کھولنے لگی.

"تمہاری آوارہ زلفیں مجھے اپنے سحر میں جکڑ لیتی ہیں"

ھدیل اس کاغذ کو گھما کر دیکھنے لگی لیکن اس پہ مزید کچھ نہیں لکھا تھا .

شاید کسی لڑکے نے کسی کو لو لیٹر لکھنے کی ناکام کوشش کی تھی وہ یہ سوچ کر خود ہی ہنس دی اور وہ کاغذ پاس پڑے ڈسٹ بن میں پھینک دیا.

لیکن وہ گلاب اسے بہت خوبصورت لگا تھا. نازک سی کلی جو ابھی تک مکمل کھلی بھی نا تھی.

ھدیل نے اسے اٹھایا اور اس کی خوشبو لینے لگی پھر اپنے بیگ میں اس طرح رکھ لیا کہ کلی بیگ سے باہر رہے جبکہ اس کی ڈنڈی بیگ کے اندر رہو.

ابھی بابا کو تو آنے میں کافی وقت تھا تو وہ مین گیٹ کی جانب ٹہلتی ہوئی بڑھنے لگی.

----

تم دونوں کو پتا ہے وہ لڑکا۔۔۔اس میں کچھ گڑبڑ ہے۔۔۔

ان کی کلاس کی لڑکی کچھ ایسے طریقے سے کہنے لگی کہ وہ دونوں متوجہ ہوئے بغیر نا رہ سکیں.

کونسہ لڑکا۔۔۔

ھدیل آنکھیں پھیلا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی.

ارے پاگل وہ سائیکالوجی والے کی بات کر رہی ہے۔۔۔وہی تبریز۔۔۔ہے نا۔۔۔

نمرہ نے اپنی بات کی تائید چاہی جس پہ وہ لڑکی تاسف سے سر ہلانے لگی.

کیوں اسے کیا ہے۔۔۔

ھدیل کو تو وہ ٹھیک ٹھاک لگا تھا۔۔۔بس اس خون والی بات کو چھوڑ کر.

اس نے اسی کالج سے انٹر کیا ہے۔۔۔اور تب میرا بڑا بھائی بھی یہاں پڑھتا تھا تو اس نے بتایا.

کیا بتایا تمہارے بھائی نے۔۔۔

اب اسے بھی تجسس ہونے لگا تھا.

یہی کہ وہ سب سے الگ رہتا تھا۔۔۔

تو اس میں گڑبڑ والی کیا بات۔۔۔۔

ھدیل اور نمرہ ایک دوسرے کا چہرہ دیکھنے لگیں.

جانتی ہو محل جیسی جگہ میں اکیلا رہتا تھا. سب کہتے ہیں وہ پاگل ہے۔۔۔۔

کیوں وہ اکیلا کیوں رہتا ہے۔۔۔۔

معلوم نہیں۔۔۔ یہ تو نہیں پوچھا میں نے۔۔۔۔

لیکن وہ کالج کا سب سے لائق لڑکا تھا. اس کے علاوہ اس نے کچھ سال پہلے نیشنل لیول پہ شطرنج کھیلا تھا.

کیا واقعی۔۔۔ پھر تو وہ بہت جینیس ہوا۔۔۔

ہاں لیکن وہ سیمی فائینل میں ہار گیا تھا۔۔۔

میرا بھائی کہتا ہے کہ وہ بہت خطرناک انسان ہے جو کوئی بھی اس سے الجھتا ہے اس کا پتا بھی نہیں لگتا اور وہ کہیں غائب ہو جاتا ہے۔۔۔۔

اس بات پہ ھدیل کی آنکھیں پھیل گئیں. لیک اسے تو اس میں کوئی خطرہ کی بات نہیں لگی تھی.

میری مانو تو تم دونوں بھی باقی سب کی طرح اس سے دور رہنا۔۔۔

نمرہ ابھی بھی اس کی باتیں غور سے سن رہی تھی جبکہ ھدیل سیدھی ہو بیٹھی.

اچھا بھلا تو تھا وہ۔۔۔اس دن مجھے محتاط رہنے کا بھی کہا تھا.

نجانے اسے کیوں اس کے بارے میں ایسی باتیں سن کر برا لگا تھا.

۔۔۔۔۔۔۔

اس دن تو اور اس کے اگلے روز بھی وہ نمرہ کے ساتھ ہی واپس آتی رہی .

ہفتہ کا دن تھا اور زیادہ تر کالج ویسے ہی خالی تھا.

نمرہ نے بھی اسے دھوکا دیا اور وہ اکیلی آئی تھی.

وہ بور ہو رہی تھی جب اسے اچانک کسی نے آواز دی.

سنو۔۔۔

وہ اس آواز کی طرف پلٹی تو دیکھا کہ تبریز ہاتھ میں کوئی کتاب تھامے اس کی طرف بڑھ رہا تھا.

کیا یہ تمہاری ہے۔۔۔گری ہوئی تھی.

ھدیل اپنا بیگ چیک کرنے لگی تو وہ واقعی اس کی کتاب تھی.

یہ کیسے گر گئی.۔۔

وہ سوچ میں گرفتار ہو گئی.

تبریز نے وہ کتاب اس کے سامنے لہرائی تو اس نے اسے تھام لیا.

تھینک یو۔۔۔

وہ بال کان کے پیچھے اڑستی کہنے لگی.

اسے کلاس میں کہی وہ سب باتیں یاد آ رہی تھیں.

کیا وہ اپنے بارے میں ہونے والی باتوں کے بارے میں واقف تھا۔۔۔

وہ اسے دیکھتے ہوئے سوچنے لگی.

تمہارا ہاتھ اب کیسا ہے۔۔۔

میرا ہاتھ۔۔۔

پہلے وہ بوکھلا سی گئی پھر اچانک یاد آنے پہ اپنا ہاتھ اس کے سامنے کر دیا.

اب ٹھیک ہے صرف ہلکا سا نشان رہ گیا.

ٹھیک ہے میں چلتا ہوں اپنا خیال رکھا کرو۔۔

وہ خیال رکھنے پہ زور ڈالتا پلٹ گیا جبکہ وہ یہی سوچتی رہی کہ کوئی اس کے بارے می اتنی غلط خبریں کیوں پھیلائے گا.

۔۔۔۔،۔۔،۔۔۔

ہر روز کی طرح وہ اور نمرہ باتیں کرتے ہوئے اپنی اگلی کلاس کی طرف جا رہی تھی.

اس کی نظر گراؤنڈ میں کھڑے تبریز پہ گئی .

وہ کسی گریجویٹ کے سٹوڈنٹ سے بات کر رہا تھا. چہرہ پہ ناپسندیدگی صاف جھلک رہی تھی.

اور وہ سٹوڈنٹ گھبراہٹ سے صرف سر ہلا رہا تھا.

نمرہ تم جاؤ مجھے کچھ کام یاد آیا۔۔۔

کونسا کام میں بھی چلتی ہوں نا ساتھ۔۔۔

نہیں تم جاؤ نا۔۔ آتی ہوں میں۔۔۔

ارے۔۔۔

وہ ہلکا سا اسے دھکیلتی ہوئی خود پلٹ گئی تو نمرہ ناک منہ بناتی وہاں سے چل دی.

وہ سٹوڈنٹ کہیں جا چکا تھا اور اب وہ اکیلا کھڑا تھا.

امم۔۔۔ اسلام علیکم۔۔۔

ھدیل سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ وہ اس کے پاس کیوں آئی اور اب بہانہ سوچ رہی تھی.

وہ مجھے کل کا لیکچر سمجھ نہیں آیا آپ میری مدد کر دیں گے۔۔۔

وہ خاموشی سے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہا تھا صاف ظاہر تھا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے.

کیا ابھی تمہاری کلاس نہیں۔۔۔۔

ہاں۔۔۔ہے تو۔۔۔۔

وہ سوچ ہی رہی تھی کہ کیا کہے جب وہ بول پڑا.

یہاں بہت شور ہے۔۔۔میرے ساتھ چلو۔۔۔

وہ اس پہ حکم صادر کرتا چل دیا اور ھدیل اس کے پیچھے قدم بڑھانے لگی.

شاید اس کی شخصیت کی پراسراریت ھدیل کو متوجہ کرتی تھی .

یا شاید وہ سب کو غلط ثابت کرنا چاہتی تھی. انہیں دکھانا چاہتی تھی کہ وہ کوئی خطرناک انسان نہیں.

تبریز اسے بلڈنگز سے ایک طرف درخت کے نیچے لے آیا اور پھر وہاں بیٹھ گیا .

ھدیل بھی اس کے سامنے بیٹھ گئی .

یہاں تنہائی میں اسے عجیب محسوس ہونے لگا لیکن وہ اپنے احساسات جھٹک کر اپنی کتاب نکالنے لگی.

آپ ایم۔ فل کر رہے ہیں نا۔۔۔

اسے خاموشی کھلنے لگی تو وہ باتوں کا آغاز کرنے لگی.

ہاں۔۔۔

وہ اسے اپنی خوبصورت لیکن سرد آنکھوں سے دیکھتا کہنے لگا.

آپ کا پراجیکٹ کب تک مکمل ہو جائے گا۔۔۔اور پراجیکٹ کے لئے آپ کو یہاں آنے کی کیا ضرورت۔۔۔۔

وہ جاننا چاہتی کہ وہ کس طرح کا پراجیکٹ ہے۔۔۔اصل میں وہ اس کے بارے میں سب جاننا چاہتی تھی.

تم جانتی ہو تجسس فطری ہے لیکن یہ ایک خطرناک بیماری ہے۔۔۔۔

اس کے سوالات کا جواب دینے کی بجائے وہ اسے لتاڑنے لگا.

ن۔۔ نہیں میں تو بس۔۔۔۔

تم نے اپنی بک کا غلط صفحہ کھولا ہے۔۔۔

ھدیل نے گود میں رکھی کتاب کو دیکھا تو وہ کل والا لیکچر نہیں تھا.

تبریز تو اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا پھر اسے کیسے پتا۔۔۔

وہ دوبارہ صفحات پلٹنے لگی جب تبریز کے فون نے ان کی خاموشی توڑی.

مجھے کچھ کام ہے۔۔۔ میں تمہیں بعد میں سمجھا دوں گا.

وہ روکھے انداز میں کہتا اٹھ کھڑا ہوا اور وہاں سے چل دیا جبکہ ھدیل ناک سکیڑ کر اڑے دیکھنے لگی.

تمہارا کوئی دوست اس لئے نہیں ہے کیوں کہ تم بہت سڑو ہو۔۔۔۔

اس کے جانے کے بعد وہ تبریز کے خیال پہ چلائی تھی اور پھر اپنا بیگ سمیٹنے لگی .

۔۔۔۔۔۔۔۔

ھدیل تم کب سے اس دیوار کو گھور رہی ہو۔۔ کیا تلاش کر رہی ہو۔۔

نمرہ کے بابا کو آج دیر ہو گئی تھی اور وہ دونوں ان کا انتظار کر رہی تھی .
اصل میں نمرہ انتظار کر رہی تھی جبکہ ھدیل کالج کی میموری وال کو دیکھ رہی تھی.

کچھ نہیں میں بس ویسے ہی دیکھ رہی ہوں.

دیوار پہ شروعات سے اب تک کے تمام بہترین طالبعلم کی نیوز پیپر کٹنگ لگی تھی .
وہ ان میں سے تبریز کو ڈھونڈ رہی تھی.

اب ایسا بھی کچھ دلچسپ نہیں اس میں جو تم پچھلے دس منٹ سے اس شغل میں لگی ہو۔۔۔۔

شش۔۔۔چپ بھی کر جایا کرو نمرہ۔۔۔۔

آہا۔۔۔مل گیا۔۔۔۔

اسے تبریز ایک تصویر میں اس وقت کی وزیر تعلیم اور پرنسپل کے ساتھ کھڑا دکھا.

تصویر کے نیچے ان تینوں کے نام بھی لکھے تھے جبکہ تبریز کا نام وہ وہاں سے ابار خراب ہونے کی وجہ سے نہیں پڑھ پائی.

لیکن اتنا ضرور معلوم ہو گیا تھا کہ تبریز اس کا مکمل نام نہیں.

چلو پاپا آ گئے۔۔۔۔

نمرہ اپنے موبائل پہ دیکھتی اسے اطلاع دینے لگی تو وہ ایک آخری نظر ربریز کی فوٹو پہ ڈالتی اس کے ساتھ چل دی.

۔۔۔۔۔۔

تمہارا نام کیا ہے۔۔۔۔

مجھے لگا تم میرا نام جانتی ہو گی۔۔۔

میں نے میمری وال پہ تمہاری تصویر دیکھی .

وہ اس وقت اسی درخت کے نیچے بیٹھا تھا جب ھدیل اس کے پاس آئی.

تم بہت سوالات کرتی ہو۔۔۔

سوالات کرنا اچھی بات ہوتی ہے۔۔۔۔

ہاں اگر وہ دوسرے سے متعلق نا ہوں۔۔۔

میں نے ایسا تو کچھ نہیں پوچھا۔۔۔۔

اسے برا لگنے لگا تھا.

تبریز میرے والد کا نام ہے میں انہی کا نام استعمال کرتا ہوں۔۔۔

کیوں۔۔۔۔اور پھر تمہارے والد کیا نام استعمال کرتے ہیں۔۔۔۔

وہ اس کے پاس گرنے کے انداز میں بیٹھتی پوچھنے لگی.

وہ اب نہیں رہے۔۔۔

اوہ۔۔۔مجھے افسوس ہوا۔۔۔۔

کیوں۔۔۔تمہیں کیوں افسوس ہوا۔۔۔تم تو انہیں جانتی بھی نہیں۔۔۔

اس کی بات پہ وہ گڑبڑاسی گئی مزید کچھ کہتی اس سے پہلے نمرہ کی آواز سے وہ اس کی طرف دیکھنے لگی.

ھدیل جلدی کرو ہماری کلاس ہے۔۔۔

اس کے چہرے سے صاف ظاہر تھا کہ اسے ھدیل کو تبریز کے ساتھ دیکھ کر بہت برا لگا ہے.

نمرہ۔۔۔

جلدی چلو یہاں سے۔۔۔

وہ اسے غصہ سے کہتی پلٹ گئی تو ھدیل نظریں بچا کر تبریز کو دیکھنے لگی جس کے لئے ان دونوں کا وہاں ہونا یا نا ہونا ایک برابر تھا.

۔۔۔۔

تم۔۔۔ تم اس کے ساتھ کیا کر رہی تھی۔۔۔
وہ اسے کھینچتی ہوئی کہنے لگی.

وہ میں تو لیکچر سمجھنے۔۔۔

جھوٹ۔۔۔ تمہیں اچھے سے سب سمجھ آتا ہے اور تم مجھ سے جھوٹ بول کر اس کے پاس گئی۔۔۔ جب کے سب کہتے ہیں کہ وہ کتنا خطرناک ہے۔۔۔

وہ خطرناک نہیں ہے نمرہ۔۔۔۔ میں یہی سب کو بتانا چاہتی ہوں۔۔۔۔

ھدیل۔۔۔۔ یہ بتانا تمہاری ذمہداری نہیں اور مدر ٹیریسا بنے کی کوشش مت کرو.

وہ آنکھیں دکھاتے ہوئے غرائی.

اور تم کب سے لڑکوں میں دلچسپی لینے لگی اور وہ تم سے کتنا بڑا ہے۔۔۔۔

نمرہ۔۔۔۔ت۔۔۔۔ تم میرے بارے میں ایسا سوچتی ہو۔۔۔۔

اپنی دوست کی بات پہ اس کی انکھیں پانی سے بھیگنے لگیں.

نہیں۔۔۔ لیکن جو بھی تمہیں ایسے اکیلے اس کے ساتھ دیکھے گا یہی سوچے گا۔۔۔۔

وہ کندھے اچکاتے ہوئے لاپرواہی سے کہنے لگی. جبکہ ھدیل اپنی بازو اس سے آزاد کرواتی دوسری طرف بھاگ گئی.

اسے نمری کی باتوں سے بہت تزلیل محسوس ہوئی تھی. وہ اس کے بارے میں یہ سب سوچتی تھی اس بات سے اسے بہت دکھ ہوا تھا .

-----

اس دن ھدیل نے باقی کوئی کلاس نہیں لی بلکہ اکیلے میں روتی رہی.

پھر اپنا بیگ لاکر میں پھینکتی ریس ٹریک پہ چلی گئی .

غصہ میں اس نے ایک لڑکی کو گرا دیا تو سزا کے طور پہ اسے ایک سائیڈ پہ کھڑا کر دیا گیا.

ثالانکہ وہ غلطی سے اس سے ٹکرائی تھی اور معافی بھی مانگی پر پھر بھی کوچ نے اسے ایک طرف کر دیا.

لیکن وہ ان سب کے جانے کے بعد باقی وقت اکیلی وہاں رننگ کرتی رہی.

وہ جب بھی اکیلی ہوتی اسے یہ احساس ہوتا کہ کوئی اس پہ نظر رکھے ہے جسے اب وہ نئر انداز کرنا سیکھنے لگی تھی.

گھڑی پہ وقت دیکھا تو اس کے بابا کے آنے کا وقت ہو چکا تھا وہ سانس معمول پہ لاتی لاکر روم کی طرف چلی گئی.

ابھی اس نے وہ کھولا ہی تھا جب ڈھیر سارے گلاب کے پھول اس کے لاکر روم میں سے گرنے لگے.

------

پہلے تو وہ بوکھلائی اور پریشان سی دیکھنے لگی کہ آخر یہ کیا ہوا .

پھر بیگ لاکر سے نکال کر ان پھولوں کو واپس لاکر میں ڈالنے لگی مگر پھول اتنے زیادہ تھے کہ وہ بار بار باہر گرتے جس سے وہ پریشان ہونے لگی.

کوئی میرے لاکر میں اتنے سارے پھول کیوں رکھے گا۔۔۔اور کوئی اسے کھول کیسے سکتا ہے.

یہ ایک الگ بات تھی جو اسے پریشان کرنے لگی .

اچانک اسے شدت سے اپنے اکیلے کونے کا احساس ہونے لگا .

وہ اب ان پھولوں کو واپس رکھنے کے جگہ باہر نکال کر پھینکنے لگی پھر لاکر خالی کر کے وہاں سے بھاگ گئی.

اسے کچھ روز پہلے کا وہ پھول بھی یاد آیا جو وہ ساتھ لے گئی تھی .

شاید کسی نے مزاق کیا ہے۔۔۔۔

لیکن کوئی مزاق کے لئے اتنی محنت کیوں کرے گا۔۔۔

اس نے خود ہی اپنی سوچ کی تردید کی .

گیٹ پہ پہنچی تو بابا ابھی نہیں آئے تھے وہ وہیں وٹینگ ایریا میں بیٹھ کر سوچنے لگی.

شاید کسی نے غلطی سے اس کا لاکر کسے اور کا سمجھ لیا تھا .

اس کے ذہن میں تو یہی وجہ آرہی تھی.

بیگ کندھے سے اتار کر سائیڈ پہ رکھ لیا تھا اچانک اس پہ نظر پڑی تو ایک تہہ شدہ کاغذ پن کی مدد سے اس سے چپکایا گیا تھا۔

وہ اس کاغذ کو اتار کر دیکھنے لگی .

is it love or lust? is it infatuation or a crush?

The answer is none of the above

it's the feeling i have inside...

for my Nubian prize.

شاید وہ کسی نظم کا حصہ تھا.

ھدیل اپنے ہونٹ چبانے لگی.

کسی انٹریا گریجویشن کا سٹوڈنٹ اس طرح کی نظم نہیں لکھ سکتا تھا۔۔۔

وہ زیادہ تر سستی شاعری میں دلچسپی دکھتے ہیں۔۔۔

یہ شاید کسی نے انٹرنیٹ سے حاصل کی ہو.

وہ ابھی یہی سوچ رہی ے ھی جب گیٹ کیپر نے اسے اس کے والد کے آنے کی اطلاع دی اور وہ اٹھ گئی.

-----

اس نے کاغذ سے آخری لائن پڑھ کر اسے بھی گوگل کے سرچ انجن میں لکھ دیا.

سرچ کا بٹن دباتے ہی اس نظم کے بارے میں ساری معلومات نکل آئی.

نظم پڑھ کر اس کے رخسار گلابی ہونے لگے تھے.

وہ اپنا سر جھٹکتی کھڑی ہو گئی یہ میں کن کاموں میں دلچسپی لے رہی ہوں.

اس نے وہ کاغذ پھاڑ کر ڈسٹ بن میں پھینک دیا.

اا کے ساتھ ہونے والے یہ غیر معمولی واقعات تھے جنہیں وہ ایک کے بعد ایک نظر انداز کر رہی تھی.

-----

وہ آج نہیں آیا---

ہمم--- کیا کیا کہا---

تم جسے ڈھونڈ رہی ہو وہ آج نہیں آیا---

نمرہ اسے غصہ سے دیکھتی کہنے لگی.

میں کب کسی کو ڈھونڈ رہی ہوں---

وہ بوکھلاتے ہوئے جھوٹ کہنے لگی.

تو پھر بار بار پلٹ کیوں رہی ہو--- لیکچر پہ دھیان دو---

وہ اسے ڈانٹنے لگی تو ھدیل کا منہ پھول گیا.

ان دونوں کا ایک سن بجیکٹ مختلف ہونے کی وجہ سے وہ آخرہ گھنٹہ الگ ہوتی تھیں .

ھدیل نے اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے تبریز کو ڈھونڈنا شروع کیا.

خوش قسمتی سے وہ اسے اسی درخت کے نیچے مل گیا تھا.

آج تم سائیکالوجی کی کلاس میں کیوں نہیں آئے....

وہ کب آپ سے تم پہ آئی خود بھی جان نا پائی.

کیا آج بھی لیکچر سمجھ نہیں آیا---

وہ اپنے مخصوص لہجہ میں پوچھنے لگا.

نہیں میں بس تم سے بات کرنا چاہتی تھی---

بات----کیا تمہیں کسی نے نہیں کہا کہ میں خطرناک ہوں---

اس کا لہجہ ایسا تھا جیسے اس کے بارے میں تمام باتیں سچ ہوں .

ھدیل کا دل ایک دم دھڑکا تھا.

کیا وہ سچ کہتے ہیں---

تم کتنی معصوم ہو---

وہ اس کے چہرے کو غور سے دیکھتا کہنے لگا. لیکن اس کی آنکھیں یوں تھی جیسے وہ اس کے روح کے اندھیروں تک پہنچ جائے گا .

جیسے وہ اس کے وہ راز بھی جان لے گا جنہیں وہ خود بھی قبول نہیں کرتی تھی.

بہتر ہے لہ مجھ سے دور رہو۔۔۔

اس سے پہلے کہ میں اپنا ارادہ بدلوں اور تمہیں واپس نا جانے دوں مائی ڈیئر.

وہ اپنی نیلی اور گرے آنکھوں سے اسے دیکھتا کہنے لگا۔

اس کی آواز میں چھپی دھمکی اور لہجے سے ھدیل ایک دم کانپ اٹھی اور وہاں سے اٹھ کر بھاگ گئی.

تبریز اسے دور جاتے ہوئے دیکھنے لگا .

وہ ایک بلبل کی طرح تھی جو آہستہ آہستہ پنجرے کی طرف بڑھ رہی تھی اور ابھی تک اس کا احساس تک اسے نہیں چھوا تھا.

۔۔۔۔۔۔

ھدیل۔۔۔بچے آج کل کہاں کھوئی رہتی ہو۔۔۔

اس کی والدہ نے اس میں آئی تبدیلی فورا بھانپ لی تھی.

وہ اپنی سوچوں میں سے یکدم نکلی تھی .

کچھ نہیں ماما۔۔۔ میں سوچ رہی تھی کہ کچھ لوگ کتنے پر اسرار ہوتے ہیں سمجھ نہیں آتا کہ وہ اچھے ہیں یا برے۔۔۔

آج تبریز نے اسے جس طرح ڈرایا تھا وہ اسی بارے میں سوچ رہی تھی کم عمر ہونے کے باعث وہ اس کی نظروں کا مفہوم کہاں سمجھ پائی تھی.

یہ تم کس پر اسرار شخصیت کی بات کر رہی ہو جہاں تک میں جانتی ہوں نمرہ تو وہ شخص بلکل نہیں ہو سکتی.

ان کی بات پہ وہ مسکرا پڑی .

جی نمرہ تو کبھی نہیں ہو سکتی.۔۔۔ پر ماما میں ایک نئی فرینڈ بنانا چاہتی ہوں اور وہ بہت پر اسرار ہے میں اسے سمجھ نہیں پاتی۔۔۔ لیکن میں واقعی اس کی دوست بننا چاہتی ہوں۔۔۔

وہ ڈھکے چھپے لفظوں میں اپنی مشکل انہیں بیان کرنے لگی.

اس کا کوئی دوست بھی نہیں ہے۔۔۔

وہ اداس ہوتے ہوئے بتانے لگی.

تو کوئی بات نہیں ہر رشتہ کو کچھ وقت درکار ہوتا ہے. دوستی بھی ایسے ہی رشتوں میں سے ہے.

آپ ٹھیک کہتی ہیں ماما۔۔۔۔

وہ ان کا رخسار چومتے ہوئے کہنے لگی.

یقیناً اس نے مجھے خود سے دور بھگانے کے لئے ایسا کہا پر میں بھی ھدیل ہوں اسے اپنا دوست بنا کر چھوڑوں گی.

ایک نئے عزم کے ساتھ وہ اگلے دن کا انتظار کرنے لگی.

-----

سائیکالوجی کی کلاس میں داخل ہوتے ہی اسے وہ اپنی جگہ پہ دکھ گیا تھا .

وہ نمرہ کے ساتھ اپنی جگہ پہ بیٹھ گئی.

ابھی کچھ وقت ہی گزرا ہو گا جب اسے شرت سے یہ احساس ہونے لگا کہ کوئی اپنی نظریں اس پہ گاڑھے ہے.

ھدیل نے اچانک پلٹ کر دیکھا لیکن سب نوٹس بنانے میں مصروف تھے اور تبریز بھی تیزی سے کچھ ٹائپ کر رہا تھا.

یوں اچانک پلٹنے پہ اس کی کلاس کے کئی سٹوڈنٹ اسے دیکھنے لگے تو وہ پھر سے سیدھی ہو بیٹھی.

اس احساس کی وجہ سے وہ کچھ سمجھ بھی نہیں پا رہی تھی کچھ سوچتے ہوئے وہ بیگ میں رکھا چھوٹا سا آئینہ باہر نکالنے لگی اور اس کے ذریعہ اپنی پشت پہ سب کو دیکھنے لگی.

لیکن جس بات سے اس کے دل کی دھڑکن ایک دم تیز ہوئی وہ تبریز کا اسے ذو معنی نظروں سے دیکھ کر مسکرانا تھا.

وہ جلدی سے آئینہ بیگ میں گھسانے لگی کہ کہیں کوئی اسے دیکھ ہی نا لے .

وہ جو آج پھر اس سے بات کرنے کا ارادہ رکھتی تھی اب اس ارادے کا ختم کر چکی تھی.

کتنی سرد مہری تھی ان نگاہوں میں اور کچھ ایسا جو وہ سمجھ نہیں پائی تھی لیکن وفزدہ ضرور ہو گئی تھی.

--------

وہ اپنے گھر سے چھوٹا سا تالا لے کر آئی تھی .

ھدیل نے لاکر کے دروازے سے پہلا تالا نکالا اور نیا تالا لگا دیا.

اب کوئی اسے تنگ نہیں کر پائے گا.

یہ سوچتے ہوئے اس نے بیگ لاکر میں رکھا اور پریکٹس کے لئے چلی گئی.

اسے ابھی بھی وہی احساس ہو رہا تھا لیکن یہاں تو ان لوگوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا.

آج اس کا ٹائم بھی پہلے سے تین سیکنڈ بہتر تھا.

کوچ اور باقی تمام لڑکیاں بھی اسے مبارکباد دینے لگیں جس پہ اس کا پہلے سے سرخ چہرہ مزید سرخ ہونے لگا.

سب جانے لگے تو وہ کچھ دیر سانس لینے کے لئے وہیں بیٹھ گئی اور پھر لاکر روم کی طرف بڑھ گئی.

اس کے علاوہ دو لڑکیاں ابھی وہیں تھیں وہ ان سے باتیں کرتی اپنا لاکر کھولنے لگی.

لیکن اس کے بڑھتے ہوئے ہاتھ ایک دم کانپنے لگے .

وہاں ایک مرجھایا ہوا پھول اور تہہ شدہ کاغذ موجود تھا.

اب اسے وحشت سی ہونے لگی تھی .

وہ اس کاغذ کو کانپتے ہاتھوں سے کھولنے لگی.

کوئی دروازہ مجھے تم تک پہنچنے سے نہیں روک سکتا۔۔۔۔ھدیل۔۔۔۔

اس کے ہاتھ بری طرح کانپنے لگے .

کوئی اتنی آسانی سے اس کی چیزوں تک پہنچ سکتا تھا اور اپنا نام اس پہ لکھا دیکھ اس کی حالت غیر ہونے لگی.

ھدیل نے مرجھایا ہوا گلاب اور وہ تہہ شدہ کاغذ دونوں کو اپنے ہاتھ میں لیا اور وہاں سے نکلتے ہوئے ڈسٹ بن میں پھینک گئی.

باقی کا سارا وقت اس نے ویٹنگ ایریا میں گزارا تھا .

اس کے والد نے بھی اس کی خاموشی محسوس کی لیکن کالج کی پریشانی سمجھ کر کچھ نہیں کہا.

وہ انہیں الوداع کہ کر گاڑی سے اترنے لگی تھی جب وہ اسے متوجہ کرنے لگے.

ھدیل۔۔۔ تمہاری ماما تمہاری آنٹی کی طرف گئی ہیں۔۔۔ شام تک آجائیں گی تب تک تمام دروازے اچھے سے لاک کر لینا.

جی بابا میں خیال رکھوں گی.

وہ مسکراتے ہوئے انہیں فکر نا کرنے کا کہنے لگی.

گھر میں داخل ہوتے ہی اس نے بیگ صوفے پہ پھینکا اور کچن میں چلی گئی.

اس کی پسندیدہ ڈش بریانی دیکھ کر تو وہ اپنی ساری پریشانی بھول گئی.

وہ پہلے وہیں کھڑی کچھ نوالے لینے لگی اور پھر واپس ٹی۔وی لاؤنج میں آ گئی.

پلیٹ کے گرنے سے ایک زور دار آواز پیدا ہوئی تھی .

پہلے کچھ لمحے وہ وہیں منجمد رہ گئی تھی اور اپنی آنکھوں پہ یقین نا کر پائی.

اس نے جو بیگ صوفہ پر پھینک دیا تھا وہ اب سلیقہ سے سامنے میز پہ پڑا تھا اور اس کے ساتھ وہی گلاب اور کاغذ موجود تھا جو وہ کالج ڈسٹبن کی نظر کر آئی تھی.

دماغ جیسے مفلوج ہو گیا ہو اور جسم نے بھی ساتھ دینا چھوڑ دیا تھا.

وہ ٹھنڈے پسینے آتے محسوس کر رہی تھی آنکھوں سے نکلتے آنسو کارپٹ میں جذب ہو جاتے.

کوئی اس کے گھر میں داخل ہوا تھا۔۔۔جب وہ کچن میں تھی .

لیکن کیا وہ ابھی بھی اس کے ساتھ موجود تھا.

وہ بری طرح خوفزدہ تھی بھاگتی ہوئی مین گیٹ کی طرف گئی وہ لاک نہیں تھا .

جبکہ اسے اچھے سے یاد تھا کہ اس نے گیٹ لاک کیا تھا.

کانپتے ہاتھوں سے اس نے گیٹ کھولا اور باہر نکل گئی .

خالی سڑک پہ ادھر ادھر دیکھنے لگی پھر گیٹ لاک کرنے لگی.

گھبراہٹ کی وجہ سے دوبار اس کے ہاتھوں سے چابیاں چھوٹ کر گر گئی .

اس نے ایک گہرہ سانس بھرا اور پھر پوری تیزی سے ادھر ادھر دیکھے بغیر وہاں سے بھاگ گئی.

آنسوؤں کی وجہ سے وہ ٹھیک سے دیکھ بھی نہیں پا رہی تھی. اسے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے ابھی کوئی اس کے راستہ میں آئے گا اور روک لے گا.

وہ ایک رنر تھی مضبوط ٹانگوں کی ثامل اور خوف سے تو اس کی رفتار مزید تیز ہو گئی تھی.

جب وہ دو گلیوں تک بھاگ کر نمرہ کے گھر کے سامنے پہنچی تب ہی اس نے سکھ کا سانس لیا تھا.

------

وہ ادھر ادھر دیکھتی زور زور سے ان کا گیٹ پیٹنے لگی.

آنکھوں سے آنسو رواں تھے جس کے سبب سب کچھ دھندھلا گیا تھا اور اسے خوف تھا کہ کوئی اسے یہاں سے کھینچ لیجائے گا.

دروازہ کھولو۔۔۔

اس نے اب چلانا بھی شروع کر دیا تھا .

نمرہ کی والدہ نے جلدی سے دروازہ کھولا. اور اس کی حالت دیکھ کر پریشان ہو گئیں.

ھدیل دروازہ کھلتے ہی ان کے گھر میں داخل ہو گئی .

ھدیل۔۔۔بچے کیا ہوا ہے۔۔۔

وہ اس کا چہری دونوں ہاتھوں میں لئے پوچھنے لگیں لیکن وہ بری طرح رونے لگی تھی اور کوئی جواب نا دے پائی.

انہوں نے دروازہ پھر سے بند کیا اور اسے دونوں کندھوں سے تھامے اندر لیجانے لگیں.

نمرہ۔۔۔ نمرہ جلدی پانی لے کر آؤ۔۔۔

وہ اپنی بیٹی کو آوازیں لگاتیں ھدیل کو صوفے پہ بٹھانے لگیں.

ھدیل بچہ بولو تو کیا ہوا ہے۔۔۔ لسی نے کچھ کہا ہے کیا۔۔۔

بھاگتے ہوئے اس کے چہرے پہ کچھ شاخیں نشان چھوڑ گئی تھیں جسے وہ اپنے خوف کی وجہ سے ابھی تک محسوس نہیں کر پائی تھی.

انہیں جدیل کے اس طرح رونے پہ طرح طرح کے وہم ستانے لگے تھے.

کیا ہوا کسی نے کچھ کہا ہے کیا۔۔۔
ھدیل اب انکار میں سر ہلانے لگی.

نمرہ اس کے لئے پانی لے آئی تو ھدیل نے گلاس دونوں ہاتھوں سے تھام لیا اور کچھ گھونٹ لینے لگی.

کانپنے کی وجہ سے پانی گلاس سے اچھل کر باہر نکل رہا تھا تو نمرہ نے گلاس واپس پکڑ لیا.

اب بتاؤ تم کہاں سے بھاگتی آئی ہو۔۔۔ اور تمہاری امی کہاں ہیں۔۔۔

وہ۔۔۔وہ آنٹی کے پاس۔۔۔

ہچکیاں بھرتے ہوئے وہ مشکل سے بولی تھی .

اچھاتم کیوں اس طرح سے رو رہی ہو میری جان۔۔۔۔

نمرہ بھی پریشانی سے اپنی دوست کو دیکھ رہی تھی. اس کا چھوٹا بھائی جو کہ پانچویں جماعت کا طالبعلم تھاوہ بھی ان کی آواز سن کر وہاں آگیا تھا.

ھدیل سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ انہیں کیا بتائے.

مم۔۔۔میں ڈر گئی تھی. مجھے لگا وہاں کوئی ہے۔۔۔۔

وہ اتنا بتا کر پھر سے رونے لگی تو انہوں نے اڈے گلے لگا لیا.

کوئی بات نہیں میری بچی اس میں اتنا رونے کی کیا بات ہے۔۔۔

تم یہ بتاؤ کچھ کھایا تم نے۔۔۔

نہیں۔۔۔۔

وہ اب خود کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگی تھی.

اچھا جاؤ۔۔۔ نمرہ کے ساتھ کمرے میں جاؤ میں ابھی گرما گرم کچھ کھانے کو لاتی ہوں۔۔۔۔

وہ اس کے جواب سے مطمئن تو نہیں ہوئی ے ھیں لیکن اس وقت اسے مزید تنگ نا کرنا ہی مناسب جانا.

چلو ہم چل کر ویڈیو گیم کھیلتے ہیں۔۔۔۔

نمرہ اسے صوفے سے کھڑی کرتی اپنے کمرے میں لے گئ.

اسے بند کر دو پلیز۔۔۔۔

کیا۔۔۔۔کسے بند کر دوں۔۔۔۔

نمرہ کے کمرے میں ٹیریس کا دروازہ کھلا دیکھ کر وہ اس کے کمرے کی دہلیز پر ہی جم گئ تھی.

ٹیریس کا دروازی پلیز اسس بند کر دو۔۔۔۔

اچھا۔۔۔ٹھیک ہے ابھی کر دیتی ہوں۔۔۔۔

وہ اسے چھوڑ کر دروازہ بند کرنے لگی تو ھدیل پردوں کے پیچھے اور بیڈ کے نیچے جھانکنے لگی.

ھدیل کہیں پاگل تو نہیں ہو گئ تم۔۔۔

نمرہ۔۔۔وہ۔۔۔۔

وہ کچھ بتاتی اس سے پہلے اس کی والدہ ٹرے اور موبائل پکڑے وہاں آ گئیں.

ھدیل یہ آپ کی ماما کی کال ہے۔بات کر وان سے۔۔۔۔

ہیلو ماما۔۔۔۔

وہ اب نمرہ اور اس کی ماما کے درمیان خود کو کافی محفوظ محسوس کر رہی تھی اور خوف کا اثر بھی زائل ہونے لگا تھا.

کیا ہوا۔۔۔۔ انہوں نے مجھے بتایا تم بہت سہمہ ڈی ان کے گھر آئی۔۔۔ سب کچھ ٹھیک تو ہے نا۔۔۔

جی ماما سب ٹھیک ہے۔۔۔ وہ میں گھر میں اکیلی تھی تو ڈر گئی۔۔۔۔

چار آنکھیں اسے غور سے دیکھ رہی تھیں اور وہ کسی کو مزید پریشان نہی کرنا چاہتی تھی.

اور آخر بتاتی بھی تو کیا بتاتی کیسے سمجھاتی. اس نے کسی کو دیکھا بھی تو نہیں تھا کس پہ الزام لگاتی.

اچھا تم گھبراؤ نہیں میں ابھی نکل رہی ہوں۔۔۔۔

نہیں ماما آپ آرام سے آئیں میں اب ٹھیج ہوں اور نمرہ کی طرف ہوں۔۔۔ آپ کو پریشان کرنے کے لئے سوری۔۔۔

اچھا میں پھر بھی جلدی آجاؤں گی تمہارے بابا کے ساتھ اور پھر تمہیں بھی لیتی جاؤں گی.

اپنے ہی گھر واپس جانے کے نام سے اس کے رونگٹھے کھڑے ہو گئے لیکن واپس بھی تو جانا ہی تھا.

الوداع کہتی اس نے موبائل واپس کر دیا اور وہ اسے کھانا ختم کرنے کی تنبیہہ کرتیں چلی گئیں.

نمرہ بھی اس کے پاس بیٹھ گئی تو وہ گہرہ سانس لیتی اس بارے میں سوچنے لگی.

پہلے تو وہ سمجھی تھی کہ یہ کوئی مذاق ہے یا غلطی سے کوئی اس کے لاکر میں یہ سب کر رہا ہے .
لیکن اب ایسی کوئی غلط فہمی نہیں رہی تھی .

وہ سب اسی کے لئے تھا اور مذاق میں کوئی اس حد تک نہیں جاتا.

وہ جو کوئی بھی تھا اس نے یہ واضح کیا تھا کہ وہ کتنی آسانی سے اس تک پہنچ سکتا ہے .
ایک بار وہ پھر سے کانپ اٹھی تھی.

لیکن وہ شخص کون ہو سکتا ہے۔۔۔ یہ سب کالج میں ہی تو شروع ہوا تھا.

لیکن وہاں کون کر سکتا ہے ایسا۔۔۔
اس کے دماغ میں دو سرد آنکھیں گھوم گئی تھیں۔۔۔

نہیں تبریز ایسا کیوں کرے گا وہ تو اسے خود سے دور رکھنے کی کوشش کرتا ہے.

وہ جتنا سوچتی اس کا دماغ اتنا پھٹتا جاتا.

اسے اپنے والدین کا انتظار تھا تا کہ وہ انہیں شروعات سے سب بتا سکے.

------

نمرہ اور اس کا چھوٹا بھائی آخر اپنے مقصد میں کامیاب ہو ہی گئے.

وہ باقی کا جتنا وقت وہاں رہی ان دونوں نے اسے ان سوچوں سے دور رکھا اور اب اس کے بابا واپسی پہ اپنی بیگم کے ساتھ تھے.

کیا ہوا تھا تمہیں ھدیل۔۔۔جب کالج سے آئی تب تو ٹھیک تھی.

اس کے والد پریشانی سے استفسار کر رہے تھے اور ساتھ ہی اپنا چشمہ درست کرنے لگے.

وہ بابا میں اکیلی تھی تو ڈر گئی۔۔۔

ھدیل شرمندگی سے بتانے لگی تو اس کی والدہ نے اسے گلے لگا لیا اور پیشانی کا بوسہ لینے لگیں.

کوئی بات نہیں اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے۔۔۔

وہ اس وقت صرف اپنا ہونٹ چبا کر رہ گئی اور پھر وہ تینوں ان سے اجازت لیتے اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے.

ھدیل کا ارادہ انہیں وہ کاغذ دکھا کر سب بتا دینے کا تھا .

اس کی پڑھائی پہ اثر ضرور پڑتا لیکن وہ اتنی بڑی بات چھپانے والی نہیں تھی.

لیکن خوف کا دوسرا بڑا دھچکا اسے تب لگا جب ٹیبل پہ کوئی کاغذ اور پھول نہیں تھا .

حتیٰ کہ اس کا بیگ بھی ٹیبل پہ نہی بلکہ صوفے پہ الٹا پڑا تھا جیسے کہ کسے نے کبھی اسے چھوا ہی نا ہو .

وہ پریشانی سے اس کی طرف بڑھی اور بیگ سیدھا کر کے دیکھنے لگی.

جب وہاں کچھ نا ملا تو جھک کر صوفے اور ٹیبل کے نیچے دیکھنے لگی.

کیا ہو گیا ہے آج تمہیں ھدیل کیا دیکھ رہی ہو۔۔۔۔

ماماوہ۔۔۔۔وہ یہاں۔۔۔۔

یہاں کیا۔۔۔۔

انہوں نے پریشانی سے پوچھا اس کے والد بھی اسے پریشانی سے دیکھ رہے تھے.

نہیں کچھ نہیں۔۔۔۔میرا پن رکھا تھا یہاں وہ ڈھونڈ رہی ہوں۔۔۔۔

اس کی بات پہ وہ سر جھٹکتیں گری ہوئی بریانی اور ٹوٹی ہوئی پلیٹ سنبھالنے لگیں.

نہیں وہ یہیں ہی تو تھا وہ کاغذ اور میرا بیگ بھی تو ٹیبل پہ تھا تو وہ کہاں گیا۔۔۔۔

وہ اپنے کمرے میں جاتی ایک دم پلٹی اور دوبارہ ہال کو دیکھنے لگی.

کیا وہ پاگل ہو رہی ہے۔۔۔۔کیا یہ سب صرف وہم تھا۔۔۔۔

نہیں۔۔۔۔وہ چیزیں واقعی یہاں تھیں تو پھر اب کیاں گئیں۔۔۔

اس کے بدن می خوف ایک بار پھر کنڈلی مار کر بیٹھ گیا تھا.

وہ انہیں واپس لے گیا۔۔۔۔وہ یہیں تھا جب وہ بھاگی.

اگر وہ یہاں سے نہیں جاتی تو کیا ہوتا۔۔۔۔

یہ سوچ کر اس نے پھر سے کانپنا شروع کر دیا.

------

اگلے روز خوف کی شدت سے اسے بری طرح بخار ہو چکا تھا.

جس وجہ سے دو دن تک اسے کالج سے چھٹی کرنی پڑی.

تیسرے روز اس کے بخار میں خاطر خواہ کمی واقع ہوئی تو وہ کالج جانے کے لئے تیار ہو گئی.

لیکن قسمت سے نمرہ نے اس دن چھٹی کا پروگرام بنالیا تھا.

وہ کالج پہنچی تو ہر کوئی کلاس میں جا رہا تھا.

ھدیل غور سے سب کو دیکھنے لگی اسے معلوم کرنا تھا کہ وہ کون ہے جو اسے تنگ کر رہا ہے.

یہی سب سوچتے ہوئے اس کے دو لیکچر گزر گئے اور وہ سائیکالوجی کی کلاس میں داخل ہونے لگی.

شاید وہ جلدی آگئی تھی کیونکہ ابھی تبریز اور ان کی ٹیچر کے علاوہ وہاں کوئی موجود نا تھا.

ھدیل۔۔۔۔ کیسی ہو اب آپ۔۔۔۔

وہ اپنی ٹیچر کے یوں استفسار کرنے پہ ایک دم چونکی. یقینا نمرہ نے انہیں آگاہ کیا ہو گا.

میم میں ٹھیک ہوں۔۔۔

وہ اپنے بیگ کو رکھتی انہی بتانے لگی.

آج ہمارا پریکٹکل ورک تھا لیکن تم تو پچھلے دو دن سے نہیں آئی.

ج۔۔۔جی۔۔۔

ہم۔۔۔ایسا کرو تبریز کے ساتھ مل کر پریکٹکل ورک کر لو۔۔۔وہ تمہیں سمجھا بھی دے گا.

ھدیل نے ایک دم پلٹ کر اس کی طرف دیکھا جس کی پوری توجہ کلاس ٹیچر پہ تھی.

تبریز آپ کو کوئی مسئلہ تو نہیں.

نہیں۔۔۔۔

وہ مختصر سا جواب دیتا اٹھ کھڑا ہوا. اور ھدیل کو ساتھ چلنے کا اشارہ کرنے لگا.

ھدیل ان دونوں کو دیکھتی تبریز کے پیچھے چل دی.

ابھی وہ اس کے ساتھ کلاس سے نکلی ہی ے ھی جب باقی کے سٹوڈنٹس بھی آنے لگے.

اور ان کی ٹیچر انہیں بھی جوڑیوں میں تقسیم کرنے لگیں.

۔۔۔۔۔۔۔

وہ اسے پچھلے دو لیکچر سمجھا رہا تھا جبکہ ھدیل کے دماغ میں یہی چل رہا تھا کہ تبریز وہ شخص ہو سکتا ہے یا نہیں۔۔۔

مجھے لگتا ہے تمہارا دھیان کہیں اور ہے۔۔۔۔

ہونہہ۔۔۔۔ہاں وہ بس۔۔۔۔

لگتا ہے تمہیں ابھی بھی بخار ہے۔۔۔۔

تبریز اپنے ہاتھ کی پشت سے اس کی پیشانی چھوتے ہوئے کہنے لگا.

اس کے ایسا کرنے سے وہ ایک جھٹکے سے دور ہوئی۔

شاید مجھے ایسا نہی کرنا چاہئیے تھا.

وہ اپنا ہاتھ واپس کھینچتے ہوئے کہنے لگا. تو ھدیل نظری جھکا گئی.

کیا تمہیں کبھی کسی چیز سے خوف محسوس ہوا ہے۔۔۔۔۔

خوف۔۔۔۔ہاں ایک بار۔۔۔۔۔

تو تم نے اس کیفیت کو ختم کرنے کے لئے کیا کیا۔۔۔۔

میں نے اسے اپنے تابع کر لیا۔۔۔

ھدیل اس کے جواب پہ پریشان ہو گئی .

تابع۔۔۔۔وہ کیسے۔۔۔۔

تمہاری اگلی کلاس شروع ہونے والی ہے۔۔۔۔ تمہی جانا چاہیئے۔۔۔

وہ اسے جواب دیئے بنا کھڑا ہو گیا اور مخاف سمت چل دیا.

شاید میں غلط سوچ رہی ہوں تبریز میرے ساتھ ایسا کیوں کرے گا.

وہ بھی یہ سوچتی ہوئی اپنا سامان سمیٹنے لگی.

۔۔۔۔۔۔۔۔۔

نمرہ تم کل کیوں نہیں آئی۔۔۔

توجو تم دو دن نہیں آئی وہ۔۔۔۔

میں بیمار تھی۔۔۔۔

پا تو نا ہوتی بیمار۔۔۔۔

وہ روٹھتے ہوئے بولی.

میں جان بوجھ کر تو نہیں ہوئی۔۔۔۔

ان کی تو تو میں میں میں کب کالج آ گیا پتا بھی نا لگا. اور وہ گاڑی سے اترتی گیٹ سے داخل ہونے لگیں.

دوسرے لیکچر تک مسلسل کوشش کے بعد آخر وہ نمرہ کو منانے میں کامیاب ہو ہی گئی.

شاباش۔۔۔۔ کل آپ کا جو پارٹنر تھا آپ لوگ باقی کا کام بھی اسی کے ساتھ کریں گے۔۔۔۔

پارٹنر۔۔۔۔

نمرہ پیشانی پہ بل ڈالتے پوچھنے لگی .

جی پارٹنر۔۔۔ جو کہ تم نہیں ہو کیوں کہ تم کل نہیں آئی تھی.

بکواس بند کرو یہ بتاؤ تمہاری پارٹنر کون ہے۔۔۔۔

اگر تمہاری باتیں ہو گئی ہوں تو کچھ کام کر لیں۔۔۔۔

تبریز اس کے سر پہ کھڑا بیزار سا پوچھنے لگا.

یہ ہے تمہارا پارٹنر۔۔۔۔

نمرہ دبی دبی آواز میں چیخی تو وہ کندھے اچکا کر رہ گئی.

ہاں میں آ رہی ہوں۔۔۔۔

ان کے علاوہ کئی سٹوڈ نٹس کلاس سے باہر اپنی اپنی جگہ سنبھال چکے تھے تو کئی وہی کام کر رہے تھے.

ھدیل اپنا بیگ پکڑ کر کھڑی ہونے لگی تو نمرہ کن اکھیوں سے اسے گھورنے لگی .

جیسے نظروں ہی نظروں میں اسے محتاط رہنے کا کہ رہی ہو.

۔۔۔۔۔

اگر تمہیں کل سمجھ آ گئی ہو تو آج پریکٹکل ورک کر لو می تمہاری مدد کر دوں گا.

وہ درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھتا کہنے لگا.

میں نے کل کچھ پوچھا تھا لیکن تم نے جواب نہیں دیا۔۔۔۔

تم نے خوف کو اپنے تابع کیسے کیا.

خوف۔۔۔۔ کیا تم خوفزدہ ہو مائی ڈیئر۔۔۔۔

وہ اسے اپنی سرد نظروں سے دیکھتا اس پہ جھکنے لگا تو وہ سرک کر اس سے دور ہو گئی.

میں صرف تمہیں جاننا چاہتی ہوں۔۔۔۔

اصل میں وہ یہ جاننا چاہتی تھی کہ تبریز ہی وہ شخص ہے یا نہیں.

میں نے تمہیں پہلے بھی کہا تھا تجسس ایک خطرناک چیز ہے. کہیں اس تجسس کے مارے تم کسی خطرناک ثادثے کا شکار نا ہو جاؤ۔۔۔۔

اس کی آواز سخت ہونے لگی تھی اور ھدیل کو اس سے گھبراہٹ محسوس ہونے لگی.

خطرناک۔۔۔۔ تمہیں جاننا کتنا خطرناک ہو سکتا ہے آخر۔۔۔۔

وہ ہلکا سا قہقہہ لگاتی پوچھنے لگی تا کہ فضا میں در آئے اس بوجھل پن کو کم کر سکے.

تبریز نے ایک دم اس کی کلائی کو جکڑ لیا اور ھدیل کے لبوں سے چیخ نکل گئی.

اس کی پکڑ میں اتنی شدت تھی کہ ھدیل کو بے حد تکلیف ہونے لگی. وہ اب اس سے ڈرنے لگی تھی.

تبریز۔۔۔ چھوڑو مجھے۔۔۔۔ آہ۔۔۔۔ تم مجھے تکلیف پہنچا رہے ہو۔۔۔۔

وہ اپنی بازو آزاد کروانے کی کوشش کرنے لگی تو تبریز نے اسے جھٹکے سے کھینچا جس سے وہ اس پہ گر گئی.

وہ اس کے ہرے پہ امڈ آئے ڈر سے محظوظ ہونے لگا اور دہشتناک آواز میں پوچھنے لگا.

بتاؤ ھدیل کیا تم خوف محسوس کر رہی ہو۔۔۔ کیا میں تمہیں خوفزدہ کر رہا ہوں۔۔۔ کیونکہ مجھے جاننے کے لئے تمہیں یہ کھیل کھیلنا ہو گا۔۔۔ اور مائی ڈیئر۔۔۔ تم اپنی بساط سے بہت زیادہ قربان کرنے کے لئے تیار رہو۔۔۔

اپنی بات مکمل کر کے اس نے ھدیل کو ایک جھٹکے سے آزاد کیا.

وہ نم آنکھوں اور دھڑکتے دل لئے اسے دیکھ رہی تھی.

ہاں ھدیل اعظم کو اس سے واقعی خوف محسوس ہوا تھا جو اس کے اندر سرایت کرتا چلا گیا.

اس کے ہونٹ کپکپا رہے تھے.

اچانک کسی آواز نے ان دونوں کا دھیان اپنی طرف کھینچا تھا.

شاید کوئی جانور تھا جو کہ درخت سے نیچے گرا تھا.

تبریز اپنی جگہ سے اٹھتا پودوں کی طرف چل دیا تو ھدیل بھی نا چاہتے ہوئے اس سے کچھ فاصلہ پہ کھڑی ہو گئی.

وہ اس آواز کی وجہ جاننا چاہتی تھی. اس نے اپنا ہاتھ دیکھا تو اس کی بازو پہ تبریز کا پنجہ اپنی چھاپ چھوڑ چکا تھا اور اس کی جلد بری طرح جل رہی تھی.

تبریز اس جانور کو گود میں اٹھا کر پلٹا تھا.

وہ وہی بلی کو بچہ تھا جس نے اس پی حملہ کیا تھا اور اب وہ بری طرح کراہ رہا تھا.

اس کی ایک ٹانگ ٹوٹی ہوئی معلوم ہوتی تھی اور پیٹ سے پچھلی ٹانگ تک کسی ٹہنی کے لگنے سے کافی گہرہ زخم بھی موجود تھا.

اوہ نو۔۔۔ یہ تو بہت زخمی ہے۔۔۔

خون سے تبریز کی شرٹ بھی سخ ہونے لگی تھی. شاید وہ شکار کرتے ہوئے زخمی ہوا تھا.

ھدیل کچھ لمحے پہلے کی بات بھلا کر اس کے قریب گئی لیکن جیسے ہی ھدیل نے اس جانور کو چھوا وہ تکلیف سے مشید چیخنے لگا.

اس کے درد سے ھدیل کی آنکھوں میں آنسو آنے لگے تھے.

ک۔۔ کیا تم اسے ٹھیک نہیں کر سکتے۔۔۔ پلیز اس کی مدد کرو۔۔۔

وہ کتنی امیدیں آنکھوں میں سجائے اسے دیکھنے لگی.

تم سے اگر اس کی تکلیف برداشت نہیں ہو رہی تو چلی جاؤ۔۔۔

وہ اپنے ازلی رویہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولا.

نہیں۔۔۔ پلیز کچھ تو کرو۔۔ ہمیں اس کی پٹی کرنی چاہئے۔۔۔

وہ اس کا رویہ نظر انداز کرتی خود ہی سوچ کر اپنے بیگ کی طرف پلٹی.

اس کا ارادہ اپنے رومال سے اس جانور کی پٹی کرنے کا تھا.

ابھی وہ پلٹی ہی تھی جب وہ جانور ایک دم بلبلا اٹھا اور پھر مکمل خاموشی چھا گئی.

وہ واپس تبریز کی طرف پلٹی .

تبریز نے ایک جھٹکے سے اس کی گردن مروڑ کر اسے مار دیا تھا. اور اب وہ اس کی ایک ہاتھ میں الٹا لٹک رہا تھا.

ھدیل کو تو یقین نہیں آ رہا تھا۔ کوئی اتنا ظالم کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔

یہ تم نے کیا کیا۔۔۔۔
وہ ایک دم چیخ اٹھی۔۔۔۔

تم ہی نے اس کی مدد کرنے کا کہا تھا۔

وہ اڈے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے وہ کوئی دلچسپ چیز ہو۔۔۔۔

مدد کا کہا تھا مارنے کا نہیں۔۔۔۔

ہم اس سے زیادہ اس کی مدد نہیں کر سکتے تھے. تکلیف میں تڑپتا چھوڑنے سے بہتر تھا کہ اسے ختم کر دیا جائے.

وہ اب اس مردو جانور کو واپس پھینکتا ہوا کہنے لگا تو ھدیل منہ کھولے اسے دیکھتا رہ گئی.

ت۔۔۔ تم بہت وحشی ہو۔۔۔۔

ھدیل چیختی رہی جبکہ وہ اس کی پرواہ کئے بغیر وہاں سے چل دیا.

اب تو اسے تبریز پر مزید شک ہونے لگا تھا .

-----

وہ پینسل منہ میں لئے اڈے چبا رہی تھی.

اس کی سوچ مسلسل تبریز اور اس کی ثرکات کے گرد گردش کر رہی تھی.

بازو پہ موجود اس کی انگلیوں کا نشان ھدیل نے کپڑوں سے ڈھک لیا تھا.

وہ واقعی عجیب تھا اور شاید خطرناک بھی .

اگر وہ اسے تنگ کر رہا تھا تو کیوں۔۔۔

وہ تو اسے جانتی بھی نہیں تھی پھر وہ اس کے نشانے پہ کیوں تھی.

اسے معلومات چاہئے تھیں. شکر تھا کہ تبریز نہی جانتا کہ میں اس پہ شک کرنے لگی ہوں۔۔۔

ورنہ نجانے میرے ساتھ کیا سلوک کرتا .

یہ سوچ ہی اسے خوفزدہ کر دیتی تھی.

ھدیل۔۔۔۔واپس آجاؤ اس دنیا میں۔۔۔۔

نمرہ نے اسے تیسری بار متوجہ کیا تھا.

نمرہ۔۔۔۔ تمہیں کیوں لگتا ہے کہ تبریز اچھا شخص نہیں ہے۔۔,۔۔

کیا۔۔۔۔ تم تب سے یہ سوچ رہی ہو۔۔۔۔

بتاؤ نا۔۔۔۔

یار تم نے نوٹ نہیں کیا کہ وہ کس طرح سے دیکھتا ہے۔۔۔۔ خاص طور پہ تمہیں۔۔۔

م۔۔۔۔مجھے۔۔۔۔مجھے کیا۔۔۔۔
وہ پیشانی پہ بل ڈالے دیکھنے لگی.

پتا نہیں۔۔۔۔ پر مجھے تو ایسا ہی لگتا ہے جیسے وہ ہر چیز ہو بیزار بیزار سا رہتا ہے۔۔۔۔ لیکن تمہیں وہ ایسے دیکھتا ہے جیسے کوئی شکاری اپنے شکار کو دیکھتا ہو۔۔۔

اس کی بات پہ ھدیل پریشان دکھائی دینے لگی تو نمرہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا.

اسی لئے کہتی ہوں اس سے دور رہو ھدیل. نجانے میرا دل اس شخص کو دیکھتے ہی ڈوبنے سا کیوں لگتا ہے.

وہ اسے سلسمجھانے کے انداز میں کہنے لگی تو ھدیل سر اثبات میں ہلا گئی.

-----

تم کب آئے-----

وہ ابھی گھر میں داخل ہی ہوا تھا جب صوفے پہ بیٹھے شخص کو دیکھ کر تبریز کے چہرے پہ مسکراہٹ پھیل گئی.

ابھی کچھ دیر پہلے----

آپ سنائیں کیسے ہیں----

میں ٹھیک ہوں---اور تم مجھے بتا ہی دیتے تو پک کر لیتا.

ارے نہیں بھائی---اب میں اتنا چھوٹا بچہ بھی نہیں ہوں---

وہ بھی مسکراتے ہوئے کہنے لگا.

کیا تم اکیلے آئے ہو---تمہاری والدہ کہاں ہیں---

آپ کا مطلب ہماری والدہ----وہ اپنے نئے شوہر کے ساتھ مصروف ہیں---

تمہیں مزید اس کے ساتھ رہنے کی ضرورت نہیں---یہاں آجاؤ----

ایک دن ضرور آؤں گا لیکن ابھی نہیں---کچھ سالوں تک----

آپ بتائیں آپ کا پروجیکٹ کیسا چل رہا ہے۔۔۔

وہ شامی کا ایک ٹکڑا منہ میں ڈالتا پوچھنے لگا. جو کچھ دیر پہلے ملازمہ اس کے سامنے رکھ کر گئی تھی.

ہاں۔۔۔ پراجیکٹ پہ کام چل رہا ہے۔۔۔

تبریز لاپرواہی سے کہنے لگا.

ویسے کیا ٹاپک ہے آپ کے پراجیکٹ کا۔۔۔

اپنے بھائی کے سوال پہ وہ پراسرار سا مسکرا دیا.

خوف.

---------

ھدیل۔۔۔ رکیں مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔۔۔

وہ دونوں کینٹین سے واپس جا رہی تھیں جب کسی کی آواز پہ رکیں.

ان کی کلاس کا ایک لڑکا ان کی طرف بڑھ رہا تھا اور اس کا باقی گروپ کچھ فاصلہ پہ بیٹھا تھا.

نمرہ نظروں ہی نظروں میں اس سے سوال کرنے لگی تو وہ کندھے اچکا گئی .

کیسی ہیں آپ ھدیل۔۔۔

امم۔۔۔ میں۔۔۔

وہ سمجھ نہیں پارہی ے ھی کہ کیا کہے جب نمرہ بول اٹھی.

کیوں تمہیں اس سے کیا۔۔۔

وہ اصل میں مجھے آپ سے اکیلے میں کچھ بات کرنی ہے۔۔۔۔

ہیں۔۔۔اکیلے میں۔۔۔مجھے کوئی بات نہیں کرنی.

وہ انکار کرتی پلٹ گئی لیکن وہ لڑکا اس کے راستہ میں آ کھڑا ہوا.

اس کے ہاتھ میں ایک سرخ گلاب تھا جسے دیکھ کر ھدیل ایک دم خوفزدہ ہو گئی.

اس نے بے یقینی سے اس لڑکے کو دیکھا.

کیا یہی وہ شخص تھا جو اسے اتنا تنگ کر رہا تھا.

ھدیل میں آپ کو بہت پسند کرتا۔۔۔

ابھی اس کی بات منہ میں ہی تھی جب ایک زوردار تھپڑ اسے رسید کیا گیا.

خبردار جو آئندہ تم نے کبھی مجھے تنگ کیا تو پرنسپل کو شکایت کر دوں گی.

اس کی آنکھوں میں نمی در آئی تھی اور وہ اتنی زور سے چلائی کہ سب اس تماشہ کو دیکھنے لگے.

ھدیل چلو یہاں سے۔۔۔

وہ ابھی مزید کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن نمرہ اسے کھینچنے لگی.

کتنا خوفزدہ رہی تھی وہ اس کی حرکات سے. اتنے دنوں سے ٹھیک سو بھی نہیں پا رہی تھی.

کیوں کھینچا مجھے نمرہ۔۔۔۔اسے تو میں سبق سکھا دیتی۔۔۔۔

دل تو میرا ابھی تھا پر سب دیکھ رہے تھے یار۔۔۔۔

تم کب سے پرواہ کرنے لگی۔۔۔۔

وہ پیشانی پہ بل ڈالے پوچھنے لگی تو نمرہ ہنس دی.

جب سے تم لاپرواہ ہو گئی۔۔۔۔۔ویسے یار کیا رکھ کے دیا میں تو فین ہو گئی تمہاری۔۔۔۔

اس کے انداز پر وہ بھی کھکھلا کے ہنس دی.

--------

اگلے چند روز بغیر کسی حادثے کے گزر گئے تو وہ بھی بہتر محسوس کرنے لگی.

ھدیل ابھی بھی خود پہ کسی کی نظریں محسوس کرتی تھی لیکن انہیں نظر انداز کرنے کا سوا اور کوئی چارہ بھی نا تھا.

اس کے ساتھ ہونے والے ان غیر معمولی واقعات کو بھلا کو وہ پھر سے اپنی پڑھائی اور ٹرینگ پہ توجہ دینے لگی تھی.

ھدیل۔۔۔۔آپ نے اس ٹیسٹ میں اے گریڈ حاصل کیا ہے۔۔۔۔

ان کا ٹیسٹ سیشن چل رہا تھا اور کچھ ٹیچرز نے انہیں اب ٹیسٹ رزلٹ بھی بتا دیئے تھے.

نفسیات اور عمرانیات کے ٹیسٹ میں اس نے بہترین نمبر حاصل کئے تھے جس وجہ سے اس کے ساتھ ساتھ اس کی ٹیچرز بھی خاصی خوش تھیں.

وہ ٹیسٹ لیتی واپس اپنی سیٹ کے لئے پلٹنے لگی تو نظر تبریز پہ جا رکی.

وہ اس کی حرکت ابھی تک ناراض تھی اس لئے نظروں کا زاویہ فورا پھیر گئی.

-------

چلو میں جا رہی ہوں۔۔۔ اب تو کل ہی ملاقات ہو گی۔۔۔ اچھے سے ٹریننگ کرنا۔۔۔

نمرہ گیٹ کی طرف بڑھتے ہوئے اونچی اونچی چلا رہی تھی جس پہ ھدیل اسے گھور کر دیکھنے لگی.

اس کے جانے کے بعد وہ اور نوشین رننگ ٹریک کی طرف بڑھنے لگیں.

کل میں تم سے صرف دو سیکنڈ پیچھے رہی آج تو میں وہ فرق بھی مٹا دوں گی.

ھدیل ایک عزم کے ساتھ نوشین کو کہنے لگی اور پھر دونوں مسکرانے لگیں.

مری میں کالجز کا آپس میں کوئی مقابلہ ہونے والا تھا جس وجہ سے کوچ انہیں سخت ٹریننگ کروا رہے تھے.

ھدیل اس مقابلہ میں حصہ لے رہی تھی اور اس کا ارادہ اول آنے کا تھا.

ابھی اس نے ریس ٹریک پہ اپنی جگہ سنبھالی تھی جب اسے شدت سے کچھ گڑبڑ کا احساس ہونے لگا.

نجانے اس کی چھٹی حس کیوں جاگ اٹھی تھی. کسی کی نظروں کو وہ آج پہلے سے زیادہ خود پہ محسوس کر سکتی تھی.

وہ تھوک نگلتے ہوئے اپنا حلق تر کرنے لگی .

گردن گھما کر دیکھا تو اس کے ساتھ ٹریننگ کرنے والی لڑکیوں کے علاوہ اور کوئی نا تھا.

ریڈی۔۔۔

کوچ کی آواز نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا تو وہ سارے خیالات جھٹکتی ٹریک پہ توجہ دینے لگی.

آدھے گھنٹے تک مسلسل دوڑنے سے ان سب کی ثالت غیر ہو چکی تھی.

ہر کوئی کہیں نا کہیں ٹریک پہ گرا گہرے سانس لے رہا تھا.

وہ بھی اپنی الجھی ہوئی سانسیں درست کر کے پانی پینے لگی.

کچھ منٹ آرام کرنے کے بعد کوچ انہیں اگلی دوڑ کے لئے تیار کرنے لگا.

آخر کار وہ نوشین کو ہرانے میں کامیاب رہی تھی اور اس کا نام مقابلہ کے لئے فائنل کر دیا گیا تھا.

کچھ وقت کی ٹریننگ کے بعد سب کوچ سے اجازت طلب کرنے لگیں تو آج کے لئے ٹریننگ ختم کر دی گئی.

نوشین اور ھدیل کافی دیر وہیں بیٹھی رہیں .

اس کے بابا بھی آج دیر سے آنے والے تھے.

چلو ھدیل۔۔۔ میں بھی چلتی ہوں بابا آنے والے ہوں گے۔۔۔

ہاں ٹھیک ہے.

وہ الوداع کرتی چلی گئی تو ھدیل وہیں گھاس پر لیٹ گئی.

پھر کچھ دیر بعد وہ سکون سے چلتی لاکر روم کی طرف بڑھنے لگی.

وہاں ایک اور لڑکی بھی موجود تھی. جو کہ وہاں سے نکل ہی رہی تھی.

ھدیل اس کی طرف مسکراہٹ اچھال کر اپنے لاکر کی طرف بڑھ گئی.

جب سے اس لڑکے کو تھپڑ مارا تھا اس کے لاکر کے ساتھ کوئی شرارت نہیں کی گئی تھی.

وہ سست روی سے کام لے رہی تھی جب اچانک کمرے سے باہر سے ایک زور دار آواز نے اس کا دھیان اپنی طرف کھینچا.

وہ اپنا لاکر کھلا چھوڑ کر اس آواز کی وجہ معلوم کرنے چل دی.

کچرے کا ڈبی گرا ہوا تھا اور کچرہ ہوا کی شدت سے ادھر ادھر پھیل رہا تھا.

شاید کسی بلی نے اسے گرا دیا ہو یا ہوا سے گر گیا ہو.

یہ سوچ کر وہ واپس ہو لی.

لاکر روم میں ابھی کچھ قدم ہی بڑھی تھی جب اسے لگا کہ خوف سے اس کا دل بند ہو جائے گا.

اس کمرہ میں کھلنے والا دوسرا دروازہ کھلا تھا .

اور اس کے لاکر سے کچھ قدم دور ایک شخص ہڈ لئے کھڑا تھا.

ھدیل اپنا جسم کانپتا ہوا محسوس کر رہی تھی.

ہڈ میں ہونے کی وجہ سے وہ اس کا چہرہ بھی دیکھ نا پائی لیک وہ اسی کی سمت رخ کئے کھڑا تھا.

اس کے جسم میں زرا سی بھی حرکت نہیں تھی.

ھدیل کو شدت سے وہاں اپنے اکیلے ہونے کا احساس ستانے لگا.

دل اتنی تیزی سے دھڑک رہا تھا کہ جیسے ابھی سینے سے باہر آجائے گا لیکن اس کے باوجود ہاتھ اور پاؤ وحشت سے ٹھنڈے پڑنے لگے.

اس کے اوسان خطا ہونے لگے .

تت ۔۔۔ت۔ کون ہو۔۔۔

وہ لرزتی ہوئی آواز سے پوچھنے لگی اور ساتھ میں چھوٹے چھوٹے قدم پیچھے کو اٹھانے لگی.

دیکھو۔۔۔پلیز۔۔۔مجھے تنگ مت کرو۔۔۔

وہ کس قدر دہشت زدہ تھی اس کا اندازہ اس کی کانپتے ہوئے جسم اور آواز سے بخوبی لگایا جا سکتا تھا.

تب سے کھڑے اس شخص میں حرکت ہونے لگی تو ھدیل کے ہاتھ پاؤں پھولنے لگے.

اس شخص نے اپنا ایک ہاتھ اس کی طرف کیا جس میں وہ گلاب کا خوبصورت پھول تھامے تھا.

نہیں چاہئے مجھے تم سے کچھ بھی۔۔۔۔چلے جاؤ پلیز۔۔۔

وہ ٹوٹے ہوئے لہجے سے کہنے لگی .

خوف کی وجہ سے آنکھوں میں آنسو اترنے لگے.

ھدیل کے جواب پہ اس نے گلاب کا پھول ہاتھ سے چھوڑ دیا تو وہ اپنا سانس رکتا ہوا محسوس کرنے لگی.

ادھر گلاب کے پھول نے سیمنٹ اور ریتا کے فرش کو چھوا تھا اور ادھر وہ شخص ایک دم ھدیل کی طرف بھاگا.

گلاب کا پھول اس کی پاؤں کے نیچے آتا کچلا گیا تھا.

اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں لیکن پھر دماغ نے جان بچانے کے لئے اسے اکسایا اور وہ پلٹ کر دوسری طرف بھاگنے لگی.

ھدیل پیچھے یا ادھر ادھر دیکھنے کی جگہ پاگلوں کی طرح سامنے کی طرف بھاگ رہی تھی.

اس کے منہ سے چیخیں نکل رہی تھیں جسے وہ خود بھی نہیں جانتی تھی.

اس وقت ھدیل کو بس اتنا معلوم تھا کہ اگر وہ شخص اس تک پہنچ گیا تو نجانے اس کا کیا بنے گا.

وہ دھندھلائی نظر سے بس پاگلوں کی طرح بھاگتی جارہی تھی جب کسی سے بری طرح ٹکرا گئی.

ارے۔۔۔بیٹا کیا ہوا تمہیں۔۔۔

نہیں چھوڑو مجھے۔۔۔ چھوڑ دو مجھے پلیز۔۔۔ کیں نے کچھ نہیں کیا کچھ نہیں کیا میں نے۔۔۔

اس کی ٹکر مالی سے ہوئی تھی اور وہ اسے پکڑ کر کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے.

جبکہ ھدیل ابھی بھی اسی خوف کے زیر اثر چلا رہی تھی.

اسے لگ رہا تھا جیسے وہ اس شخص کے قبضے میں ہو۔۔۔

نہیں۔۔پلیز۔۔۔

وہ زور زور سے چیخ رہی تھی اس کے آنسوؤں میں ایک شدت آگئی تھی.

خالی کالج میں اس کی چیخیں گونجی تو باقی سٹاف بھی اس طرف بڑھنے لگا.

کیا ہو گیا اسے۔۔۔

ٹیچرز اس کی طرف بڑھنے لگیں لیکن وہ ہزیانی کیفیت میں اپنے ہاتھ ادھر ادھر مار رہی تھی.

اس کی نفسیات کی ٹیچر نے اسے اس حالت میں دیکھا تو فورا اس کی طرف بڑھیں اور اپنے گلے لگا لیا.

کیا ہوا ھدیل۔۔۔ میرے بچے کیا ہوا۔۔۔ سب ٹھیک ہے۔۔۔ گہرہ سانس لو۔۔۔

وہ ابھی بھی ایک ہی رٹ لگا رہی تھی .

پلیز مجھے چھوڑ دو۔۔۔

دیکھو ھدیل۔۔۔ آپ محفوظ ہو۔۔۔۔ ہم سب ہیں یہاں۔۔۔

باقی کی ٹیچرز بھی اس کی طرف بڑھنے لگیں اور اسے پانی پلانے لگیں.

ہاں۔۔۔ شاباش۔۔۔ آرام سے کچھ نہیں ہوا۔۔۔

خود کو ایک محفوظ حصار میں پا کر وہ اب پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور بری طرح کپکپانے لگی.

جبکہ وہاں موجود کوئی بھی اس کی وجہ سمجھنے سے قاصر تھا.

-------

اعظم صاحب پرنسپل آفس داخل ہوئے تو ان کی بیٹی سر جھکا کر بیٹھی تھی.

ھدیل۔۔۔

اسے پکارتے ہی ھدیل نے اپنا سر بلند کیا اور اپنے والد کی طرف لپکی .

بابا۔۔۔۔

ان کے گلے لگتے ہی وہ پھر سے رونا شروع ہو گئی.

ھدیل۔۔۔ کیا ہوا ہے۔۔۔ آخر کوئی مجھے بتائے گا کہ یہ کیوں رو رہی ہے۔۔۔

وہ غصے سے پرنسپل کو دیکھتے ہوئے بولے.

اعظم صاحب آپ پلیز بیٹھ جائیں.

وہ اسے گلے سے لگائے ہی صوفے پہ جا بیٹھے.

اپنے بابا کا تحفظ پا کر وہ پہلے سے بہت بہتر محسوس کرنے لگی تھی.

پرنسپل نے جیسے جیسے سب بتانا شروع کیا وہ کبھی بے یقینی سے ھدیل کو دیکھتے اور کبھی اس پرنسپل کو.

آپ نے اس شخص کو پکڑا۔۔۔ کون ہے وہ بتائیں مجھے۔۔۔

ھدیل کو اس طرح خوفزدہ کرنے پہ وہ مشتعل ہو چکے تھے.

میں یہی بات کرنا چاہتی تھی آپ سے .

ھدیل کا کہنا ہے کہ کسی نے اس پہ حملہ کیا لیکن مالی کو وہاں کوئی نہیں دکھا.

صرف ھدیل ہی چلاتی ہوئی بھاگ رہی تھی. اور وہ اکیلی تھی.

نہیں بابا۔۔ میں سچ کہہ رہی ہوں وہ واقعی میرے پیچھے بھاگا تھا. میں سچ کہہ رہی ہوں۔۔۔

اپنی بات مکمل کر کے وہ پھر سے رونے لگی اور اعظم صاحب کو تشویش میں مبتلا کر گئی.

کیا آپ نے کیمرے چیک کئے....

اصل میں مین گیٹ اور آڈیٹوریم کے علاوہ اور کہیں بھی کیمرہ نہیں ہے.

وہ کچھ کہتے اس سے پہلے پرنسپل پھر بولنے لگی.

میں نے آپ کے آنے سے پہلے ھدیل سے تفصیل سے بات کی ہے .

اس کا کہنا ہے کہ یہ سب اس کے ساتھ پہلے سے ہو رہا ہے. اور یہ بھی کہ وہ شخص ایک بار آپ کے گھر بھی داخل ہو گیا تھا اور ایسے میں وہ اپنی دوست کے گھر بھاگ گئی.

اعظم صاحب بے یقینی سے گدیل کا جھکا سر دیکھنے لگے.

کیا ہمارے گھر لیکن کب۔۔۔ اور تم نے بتایا کیوں نہیں۔۔

ب۔۔ بابا وہ۔۔۔

یہی تو میں سمجھانا چاہتی ہوں اعظم صاحب۔۔۔وہ شخص آپ کی بیٹی کے علاوہ کسی کو کبھی نہیں دکھا.

میرے خیال سے آپ کی بیٹی توجہ حاصل کرنے کے لئے یہ سب کر رہی ہے۔۔۔ آپ کو ایک مشورہ ہے کہ اسے کسی اچھے ڈاکٹر کو دکھائیں.

نہیں۔۔۔بابا میں جھوٹ نہیں کہ رہی۔۔۔ میں نے جو کچھ بتایا سب سچ تھا.
وہ ہچکیاں بھرتی اپنے والد کو دیکھتی ہوئی کہنے لگی.

وہ جس ہزیانی کیفیت سے انہیں کہ رہی تھی اعظم صاحب مزید پریشان ہونے لگے.

مجھے میری بچی پہ پورا یقین ہے۔۔۔ آپ کے کالج میں اس پہ حملہ ہوا ہے اور آپ اسے اس طرح سے نہیں جھٹلا سکتے.

اعظم صاحب مجھے لگتا ہے آپ کو اپنی بچی کو لیجانا چاہئے میں اسے دو ہفتہ کی چھٹیاں دے رہی ہوں.
اگر اس نے آئندہ بھی یہی حرکت کی تو میں اسے کالج سے نکالنے پہ مجبور ہو جاؤں گی.

ھدیل ان کے سینے میں منہ چھپائے سسکیاں بھر رہی تھی. کوئی نہیں تھا جو اس پہ یقین کرتا.

اس نے امید بھری نظروں سے اپنے بابا کو دیکھا کی وہ تو اس کا یقین کریں گے .

اعظم صاحب دانت کچکچاتے ہوئے پرنسپل کو دیکھ رہے تھے پھر اپنی بیٹی کو دیکھا جو انہیں ہی دیکھ رہی تھی.

چلو ھدیل گھر چلیں۔۔۔۔

وہ لہجے میں نرمی لاتے اسے کھڑا کرنے لگے اور پھر آفس سے باہر چلے گئے.

کالج سے گھر تک کا راڈتہ اس نے خاموشی سے کاٹا تھا. عہ سر گاڑی کی کھڑکی پہ ٹکائے مسلسل باہر دیکھتی رہی.

گھر پہنچ کر انہوں نے اسے اپنے کنرے میں جا کر آرام کرنے کو کہا .
پریشانی ان کے چہرے سے صاف ٹپک رہی تھی.

ھدیل اپنے کمرے میں جاتے ہی پردعں کے پیچھے اور بیڈ کے نیچے جھانکنے لگی اور پھر مطمئن ہو کر بیڈ پہ لیٹ گئی.

بھاگتے ہوئے اس نے پیچھے نہیں دیکھا تھا شاید اسی وقت اس نے اس کا پیچھا کرنا چھوڑ دیا تھا.

۔۔۔۔

اعظم صاحب نے ڈنر پہ ھدیل سے سب شروع سے جاننے کی خواہش ظاہر کی تھی .
اس کی روداد سن کر وہ دونوں مزید پریشان ہو گئے.

ھدیل تم نے ہمیں پہلے کیوں نہیں بتایا۔۔۔

ماما۔۔۔ماما مجھے لگا کوئی مزاق کر رہا ہے۔۔۔ لیکن جب وہ گھر میں گھسا تو میں بہت خوفزدہ ہو گئی.

میں بتانا چاہتی تھی لیکن مجھے لگا کوئی میرا یقین نہیں کرے گا.

مجھے معاف کر دیں پلیز۔۔۔

وہ انہیں بتاتے ہوئے پھر سے رو پڑی تھی تو اس کی والدہ نے اسے اپنے گلے لگا لیا.

اعظم صاحب اپنا چشمہ درست کرتے کچھ سوچنے لگے.

ھدیل ہم کل ڈاکٹر کے پاس جائیں گے۔۔۔

بابا۔۔ل۔۔۔ لیکن میں سچ کہہ رہی ہوں۔۔۔ یقین کریں میرا۔۔۔

وہ بے یقینی سے انہیں دیکھتی کہنے لگی. اسے ان سے تو یہ توقع نا تھی.

میری بچی میں جانتا ہوں تم سچ کہہ رہی ہو اسی لئے چاہتا ہوں تم ڈاکٹر کے پاس چلو تاکہ تم پہ کوئی الزام نا لگا سکے.

وہ خاموشی سے سر اثبات میں ہلا گئی اور پھر وہاں سے اپنے کمرے میں بھاگ گئی.

اعظم صاحب اپنی بیگم کو دلاسہ دینے لگے.

-----

دو ہفتہ کی مدت کے دوران وہ تین بار کونسلنگ کے لئے جا چکی تھی .

اس تمام واقعہ کا اس پہ برا اثر ہوا تھا. وہ ہر وقت خوفزدہ رہنے لگی تھی.

لیکن جس بات کا اسے سب سے زیادہ دکھ تھا وہ یہ کہ اس کا نام دوڑ سے خارج کر دہنے کا تھا.

نمرہ اسے دو سے تین دن بعد نوٹس لا دیتی. ابھی بھی وہ دونوں سر جوڑ کر بیٹھی تھیں.

ھدیل تمہیں پتا ہے آج کالج پولیس آئی تھی اور اس لڑکے کو پکڑ کر لے گئی.

کون --- تبریز ----

وہ اسے ہی جانتی تھی اس لئے پہلا خیال اسی کا آیا.

ارے نہیں --- وہ جس نے تمہیں پھول دیا تھا.

اب وہ پیشانہ پی بل ڈالے نمرہ کو دیکھنے لگی.

اچھا وہ --- لیکن کیوں ----

یار وہ ڈرگز بیچتا تھا اور کسی نے مخبری کر دی ---

نمرہ کا جو منہ میں ڈالتی کندھے اچکا کر کہنے لگی.

کیا واقعی۔۔۔ شکل سے تو معصوم لگتا تھا.

ہاں۔۔۔ اسے کالج سے نکال دیا گیا ہے۔۔۔ اس کے بیگ سے نشہ آور چیزیں بر آمد ہوئیں. مجھے تو لگتا ہے تمہارے ساتھ یہ سب اسی نے کیا ہے۔۔۔

نمرہ نے اپنا اندیشہ ظاہر کیا تھا.

معلوم نہیں نمرہ۔۔۔ میں کچھ کہ نہیں سکتی کیونکہ اس کا چہری نہیں دیکھا تھا لیکن پتا نہیں کیوں مجھے وہ دونوں الگ شخص گمان ہوتے ہیں.

اچھا ایسا کیوں۔۔۔

وہ کافی غور سے ھدیل کی بات سن رہی تھی.

کیونکہ جس نے مجھ پہ حملہ کیا وہ قد کاٹھ میں اس سے زیادہ تھا.

ہمم۔۔۔ ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنے دوست کے ساتھ مل کر تمہیں ستایا ہو تم نہیں جانتی یہ نشئی لوگ کیسے ہوتے ہیں.

ہو سکتا ہے تم درست کہ رہی ہو. لیکن میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گی.

وہ اداس ہوتی کہنے لگی تو نمرہ بات بدل لگی.

یار۔۔۔ تمہارے بغیر زرا دل نہیں کرتا کالج جانے کا اور تم یہاں چھٹیاں انجوائے کر رہی ہو.

وہ ناک سکیڑتی کہنے لگی تو ھدیل اس کی بات پہ مسکرا دی.

-----

اسے لگا تھا جب وہ دو ہفتہ بعد کالج جائے گی تو سب اس کے بارے میں نجانے کیا باتیں کریں گے .

لیکن قسمت سے سب کی زبان پہ پولیس اور ڈرگز کا ذکر تھا. یہ جان کر اس نے سکھ کا سانس لیا کہ وہ زیر بحث نہیں تھا.

اعظم صاحب نے نمرہ کو ہر وقت ھدیل کے ساتھ رہنے کی سختی سے تلقین کی تھی .
اور اس کی ٹریننگ ختم ہوتے ہی اس کی والدہ کالج سے اسے لیجانے کی ذمہداری لے چکی تھیں.

اس طرح سے اسے اکیلے کالج میں نہیں رکنا پڑتا.

وہ اپنے آخری لیکچر سے نکلی تو نمرہ پہلے ہی اس کا انتظار کر رہی تھی.

تم تو میری دم چھلی بن گئی ہو----

وہ ہنستے ہوئے کہنے لگی تو نمرہ اسے زبان چڑانے لگی.

ھدیل کیسی ہو تم-----
وہ بلڈنگ سے نکلی تھیں تو سامنے تبریز کو دیکھ کر ٹھٹھک گئیں.

نمرہ نے اسے گھورنے پہ اکتفا کیا جبکہ ھدیل کو مجبوراً اسے جواب دینا پڑا.

م۔۔۔میں ٹھیک ہوں۔۔۔پوچھنے کا شکریہ.

مجھے علم ہوا تمام معاملہ کا۔۔۔

کیا تمہیں بھی لگتا ہے میں جھوٹ کہہ رہی ہوں۔۔۔۔

وہ ایک دم غصہ سے پوچھنے لگی.

ھدیل چلو۔۔۔پاپا انتظار کر رہے ہوں گے۔۔۔۔

نمرہ کو تبریز کی موجودگی کھل رہی تھی اس لئے اسے چلنے کا کہنے لگی.

بلکل بھی نہیں۔۔۔مجھے تمہاری ہر بات پہ یقین ہے۔۔۔۔

ھدیل۔۔۔۔

نمرہ نے اسے ایک بار پھر اپنی طرف متوجہ کیا.

میں چلتا ہوں۔۔پھر ملاقات ہو گی.

تبریز سرسری سا نمرہ کی جانب دیکھتا وہاں سے چل دیا. تو وہ دونوں بھی گیٹ کی طرف بڑھ گئیں.

۔۔۔۔۔۔

چل جا بھاگ کر بال لے کر آ۔۔۔

نمرہ۔۔۔ تیمور۔۔۔شیادہ دور مت جانا۔۔

یس ماما۔۔۔

ان دونوں نے ایک ساتھ اونچی آواز میں جواب دیا.

چھوٹو۔۔۔ چلو شاباش بال لے کر آؤ۔۔۔

میں کیوں جاؤں اتنی دور تو آپ نے اچھالی ہے۔۔۔

اس کا چھوٹا بھائی منہ پھلاتا کہنے لگا.

ہاں تو تم کیچ کر لیتے تو نہیں جاتی اتنی دور۔۔۔اب جاؤ لے کر آؤ۔۔۔

آپ ہمیشہ ایسے ہی کرتی ہو نمرہ آپی۔۔۔

چلو چلو۔۔۔پرنسز بننے کی ضرورت نہیں۔۔۔

وہ اسے چھیڑنے لگی تو تیمور منہ پھلاتا بال لینے بھاگ گیا.

نمرہ اس پہ نظر رکھے ٹہلتی ہوئی ڈھلوان کے پاس آ کھڑی ہوئی.

آج موسم کافی اچھا تھا تو وہ سب تفریح کے ارادے سے گھر سے نکلے تھے.

اس گہری ڈھلان کو دیکھتے ہوئے اس کے رونگٹھے کھڑے ہونے لگے.

وہ پلٹ کر دوبارہ تیمور کو دیکھنے لگی جو بال کے پاس پہنچ چکا تھا.

نمرہ آخری بار ڈھلان کو دیکھتے ہوئے واپس جانے لگی جب کسی کے زوردار دھکے سے وہ اپنے قدم جمانا پائی اور لڑکھڑاتے ہوئے نیچے گرنے لگی.

وہ شخص جتنی تیزی سے آیا تھا اتنی ہی تیزی سے وہاں سے چلا بھی گیا.

اس کی چیخ سن کر تیمور بال وہیں چھوڑ کر اس کی طرف بھاگا.

وہ درخت کے تنے سے لٹک رہی تھی. اسے دیکھتا وہ اپنے والدین کو مدد کے لئے پکارنے لگا اور ان کی سمت بھاگ گیا.

------

نمرہ تم ٹھیک ہو نا۔۔۔

وہ ہاسپٹل میں تھی جب ھدیل اپنی والدہ کے ساتھ وہاں پہنچی.

ہاں۔۔۔ میں ٹھیک ہوں۔۔۔

اسے ہلکی سی چوٹ آئی تھی لیکن لڑکھڑانے سے اس کے پاؤں میں موچ آگئی تھی.

تم کیسے گری۔۔۔

میں گری نہیں مجھے دھکا دیا تھا۔۔۔ لیکن کوئی مان ہی نہیں رہا۔۔۔

وہ ایک ہی بات نجانے تب سے کتنی بار دہرہ چکی تھی.

بس کر دو نمرہ۔۔۔ اب تم مجھے غصہ دلا رہی ہو۔۔۔

اس کی والدہ غصہ سے بولی تھیں تو وہ دونوں خاموش ہو گئیں.

نا کرو۔۔۔ بہت درد ہوتا ہے۔۔۔

ھدیل اس کا پاؤں چھونے لگی تو وہ ایک دم چلا اٹھی.

اب تم کل کالج کیسے جاؤ گی.

سلی۔۔۔ ظاہر ہے کہ نہیں جاؤں گی۔۔۔

اس کے جواب پہ وہ مزید پریشان ہو گئی.

--------

وہ ایک کے بعد ایک لیپ تہہ کر رہی تھی .

گڈ گڈ۔۔۔ یس۔۔۔ فاسٹ ھدیل۔۔۔

آخری لیپ کرتے ہوئے اس نے اپنی ساری جان لگا دی تھی .

جب وہ اپنی رفتار آہستہ کرتی ہوئی رکی تو اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا.

تم نے بہت بہترین پرفارمنس دی ہے۔۔۔

نوشین اس کے پاس بھاگی آئی تھی.

کیا فائدہ مقابلہ سے تو باہر ہو گئی نا۔۔۔

تو ایسے اور بھی کئی موقع ائیں گے اس کے لئے تیار رہو۔۔۔

اس کا کوچ بھی وہاں آ گیا.

جواب میں وہ مسکراتے ہوئے سر ہلانے لگی. اور پھر وہیں سائیڈ پہ پڑا بیگ اٹھا لیا.

اس دن کے بعد سے ھدیل نے لاکر روم میں جانا چھوڑ دیا تھا .

نوشین کے ساتھ باتیں کرتی وہ گیٹ تک آئی تو صائمی بیگم پہلے سے اس کی منتظر تھیں.

نمرہ کے پاؤں میں موچ آنے کی وجہ سے وہ ایک ہفتہ کے لے کالج آنے سے قاصر تھی.

ایک کے بعد ایک دن سست روی سے گزرنے لگا تھا.

تبریز ہمیشہ ہی کلاس میں موجود ہوتا لیکن اس نے کبھی ھدیل سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی.

آج موسم کافی خراب تھا تو کوچ نے ٹریننگ کینسل کر دی وہ ویٹنگ ایریا میں بیٹھی اپنی والدہ کا انتظار کر رہی تھی جب بادل زور سے گرجنے لگے.

موسم بدل رہا ہے۔۔۔۔

کسی کی آواز پہ وہ چونک کر پلٹی تھی.

تبریز اس کے قریب ہی بیٹھا تھا.

اسے دیکھ کر ھدیل کا حلق خشک ہونے لگا.

کیا تم مجھ سے خوفزدہ ہو۔۔۔۔

اس کی نظر آسمان پہ مرکوز تھی.

ن۔۔۔ نہیں میں کیوں خوفزدہ ہوں گی۔۔۔

ہمم۔۔۔مجھے لگا۔۔۔

غلط لگا تمہیں۔۔۔

وہ ابھی وہاں سے اٹھ جانا چاہتی تھی جب تبریز اس کے قریب ہوتا ہوئے ھدیل کا ہاتھ تھام گیا.

اس کی جرات پہ وہ ابھی ٹھیک سے حیران بھی نا ہو پائی تھی جب وہ اس کا ہاتھ اپنے قریب کرتا پشت سے چوم گیا.

تم بہت خوبصورت ہو۔۔۔اور نازک۔۔۔۔ایک بلبل کی طرح۔۔۔

ھدیل نے گھبرا کر اس سے اپنا ہاتھ کھینچا.

اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہونے لگا تھا اور دھڑکن تیز.

تبریز اسے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے ھدیل کسی تجربہ کا محرک ہو.

جانتی ہو ھدیل۔۔۔

تم ایک آدھ سدھائے مخلوق کی طرح ہو۔۔۔ کبھی شرمیلی تو کبھی خونخوار.

ہر بار تمہیں دیکھنے پہ میری دلچسپی بڑھتی جاتی ہے جس سے کوئی آزادی نہیں.

ویسے بھی تمہاری آزادی صرف تصور تک قائم ہے۔۔۔۔

وہ کھڑے ہوتے ہوئے کہنے لگا۔

۔۔۔,۔۔۔

تم۔۔۔ کیا کہنا چاہتے ہو تم۔۔۔۔

وہ بھڑکتے ہوئے کہنے لگی.

تبریز اس کا غصہ دیکھ کر محظوظ ہونے لگا.

تم اس دن بلی کو مارنے سے اداس ہو گئی تھی تو میں نے اسے اسی جگہ دفنا دیا ہے.

تاکہ تم اتنا برا محسوس نا کرو.

وہ چہرے پہ مسکراہٹ سجائے کہنے لگا.

ھدیل نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا جب وہ پلٹ کر دوسری سمت میں چل دیا.

تمہاری ماما آگئی ہیں تمہیں اب جانا چاہئیے.

ھدیل نے اپنا رخ پلٹا تو گیٹ سے اپنی والدہ کو آتے ہوئے دیکھا.

کون تھا وہ لڑکا۔۔۔

صائمہ بیگم شاید تبریز کو دیکھ چکی تھیں.

سائیکالوجی کی ٹیچر کا اسسٹنٹ ہے ماما.

ہمم۔۔۔ ٹھیک ہے چلو اب گھر چلیں.

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اگلے دن اس کا بلکل بھی کالج جانے کا ارادہ نہیں تھا لیکن پھر بھی چلی گئی.

موسم کے تیور بھی رات سے بدلے ہوئے تھے .

ہر سمت تیز ہوائیں چل رہی تھی جس میں کچھ غلط ہونے کا احساس شدت سے اسے ستا رہا تھا لیکن وہ لگاتار اسے نظر انداز کرتی رہی.

ٹریننگ پھر سے کینسل کر دی گئی تھی اور ویٹنگ میں بیٹھی اپنی والدہ کا انتظار کر رہی تھی.

کافی دیر ہو چکی تھی لیکن وہ ابھی تک نہیں آئی تھیں. کالج تقریبا خالی ہو چکا تھا تو وہ آفس میں جا کر اپنی والدہ کے نمبر پہ کال کرنے لگی.

ماما۔۔۔ آپ آئیں نہیں ابھی تک۔۔۔۔

ھدیل۔۔۔ تمہاری خالہ کی طبیعت بہت خراب ہے بیٹا۔۔ میں ان کے ساتھ یوسپٹل میں

ہوں۔۔۔

کیا ہوا خالہ کو۔۔۔۔

وہ پریشانی سے پوچھنے لگی.

پتا نہیں۔۔۔ ابھی تک کوئی کچھ بتا ہی نہیں رہا۔۔۔

صائمہ بیگم سسکتی ہوئی کہنے لگیں۔

آپ گھبرائیں نہیں ماما۔۔۔ وہ ٹھیک ہو جائیں گی.

ہاں دعا کرو۔۔۔ میں نے تمہارے بابا کو فون کیا تھا وہ کچھ دیر تک پہنچ رہے ہو گے۔۔۔

ٹھیک ہے میں انتظار کر رہی ہوں۔۔

وہ الوداع کہتی واپس ویٹنگ ایریا کی طرف چلنے لگی جب ایک دم بارش شروع ہو گئی.

وہ بھاگتی ہوئی اپنی منشل پہ پہنچی .

تیز بارش کی وجہ سے حد نظر کافی کم ہو گئی تھی.

تم ابھی تک یہاں کیا کر رہی ہو۔۔۔۔

تبریز کی آواز پہ وہ چونکی اور اس کی طرف پلٹی. وہ جیکٹ کی پاکٹ دونوں ہاتھ گھسائے کھڑا تھا.

مم۔۔۔ میں اپنے بابا جا انتظار کر رہی ہوں۔۔۔

وہ ابھی تک کیوں نہیں آئے۔۔۔ اور تم اتنی بارش میں ان کا انتظار کر رہی ہو اس سے بہتر ہے اندر چلی جاؤ۔۔۔

ھدیل نے ایک جھر جھری بھرتے ہوئے دور کالج کی بلڈنگز کو دیکھا.

اسے خوف تھا کی اگر وہ وہاں گئی تو اس پہ پھر سے حملہ کر دیا جائے گا.

اب تو زیادہ تر سٹاف بھی چلا گیا ہے صرف چوکیدار اور مالی موجود ہیں.

تبریز اس کے سامنے کھڑا ہوتا کہنے لگا.

ک۔۔۔ کیا۔۔۔ چلے گئے.

وہ انکھیں پھیلائے پوچھتلنے لگی۔

ظاہر ہے کوئی کالج پھسنا پسند نہیں کرے گا. اور لگتا ہے بارش بھی جلدی نہیں رکے گی.

تو تم یہاں کیا کر رہے ہو۔۔۔

وہ اس سے دور ہوتی پوچھنے لگی .

تبریز نے اس کی طرف بڑھنے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی.

میں پارکنگ کی طرف جا رہا تھا جب تمہیں یہاں بھاگتے ہوئے دیکھا.

تو۔۔۔ تم یہاں کیوں رکے ہو۔۔۔ جاؤ۔۔۔

دیکھو ھدیل۔۔۔۔ میں اتنا بھی سرد مہر نہیں ہوں کہ جانتے بوجھتے کسی کو یوں مشکل میں چھوڑ جاؤں.

اگر تم چاہو تو میں تمہیں گھر ڈراپ کر دیتا ہوں۔۔۔

ضرورت نہیں۔۔۔ میرے بابا ابھی آتے ہوں گے.

ھدیل آنکھیں چھوٹی کرتی گردن اکڑا کر کہنے لگی.

تمہاری مرضی ہے۔۔۔۔ میں کوئی زبردستی نہیں کر رہا.

ویسے تمہیں بتاتا چلوں ہائی۔وے لینڈ سلائیڈنگ کی وجہ سے بند ہے. نجانے وہ کب تک یہاں پہنچیں.

وہ کندھے اچکاتا وہاں سے جانے کے لئے پر تول رہا تھا جب ھدیل ایک دم چلائی.

کیا۔۔۔ہائی۔وے کیسے بند ہو سکتا ہے۔۔۔۔

تبریز اسے اداسی سے دیکھنے لگا.

تم چاہو تو کال کر لو اپنے بابا کو۔۔۔

وہ اپنا موبائل اس کی طرف بڑھانے لگا جسے ھدیل نے جھپٹ لیا.

بارش کا پانی جمع ہونے لگا تھا اور ویٹنگ ایریا میں بھی داخل ہونے لگا.

ہیلو۔۔۔ بابا کہاں ہیں آپ۔۔۔

ھدیل۔۔۔ ھدیل۔۔۔ میں یہاں پھنس چکا ہوں۔۔۔ لینڈ

سلائیڈنگ۔۔۔۔۔۔۔۔ تم۔۔۔۔۔ کے پاپا۔۔۔

ان کی آواز ٹوٹ ٹوٹ کر آنے لگی تھی. اور وہ سمجھ نہیں پائی کہ وہ کیا کہنا چاہ رہے ہیں.

ہیلو بابا۔۔۔ آپ کیا کہ رہیں ہیں۔۔۔

ھدیل۔۔۔۔۔ نمرہ۔۔۔۔۔ چلی جانا۔۔۔۔

بابا آپ کیا کہ رہے ہیں نمرہ تو آج نہیں آئی۔۔۔

وہ مزید کچھ کہتے اس سے پہلے لائن کٹ گئی.

وہ اب حقیقتا پریشان ہونے لگی تھی. اس سب پریشانی میں اس نے یہ بھی نا سوچا کہ تبریز کیسے جانتا ہے کہ اس کے بابا کہاں پر ہیں.

وہ پیشانی پہ بل ڈالے موبائل واپس کرنے لگی.

ہر سمت بادلوں نے ایسے اندھیرا کر رکھا تھا جیسے وہ دن نہیں رات کا وقت ہو.

اگر تم چاہو تو میں کار یہاں لے آتا ہوں۔۔۔ ہمیں جلدی نکلنا ہو گا ورنہ یہیں پھنس جائیں گے.

وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ کیا جواب دے .
یہی رک جائے یا تبریز پہ یقین کر لے.

وہ ابھی یہ ہی سوچ رہی تھی جب وہ جیکٹ سے خود کو ڈھکتا وہاں سے بھگ گیا.

کچھ ہی دیر بعد ایک کار ویٹنگ ایریا کے باہر کھڑی ہارن دے رہی تھی.

بارش اس سے ٹکراتی ادھر ادھر پھیلنے لگی.
ھدیل کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا. اسے آج آنا ہی نہیں چاہئیے تھا.

وہ اسے انکار کر دینا چاہتی تھی لیک آخر اس کے پاس دوسرا راستہ ہی کیا تھا.

وہ خود کو بارش سے بچاتی تیزی سے گاڑی کی طرف بڑھی اور پہلے سے ہی کھلے دروازے کو وا کرتی کار میں بیٹھ گئی.

اس کا دل مانو حلق میں آ گیا ہو.

کچھ ہی سیکنڈز میں ہی وہ دونوں بری طرح بھیگ چکے تھے.

ھدیل کانپنے لگی تو تبریز نے ہیٹر چلا دیا اور پھر وہ دونوں کالج کے احاطے سے نکل گئے.

وہ اس کی کار میں سہمی سی بیٹھی ہوئی تھی.

وہ مسلسل کھڑکی سے باہر ننھے قطروں کو دیکھ رہی تھی.

نظریں بچا کر تبریز کو دیکھنے لگی جس کا سارا دھیان ڈرائیونگ پہ تھا.

پھر اپنا رخ بدل کر سامنے دیکھا تو احساس ہوا وہ کوئی اور ہی راستہ ہے.

ھدیل کو اس وقت شدت سے احساس ہوا کہ اس نے تو اسے اپنا ایڈریس نہیں بتایا نا ہی اس نے پوچھا تھا.

یہ۔۔۔یہ ہم کہاں جا رہے ہیں۔۔۔

بہت مشکل سے وہ ہمت جمع کر پائی تھی.

گھبراؤ نہیں راستہ پانی سے بھرا تھا اس لئے وہاں نہیں جا سکتے۔۔۔

ک۔۔۔کہاں نہیں جا سکتے۔۔۔۔م۔۔میں نے تو تمہیں اپنا ایڈریس بتایا ہی۔۔ن۔۔نہیں.

خوف اس کی قوت گویائی پہ اثر انداز ہونے لگا تھا.

ھدیل کام ڈاؤن۔۔۔ میں اپنے گھر جا رہا ہوں۔۔۔ جیسے ہی راستہ کھلے گا میں تمہیں تمہارے گھر چھوڑ آؤں گا.

وہ اس کا سوال نظر انداز کرتا کہنے لگا.

میرے سوال کا جواب دو۔۔۔۔
وہ چلائی تھی لیکن مقابل سے کوئی جواب نا پا کر وہ کار کا دروازہ کھولنے کی کوشش کرنے لگی.

ھدیل۔۔۔ رکو۔۔۔۔ بیوقوف لڑکی وہ لاکڈ ہے۔۔۔
تبریز ایک لمحے کے لئے اسے دیکھتا پھر سے ڈرائیو کرنے لگا.

پ۔۔۔ پلیز مجھے جانے دو۔۔۔ دروازہ کھولو۔۔۔ م۔۔۔ میں خود ہی چلی جاؤں گی.

کسی انجان شخص پہ یقین کر کے اب وہ پچھتا رہی تھی.

مجھے جانے دو۔۔۔۔
وہ چیختی ہوئی اس پہ مکوں سے وار کرنے لگی تو تبریز نے گاڑی روکتے ہوئے اسے دونوں ہاتھوں سے تھام لیا.

سکون سے بیٹھی رہو سمجھی۔۔۔

میں اپنے گھر جاؤں گا کپڑے بدلوں گا اور پھر تمہیں چھوڑ آوں گا اور اگر تم نے تنگ کیا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا.

اس دھیمی مگر خوفناک آواز میں کہنے لگا تو وہ ڈر سے صرف سر ہلا پائی.

-----

تبریز اس پہ نظریں جھکائے آہستہ آہستہ دور ہٹنے لگا اور پھر سے گاڑی سٹارٹ کرنے لگا.

ھدیل کی تھمی ہوئی سانسیں کچھ بحال ہوئی تھیں لیکن خوف ویسے ہی قائم تھا.

وہ ہینڈل پہ مضبوطی سے ہاتھ جمائے راستہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی.
تیز بارش کی وجہ سے اسے بے حد مشکل ہو رہی تھی.

تبریز نے گاڑی سوسائیٹی کی سڑک پہ ڈال لی اور کچھ ہی دیر بعد وہ اس کے محل جیسے گھر کے باہر موجود تھے.

وہ اتنے وسیع گھر میں رہتا تھا اس سے وہ مکمل انجان تھی.

تبریز ھدیل کو نظر انداز کرتا کار سے نکلا اور پھر اس کی سمت آ گیا.
اس سب کے دوران وہ اسے آنکھیں پھیلائے دیکھتی رہی.

چلو باہر آجاؤ۔۔۔

اس کا بس چلتا تو اس کار کے تحفظ میں وہیں بیٹھی رہتی لیکن انکار نا کر پائی.

بارش میں بھیگتی ہوئی وہ آہستہ سے باہر نکلنے لگی تو تبریز اسے کلائی سے تھام کر اندر لے جانے لگا.

اس کی آنکھوں سے آنسو نکلتے بارش کی قطروں میں مل گئے تھے.

وہ مرکزی دروازہ عبور کرتا اسے کھینچتا ہوا اندر لے آیا.

لاؤنج کے مرکز میں صوفے اور میز موجود تھا.

ایک سمت سے سیڑھیاں اوپر جا رہی تھیں جبکہ مخالف سمت کی دیوار شطرنج کی تصاویر سے بھری تھی.

اور وہین نیچے شطرنج کے مختلف سیٹ موجود تھے جن کے پیادے مختلف پوزیشن پہ تھے.

جیسے کوئی انہیں کھیلتا رہا ہو.

تم یہیں رکو۔۔۔میں ابھی آتا ہوں۔۔۔

ھدیل کا دھیان اس کے چیس بورڈ کی طرف دیکھتا وہ خود سیڑھیاں پھلانگتا اوپری منزل پہ چلا گیا.

شاید ان کے علاوہ وہاں کوئی موجود نہیں تھا یہ سوچتے ہوئے اس نے جھر جھری سی بھری تھی .
اتنے بڑے گھر میں اس کے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا تھا.

جیسے ہی یہ سوچ اس کے ذہن میں آئی وہ اسے جھٹکنے لگی. لیکن اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا.

وہ اپنے گرد بازو حمائل کرتی ان تصاویر کی طرف بڑھنے لگی.

تھری۔ڈی طریقہ سے بنائی گئی وہ تصاویر کسی کا بھی دھیان خود کی طرف کھینچ سکتی تھیں.

ہر تصویر میں رانی فاتح دکھائی دے رہی تھی.

ایک تصویر میں راجہ رانی کے سامنے گرا ہوا تھا.

جانتی ہو رانی کسی بھی کھیل کو بدل سکتی ہے.

اس کی آواز پہ وہ خوف سے ایک دم اچھلتی پلٹی تھی.

وہ کب واپس آیا تھا۔۔۔اور کب سے وہاں موجود تھا۔۔۔

وہ خشک لباس میں ملبوس تولیہ اور ایک چادر لئے کھڑا تھا.

کک۔۔۔کیا۔۔مطلب۔۔۔

ھدیل اس سے اپنا فاصلہ بڑھاتی استفسار کرنے لگی.

کچھ نہیں۔۔۔ یہ لو خود کو خشک کر لو۔۔۔ میں تمہارے لئے کافی بنا دیتا ہوں۔۔۔

اپنے مخصوص لہجہ میں کہتا وہ اس کی طرف تولیہ بڑھانے لگا اور چادر پھیلا کر اس کے کندھوں پہ ڈال دی.

اس کے اس طرح قریب آنے سے وہ وہیں منجمد رہ گئی .

اپنی نیلی گرے آنکھوں سے وہ خوف اور سردی سے کانپتی ھدیل پہ ایک نظر ڈالتا پلٹ گیا.

مم۔۔۔ مجھے فریش ہونے کے لئے جانا ہے۔۔۔

وہ تولیہ سے اپنا آدھا ہرہ چھپاتی ہوئی شرمندہ سی کہنے لگی.

تم کسی بھی کمرے میں جا سکتی ہو۔۔۔

ھدیل اس کی بات مکمل ہوتے ہی سیڑھیوں کی طرف بنے کمرے کی سمت چلنے لگی.

تبریز بھی کچن کی طرف بڑھنے لگا.

وہ جیسے ہی اس کی نظروں سے اوجھل ہوا ھدیل دبے پاؤں سے سیڑھیاں چڑھنے لگی.

وہ یہاں زبردستی لائی گئی تھی لیکن اب اپنی یہاں موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ تبریز کے خلاف ثبوت اکٹھا کرنے کی نیت رکھتی تھی.

اوپر پہنچتے ہی وہ جلدی سے اس کمرے میں گھس گئی جہاں کچھ دیر پہلے تبریز موجود تھا.

سب سے پہلے اس نے کبٹ کا رخ کیا.

وہاں اس کے کپڑے لٹک رہے تھے.

وہ انہیں ادھر ادھر کرتی کچھ بھی ایسا تلاش کرنے لگی جس سے یہ واضح ہو جائے کہ اسے تنگ کرنے والا کوئی اور نہیں بلکہ تبریز ہی ہے.

وہ مختلف دراز کھولتی اور انہیں تیزی سے بند کرتی جارہی تھی لیکن اسے کچھ بھی ایسا نا ملا جس سے اس کا شک مزید پختہ ہوتا.

وہ جھنجھلاتے ہوئے وہاں سے جانے لگی لیکن پھر آخری لمحے اس کے ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھی.

وہاں بھی کوئی کام کی چیز نہیں تھی .

ایک دراز میں موجود ڈائری دیکھ کر اس کے ہاتھ تھمے تھے.

ھدیل کی دھڑکن مزید شدت اختیار کرنے لگی اور ہاتھ پاؤں اکڑنے لگے تھے.

اس نے ڈائری کی سمت ہاتھ بڑھایا اور اٹھالیا.

ایک گہری سانس لے کر اسے کھولا لیکن وہ خالی تھی.

وہ پیشانی پہ بل ڈالے اس کے کورے صفحے پلٹنے لگی. اور پھر غصے سے اسے دراز میں واپس پھینک دیا جب ایک آواز نے اس کا دھیان اپنی طرف کھینچا.

وہ دراز ضرورت سے زیادہ چھوٹا تھا جبکہ باہر سے تو وہ نارمل سائز کا ہی دکھتا تھا.

ھدیل نے ڈائری واپس نکالی اور اس کو چھوا اور پھر زرا سا زور لگانے پہ اس کی زمین سرکتی چلی گئی.

وہ اب بار بار دروازے کی طرف دیکھتی اور پھر اس خفیہ دراز میں سے چیزی باہر نکالتی.

اگر تبریز کو اس کی یہاں موجودگی کا علم ہو جاتا تو اس کا یہاں سے بچ نکلنا مشکل تھا.

خون کی گردش میں تیزی در آئی تھی اور وہ اپنی سانس تک کی آواز سن پا رہی تھی.

دھڑکتے دل سے اس نے ان چیزوں میں سے ڈائری کو کھولا.

نام:ھدیل اعظم.

جماعت: فرسٹ ایئر.

اس کی تمام معلومات اس کاغذ پہ درج تھی.

وہ سب پڑھ کر اس کا سر چکرانے لگا, تھا.

اگلے کچھ صفحات پہ ان کی ملاقات کا تفصیل سے ذکر موجود تھا.

وہ کانپتے ہاتھوں سے اسے واپس رکھنے لگی لیکن ڈائری اس کے ہاتھ سے چھوٹتی دبیز قالین پہ گر گئی.

ھدیل کو لگا جیسے وہ مدھم سی آواز بھی اس گھات لگائے شکاری کو اپنی طرف متوجہ کر لے گی.

وہ کمرے کے دروازے کو دیکھتی جھک کر ڈائری اور اس میں سے نکلی تصاویر اٹھانے لگی.

یہ۔۔۔۔یہ۔۔۔کیا ہے

کیا ہے یہ سب۔۔۔۔

اپنی تصاویر دیکھ کر ھدیل کے کانپنے لگی تھی

وہ بھی کوئی عام تصاویر نہیں.

وہ جلدی سے انہیں چھپانے لگی کیونکہ وہ سیڑھیوں سے اس کی طرف بڑھتے شخص کے قدموں کی آواز سن چکی تھی۔

تبریز نے جب دروازہ کھولا تو وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔

وہ دوسرے کمرے کی طرف بڑھنے لگا جب ھدیل الماری کا دروازہ کھول کر وہاں سے نکلنے لگی۔

لیکن وہ اسے آئینے میں دیکھ چکا تھا.

-------

ھدیل اس کی خوف سے تصاویر اپنی پینٹ کی جیب میں چھپاتی الماری میں چھپ گئی تھی.

تبریز کمرے میں داخل ہوا تو اس نے اپنی آنکھیں زور سے بھینچ لیں اور سانس بھی روک لی.

وہ جانتا تھا ھدیل یہیں ہے۔۔۔۔۔وہ یہ بھی جانتا تھا کہ وہ کب سے اس کمرے میں ہے۔۔۔

کیونکہ اسے معلوم تھا ھدیل اس کے کمرے کی تلاشی ضرور کرے گی .

آخر وہ اس کے تجسس سے خوب واقف تھا.

اور پھر وہ اس پیاری بلبل کو اپنے شکنجے میں چاہتا تھا.

بارش کا پانی الماری کے پاس دیکھ کر وہ سمجھ گیا تھا کہ ھدیل کہاں ہے لیکن پھر بھی پلٹ گیا.

اب وہ آخری چال چلنا چاہتا تھا اور ھدیل وہیں تھی جہاں وہ اسے چاہتا تھا۔

-------

وہ بری طرح کپکپا رہی تھی. ذہن نے کام کرنا بند کر دیا تھا لیکن اسے ڈر تھا کہ کہیں وہ اسے یہاں بند نا کر دے.

کوئی بھی تو نہیں جانتا تھا کہ وہ یہاں ہے.

یہی سوچ کر وہ الماری سے باہر نکلی. اس کا ارادہ کمرے کے پیچھے چھپنے کا تھا اور جیسے ہی تبریز کسی اور کمرے میں جاتا وہ یہاں سے بھاگ جاتی.

اسے اپنی جگہ پہ رکا دیکھ کر ھدیل بھی وہیں تھم گئی اور الماری کا دروازہ بند کرنے لگی جب اچانک اس کی نظر سامنے ڈریسنگ ٹیبل کے آئینہ کی طرف گئی.

وہ اسے آئینہ میں دیکھ کر مسکرا رہا تھا.
اس کی سانسیں ایک بار پھر رکی تھیں.

وہ۔۔۔ مسکراہٹ۔۔۔ اسے بہت کچھ بتا گئی.

ایہاں چھپنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا وہ ایک دم بھاگنے لگی جب تبریز اس کی طرف پلٹا.

اس نے ھدیل کو بازو سے دبوچا تو وہ خوف سے الماری کے اندر گر گئی.

اس نے کب چلانا شروع کیا وہ خود نہی جانتی تھی. اس وقت اس کے اعصاب پہ صرف ایک ہی بات چھائی تھی۔۔۔ وہاں سے باہر نکلنا.

خاموش۔۔۔

تبریز نے اسے بازو سے اپنی طرف کھینچنا چاہا لیکن ھدیل نے دونوں ہاتھوں سے الماری کی دیواریں پکڑتے ہوئے اس کے پیٹ میں زور سے لات ماری.

تبریز کو اس سے یہ امید نہیں تھی اس لئے حیرانگی سے اسے دیکھنے لگا اور پھر ہنس پڑا .

ھدیل نے اس کی حیرانگی کا فائدی اٹھاتے ہوئے خود کو آزاد کوایا اور دروازے کی طرف بھاگنے لگی لیکن تبریز نے اسے کمر سے دبوچا اور زمین سے اونچا اٹھا دیا.

ھدیل چیختے ہوئے خود کو اس سے آزاد کروانے لگی.

بس اب بہت ہو امائی ڈیئر اب پر سکون ہو جاؤ۔۔۔

لیکن اس پہ خوف طاری ہونے کی وجہ سے وہ کچھ بھی سن نہیں پارہی تھی اور چلاتے ہوئے خود کو آزاد کروا رہی تھی.

جب وہ خاموش نہیں ہوئی تو تبریز اسے بیڈ کی طرف لیجانے لگا .
ھدیل کی آنکھیں خوف سے پھٹتی جا رہی تھیں.

اس نے ہمت سے کام لیتے ہوئے اپنا دھڑ پلٹا اور کہنی سے اس کے سر پہ زوردار وار کیا.

تبریز نے اسے ایک جھٹکے سے آزاد کیا تو وہ کوئی لمحہ ضائع کئے بنا وہاں سے بھاگی.

وہ اس کے حملہ سے کراہ کر رہ گیا تھا.

خود کو سنبھالتے ہوئے وہ جب تک اس کے پیچھے بھاگا ھدیل تب تک گیٹ تک پہنچ چکی تھی.

اس کی رفتار تیز تھی اور وہ اسی کا فائدہ اٹھا رہی تھی.

ھدیل نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولنا چاہا لیکن وہ لاک تھا .

وہ نظروں کا زاویہ بدلتے ہوئے اسے کھولنے کا ذریعہ تلاش کرنے لگی .

لیکن اسے دیر ہو چکی تھی تبریز اس کے پیچھے ہی کھڑا تھا.

------

ھدیل نے دروازہ کھولنے کی کوشش کرتے ہوئے اسے زور سے کھینچا لیکن بے سود.

ٹسک ٹسک افسوس۔۔۔ لگتا ہے اس بلبل کو اپنا پنجرہ پسند نہیں آیا۔۔

تبریز نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے گرد ٹکاتے ہوئے ہ۔ستے ہوئے کہا تھا.

ھدیل شکست خوردہ سی اپنا رخ پلٹ کر اسے دیکھنے لگی لیکن اسے اپنے اتنا قریب پا کر پیشانی دروازے سے ٹکالی.

پ۔۔۔ پلیز مجھے جانے دو۔۔۔

وہ اپنی ہچکیاں دباتی کہنے لگی. خوف سے دانت کٹکٹانے لگے تھے.

پلیز۔۔۔

ہمم۔۔۔ کیوں نا ہم اس وقت کو کارآمد بنائیں۔۔۔۔ وہ اس کے کان کے قریب ہوتا ذو معنی طریقہ سے کہنے لگا.

اس کی سانسنیں اپنے کان کی لو پر محسوس کرتی وہ نئے سرے سے کانپ اٹھی.

ھدیل چلاتے ہوئے ایک دم پلٹی اور اسے اپنی پوری طاقت سے دھکا دیا جس سے تبریز اس سے کچھ قدم دور ہو گیا اور کسی دیوانے کی طرح ہسنے لگا.

تم۔۔۔۔ تم۔۔۔ تم پاگل ہو گیا.

اس کی بات پہ وہ مزید ہنسنے لگا. اور پھر ایک دم خاموش ہو کر اپنی سرد آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا جو کسی بھی جذبہ سے عاری تھیں.

نہیں مائی ڈیئر۔۔۔۔ میں پاگل نہیں ہوں۔۔۔ میری حقیقت بس تم سے مختلف ہے۔۔۔

اتنی بات مکمل کرتے وہ طنزیہ مسکرایا تھا اور پھر اس کی طرف بڑھا.

ھدیل فورا بائیں طرف بھاگ گئی .

اتنے بڑے گھر میں کوئی تو اور راستہ ہو گا.

تم مجھ سے نہیں بچ سکتی۔۔۔۔ تب تک نہیں جب تک میں نا چاہوں۔۔۔

اسے اس کھیل میں اب مزہ آنے لگا تھا. ھدیل کا خوف تقویت بخشنے لگا تھا.

وہ سست روی سے ہاتھ جیب میں ڈالے سیٹی بجاتا ہوا اس سمت چلنے لگا جدھر ھدیل بھاگی تھی.

------

اس کے ہاتھوں بری طرح کانپ رہے تھے لیکن یہاں ہار ماننے کا مطلب سب کچھ تباہ کرنا تھا .
اور وہ ہار ماننے والوں میں سے نہیں بلکہ گر کے اٹھنے والوں میں سے تھی.

ہاں لیکن خوف اسے بھی لگتا تھا .

وہ شاید لاؤنڈری روم میں تھی. ھدیل نے خود کو اندر سے بند کر لیا تھا. اور ایک کونے میں زمین پہ بیٹھی رو رہی تھی.

اس کے والدین نے بھی کسی انجان پہ بھروسہ کرنے سے منع کیا تھا .
لیکن اس کا تجسس اس کی عقل پہ حاوی ہو گیا.

وہ تبریز کے قدم اور مختلف دروازوں کے کھلنے کی آواز سن سکتی تھی. اسے اپنے طرف بڑھتا سن کر ھدیل کی آنکھیں پھر سے بھیگنے لگی.

وہ ادھر ادھر کچھ بھی ایسا ڈھونڈنے لگی جس سے اپنی حفاظت کر پائے.

اچانک کسی آواز پہ چونک کر پلٹی .
بارش روشندان کے شیشے سے ٹکراتی بہہ رہی تھی. وہ آنکھیں پھیلائے اس روشندان کو دیکھنے لگی.

لیکن وہ اس کی پہنچ سے کافی اونچا تھا.

ایک سائیڈ پہ لگی واشنگ مشین کو وہ پوری طاقت سے روشندان کی طرف دھکیلنے لگی .

اس سے پیدا ہونے والی آواز نے تبریز کو متوجہ کیا تو وہ دروازہ کھولنے لگا لیکن لاک ہونے کی وجہ سے نہیں کھول پایا.

ھدیل۔۔۔۔ دروازہ کھولو۔۔۔

اس کا خون تیزی سے گردش کر رہا تھا حتی کہ وہ اسے سن سکتی تھی. ھدیل کے لئے یہ آر یا پار ہونے کا معاملہ تھا.

تبریز اب زور آمائی سے دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا تھا اور وہ واشنگ مشین پہ چڑھ کر روشندان کھولنے لگی.

دوسری طرف شاید لان تھا لیکن زمین اس روشندان سے کافی فاصلہ پر تھی.
وہ بہت مشکل سے روشندان سے نکلنے لگی .
تبریز دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوا اور ھدیل کی ٹانگ دبوچ لی اور اسے واپس کھینچنے لگا.

روشندان سے الٹا لٹکنے سے پانی اس کے ناک اور منہ میں داخل ہونے لگا تھا .
جب تبریز نے اسے واپس کھینچا تو وہ چیخنے لگی اور دوسرے پاؤں سے اس کے ہاتھ پہ مارنے لگی .

تبریز سے آزاد ہوتے ہی وہ گھومتی ہوئی گیلی گھاس پہ جا گری.

اس کی کمر پہ بہت بری چوٹ آئی تھی اور ایک سیکنڈ کے لئے تو وہ بھول ہی گئی کہ کہاں ہے.

بال اس کی چہرہ سے چپکنے لگے اور کپڑے کیچڑ سے بھر گئے.

وہ ہمت کرتی دوبارہ کھڑی ہوئی اور اندازے سے ہی صدر دروازے کی طرف بڑھنے لگی.

اسے باڑ اور اس کے دوسری طرف سڑک دکھی تو وہ آہستہ آہستہ اس طرف جانے لگی.

کسی کے بھاگنے کی آواز پہ وہ پلٹی تو تبریز پوری رفتار سے اس کی طرف آ رہا تھا .
وہ بھی باڑ کی طرف بھاگنے لگی لیکن پاؤں پھسلنے سے منہ کے بل گرنے لگی.

بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کا استعمال کرتے اس نے خود کو گرنے سے روکا اور پھر بھاگتی ہوئی باڑ پھلانگ گئی اور سڑک عبور کرتے ہوئے وہاں پہ موجود کچھ فاصلہ پہ دوسرے گھر کی طرف بھاگنے لگی تا کہ مدد حاصل کر پائے.

اچانک ہارن نے اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کروائی. کار اس کی اتنی قریب آ چکی تھی کہ وہ خود کو بچا نا پائی.

ڈرائیور نے گاڑی کا رخ پلٹنا چاہا لیکن وہ اسے ٹکر مارتی گزر گئی۔

ھدیل نے ایک سیکنڈ کے لئے خود کو فضا میں بلند پایا اور پھر ہوش سے بیگانہ ہو گئی.

--------

ھیلو ھدیل۔۔۔۔میں ڈاکٹر ندیم۔۔۔

اس نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی لیکن تیز روشنی سے انہیں دوبارہ موندھ لیا.

پ۔۔۔پانی۔۔۔

وہ خشک ہونٹوں پہ زبان پھیرتی بمشکل سرگوشی کرنے لگی.

اسے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کہاں ہے. اٹھنا چاہتی تھی لیکن ہل بھی نا پائی. اور خود کو ایک بار پھر اندھیر نگری میں پایا۔

----

ڈاکٹر صاحب اسے کب ہوش آئے گی.

اعظم صاحب نے پریشانی سے پوچھا اور اپنی بیگم دیکھا جس نے رو رو کر اپنا برا حال کر لیا تھا.

آپ گھبرائیں نہیں وہ خطرہ سے باہر ہیں فیالحال بیہوشی کی دعا کے زیر اثر ہے اب ہوش میں آئے گی تو آپ ملاقات کر لیجئے گا.

وہ ان کی بازو تھپتھپاتے چلے گئے تو اعظم صاحب واپس بیٹھ گئے.

گزشتہ روز جب نمرہ کے والد اسے کالج لینے گئے تو وہ کہیں نا ملی.

خراب موسم میں کئی گھنٹے تلاش کے عد بھی جب وہ نا ملی تو پولیس کی مدد لینے کا ٹھانا.

وہاں سے معلوم ہوا کہ ھدیل کے حلیہ کی ایک لڑکی ہوسپٹل میں داخل ہے وہ ایکسیڈنٹ کی وجہ سے زخمی حالت میں داخل کی گئی.

جب وہ یہاں پہنچے تو ھدیل کی حالت دیکھ کر تو ان کے پیروں تلے زمین نکلنے لگی.

اس کے کندھے میں فریکچر تھا اور دائیں ٹانگ بری طرح ٹوٹ گئی تھی اس کے علاوہ سر پہ ل ھی چوٹ آئی تھی.

اس وقت تک اسے ہوش نہیں آئی تھی. صائمی بیگم اپنے رشتہدار کے ساتھ وہاں پہنچی تو اپنی بیٹی کی حاپت زار دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیں.

نرس کا کہنا تھا کہ جو شخص اسے یہاں لایا اسی کی گاڑی کے سامنے اچانک آجانے سے یہ حادثہ وقوع پزیر ہوا.

اس کے کپڑے صائمہ بیگم کو دیئے گئے تو وہ خون اور کیچڑ سے بھرے ہوئے تھے جسے دیکھ کر وہ مزید رونے لگیں اعظم صاحب کی آنکھیں بھی نم ہونے لگیں لیہن وہ خود کو سنبھال گئے.

اس کے لباس سے کچھ تصاویر بھی بر آمد ہوئیں تھی. صائمہ بیگم انہیں کانپتے ہاتھوں سے دیکھنے لگیں.

وہ ھدیل کی تصاویر تھیں. کچھ میں وہ کالج نمرہ کے ساتھ تھی۔ اور کچھ میں ٹریننگ کر رہی تھی . اس کے علاوہ کچھ تصاویر ان کے گھر کی تھیں. پڑھائی کرتے ہوئے. ٹی۔ وی دیکھتے ہوئے . حتی کہ ایک تصویر میں وہ سو رہی تھی جبکہ دوسری میں لباس تبدیل کر رہی تھی.

انہیں دیکھ کر وہ مزید پریشان ہو گئیں. اعظم صاحب سے تو چھپا گئیں لیکن وہ شدت سے اپنی بیٹی کی سلامتی کے لئے دعا گو تھیں.

------

ھدیل کو جب ہوش آئی تو سب کچھ گھومتا ہوا محسوس ہوا.

کیسا محسوس کر رہی ہی اب آپ۔۔۔

ڈاکٹر چہرے پہ مسکراہٹ سجائے پوچھنے لگا.

مم۔۔۔ میں کہاں۔۔۔

آپ ہوسپٹل میں ہیں ھدیل۔۔۔ آپ کا بہت بری طرح ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔

ھدیل ذہن پہ زور دینے لگی تو اسے تبریز کے ساتھ گزرا ہوا ایک ایک خوفناک لمحہ یاد آنے لگا.

ھدیل۔۔۔ھدیل۔۔۔میری بچی۔۔۔

صائمہ بیگم نرس کے بتاتے ہی بھاگتی آئی تھیں۔

ماما۔۔۔۔

اپنی ماں کو دیکھتے ہی اس کی آنکھیں نم ہو گئیں اور وہ بے اختیار رونے لگی.

صائمہ بیگم کبھی اس کی پیشانی چومتی تو کبھی چہرہ.

کیا ہو گیا تمہیں ھدیل۔۔۔کہاں چلی گئی تھی تم۔۔۔

سنبھالیں خود کو بیگم۔۔۔

اعظم صاحب انہیں کندھے سے تھام کر کہنے لگے تو وہ خود کو سنبھالنے لگیں.

ھدیل میری جان۔۔۔آپ ٹھیک ہو جاؤ گی پریشان مت ہو۔۔۔

ان کے دل میں سوالات تو بہت تھے لیکن ابھی انہیں پوچھنے کا صحیح وقت نہیں تھا اس لئے اس کے ہاتھ پہ نرمی سے بوسہ لیتے ہوئے کہنے لگے.

نہیں بابا۔۔۔وہ۔۔۔وہ تبریز۔۔۔۔

ھدیل روتے ہوئے انہیں سب بتانے کی کوشش کر رہی تھی.

اس کا گلا کسی خاردار جھاڑی کی طرح تکلیف پہنچا رہا تھا لیکن وہ اسے بھی نظر انداز کرنے لگی.

اس کی پتلیاں خوف سے پھیل گئی تھیں.

ھدیل ہم بات کریں گے نا لیکن ابھی آپ آرام کرو.
وہ اس کی پیشانی نرمی سے چھوتے ہوئے کہنے لگے.

نہیں بابا... آپ کہیں مت جانا ورنہ وہ... وہ....
ھدیل بری طرح ہکلانے لگی.

ھدیل ہم یہی ہیں کہیں نہیں جا رہے...
صائمہ بیگم کی تسلی پہ وہ کچھ پر سکون ہوئی لیکن نگاہیں لگا تار جیسے کسی کو ڈھونڈ رہی ہوں.

--------

وہ آنکھیں بند کیئے آرام کر رہی تھی. جب اعظم صاحب صائمہ بیگم کے ساتھ وہاں داخل ہوئے.

جب سے اسے پتا چلا تھا کہ اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے اور وہ ایتھلیٹ نہیں بن سکتی تب سے اس نے چپ ہی سادھ لی تھی.

ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ وہ ٹھیک ہو جائے گی شوقیہ دوڑ بھی سکے گی لیکن اسے اپنا پیشہ بنانا اب ناممکن تھا.

ھدیل۔۔۔۔

ہم کچھ بات کرنا چاہتے ہیں.

وہ اعظم صاحب کی آواز پہ سر ہلا گئی.

بیٹا آپ اس دن کالج سے کہاں چلی گئی تھی۔۔۔۔

ان کے سوال پہ ھدیل نے رک رک کر الف تا ے سب حرف بہ حرف بتا دیا تھا.

بابا مجھے معاف کر دیں۔۔۔۔

میں جانتی ہوں کہ میں نے بیو قوفی کی لیکن مجھے لگا میں وہاں پھس جاؤں گی.

لیکن وہ بہت برا ہے۔۔۔۔م۔۔۔۔میں کالج نہیں جاؤں گی پلیز۔۔۔۔میں کہیں اور پڑھ لوں گی.

اس کی ہچکیاں ںندھنے لگیں تو وہ اسے خاموش کروانے لگے.

اس کا خوف بلاوجہ نہیں تھا.

کسی شخص نے ان کی بیٹی کے ساتھ اتنا برا کیا اور وہ کچھ بھینا کر پائے.

وہ اپنا سر تھام کر بیٹھ گئے اور پھر ایک فیصلہ کرتے اٹھ کھڑے ہوئے.

۔۔۔۔,۔۔۔

وہ جتنا عرصہ ہوسپٹل رہی کوئی نا کوئی لگاتار اس کے ساتھ ہوتا.

کبھی اس لے والدین تو کبھی نمرہ یا اس کی ماما تو کبھی ان کے دیگر رشتہدار.

آج وہ ڈسچارج ہو کر واپس آ رہی تھی.

جب گھر پہنچی تو نمرہ نے اپنی والدہ کے ساتھ مل کر سارا گھر سجا دیا تھا.

وہ بیساکھی اور اپنے والد کی مدد سے چلتی سب کچھ دیکھتے ہوئے مسکرانے لگی.

دیکھا اسے کہتے ہیں پیار۔۔۔۔۔ میں نے پاؤں تڑوایا اور اس نے ٹانگ ہی تڑوالی۔۔۔۔۔

نمرہ اسے تنگ کرنے لگی تو وہ ہلکا سا ہنس دی.

اعظم صاحب نے کئی بار ھدیل کو کئی بار تبریز پہ کیس کرنے کا کہا پر وہ اتنی خوفزدہ تھی کہ ہر بار انکار کر دیتی.

مجبوراوہ خاموش ہو گئے اور اس کے کالج سے رجوع کیا.

لیکن انہوں نے سرے سے ہی کچھ بھی ذمہداری لینے سے انکار کر دیا.

بلکہ ھدیل کا نام خارج کرنے پہ زور دیا جس پہ ھدیل کی کچھ ٹیچرز کے زور دینے پہ ایسا نا کیا گیا.

وہ ایک اچھی طالبعلم تھی اور اس کے ٹیچرز یہ نہیں چاہتے تھے کہ اس کا ایک سال ضائع ہو.

اس کی سائیکالوجی کی ٹیچر کا کہنا تھا کہ وہ جب تک مکمل ٹھیک نہیں ہو جاتی تب تک اس کے لئے نوٹس نمرہ بنادے گی.

وہیں ھدیل کا دل تو جیسے ہر چیز یہ اٹھ چکا تھا. اس کی خاموشی سب کو ہی کھلتی تھی .
اعظم صاحب کے لئے ایک بڑی مشکل یہ بھی تھی کہ تبریز کے والد نے اس کالج کو ترقیاتی کاموں کے لئے کافی پیسہ دیا تھا اور وہ ایک عقلمند شخص بھی تھا جس وجہ سے کوئی بھی اس بات کو قبول نہیں کر پا رہا تھا.

-----

آج اس ایکسیڈنٹ کو دو مہینہ گزر چکے تھے .
ایک ہفتہ تک ہوپٹل میں رہنے کے عد سے وہ گھر میں تھی اور اب مکمل طور پہ ٹھیک ہو چکی تھی.

ابھی وہ دوڑ تو نہیں سکتی تھی لیکن چلنے میں کوئی مسئلہ نہیں رہا تھا.

مری میں ہر سمت سردی کا راج تھا. اور سیاحوں کی آمدورفت بھی شروع ہو چکی تھی.

جب برفباری شروع ہوتی تو مشید بھیڑ ہو جاتی.

اس عرصہ میں وہ اپنے ٹیچرز سے رابطہ میں رہی تھی اور اون لائن کالسز لے رہی تھی.

اسے نوٹس مل جاتے تھے اور اسائنمنٹ کے ٹاپک بھی اور وہ انہیں بنا کر ای۔ میل کر دیتی۔

اس سب کا سہرہ بھی اس کی سائیکالوجی کی ٹیچر کے ہی سر پہ جاتا تھا یہ سب انہی کی کاوشوں کا نتیجہ تھا کہ اس کی تعلیم کا ایک سال ضائع ہونے سے بچ رہا تھا۔

وہ اکثر خواب میں خود کو اسی جگہ پاتی اور جاگ جاتی لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اس کے دورانیہ میں کمی آنے لگی تھی۔

وہ اپنی نئی اسائنمنٹ بنا رہی تھی جب ایک ای۔ میل کا نوٹس آیا۔

اسے کالج بلایا جا رہا تھا۔ کوئی اہم ڈاکومنٹ بھرنے تھے جس کے لئے اس کی موجودگی کا ہونا لازمی تھا۔

وہ پیشانی پہ بل لاتی اس ای۔ میل کو پڑھنے لگی۔
آئی۔ڈی اس کی ٹیچر کی تھی۔
وہ ہونٹ چباتے ہوئے انہیں انکار کرنے لگی۔

جب اسے ایک اور جواب موصول ہوا کہ اس کا مکمل خیال رکھا جائے گا اور اسے محض آدھے گھنٹے کے لئے آنا ہو گا۔

لیکن نمرہ نے تو اسے ایسا کچھ نہیں بتایا تھا .
وہ لیپ ٹاپ بند کرتی سیڑھیاں اترنے لگی .

ماما۔۔۔مجھے کالج بلا کریں ہیں۔۔۔کچھ ڈاکومنٹس ساین کروانے ہیں .

اس کے چہرہ پہ چھائی پریشانی انہوں نے بخوبی دیکھی تھی .

تو کیا ہوا ناھدیل۔۔۔بچہ کب تک ایسے گھر رہو گی۔۔۔
وہ محبت سے اسے دیکھتی کہنے لگیں .

لیکن مجھے ڈر لگتا ہے۔۔۔اگر اس نے پھر سے۔۔۔

نہیں ھدیل۔۔۔ایسا کچھ نہیں ہو گا۔۔۔

اور کس نے آنے کا کہا ہے۔۔۔۔
وہ سامان کی لسٹ کو ایک آخری بار دیکھتی پوچھنے لگیں .

میری سائیکالوجی کی ٹیچر۔۔۔وہ کہ رہی ہیں میں سیدھا کلاس میں آجاؤں اور سائن کر کے چلی جاؤں .

وہ بہت اچھی خاتون ہیں۔۔۔ہماری کتنی مدد کی اور اگر وہ بلا رہی ہیں تو واقعی کوئی اہم کام ہو گا نا۔۔۔

لیکن ماما۔۔۔ تبریز بھی وہیں ہو گا۔۔۔

وہ آنکھوں میں آیا پانی رگڑتی کہنے لگی تو صائمہ بیگم نے اسے دونوں کندھوں سے تھام لیا.

دیکھو ھدیل تم نے اس پہ کیس کرنے سے انکار کر دیا لیکن تم ساری زندگی اس کے خوف سے خود کو بند نہیں کر سکتی.

اور وہاں پہ تمہاری ٹیچر ہو گی۔۔۔ نمرہ ہو گی۔۔۔ باقی سٹوڈنٹس ہوں گے وہ کچھ نہیں کہ پائے گا۔۔۔ اور تم موبائل لے جانا اپنے ساتھ میں تم سب رابطہ میں رہوں گی.

ان کے سمجھانے پہ وہ مسکرا دی اور چلنے کو تیار ہو گئی.

جب وہ اپنے ڈاکومنٹس لے آئی تو وہ دونوں اس کے کالج کی طرف روانہ ہو گئیں .
وہ اسے کالج کے گیٹ کے سامنے چھوڑ کر خود اس وقت میں سامان لانے کا ارادہ رکھتی تھیں .
ھدیل خوفزدہ سی گیٹ کے پاس گئی اور پلٹ کر اپنی والدہ کو دیکھنے لگی.

تو صائمہ بیگم اپنے ہاتھ سے فون کا, اشارہ کرنے لگیں تو, اسے کچھ حوصلہ ہوا اور وہ اندر چل دی.

ارے بیٹا۔۔۔ آپ کو کوئی کام تھا کیا۔۔۔
چوکیدار اسے سہمی ہوئی دیکھ کر پوچھنے لگا.

جی۔۔۔ وہ مجھے فارم فل کرنا ہے۔۔۔

اچھا اچھا۔۔۔

وہ سر ہلاتے ہوئے واپس اپنی جگہ پہ چلے گئے تو ھدیل بھی اندر چلی گئی.

ہفتہ کا دن ہونے کی وجہ سے شاذونادر ہی کوئی اور سٹوڈنٹ اسے دکھتا.

جیسے جیسے وہ بلڈنگ کی طرف قدم بڑھاتی اس کی دھڑکن تیز ہوتی جارہی تھی اور وجود لرزنے لگا تھا.

ھدیل بار بار اپنے خشک ہونٹوں کو تر کرتی بلڈنگ میں داخل ہوئی اور اپنی کلاس کی طرف بڑھنے لگی.

دروازہ بند تھا. وہ اسے کھولتی ہوئی داخل ہوئی تو وہاں کوئی بھی نا تھا.

آخری اور پرانی بلڈنگ ہونے کی وجہ سے وہاں بلاوجہ کوئی اور سٹوڈنٹ کم ہی پایا جاتا تھا .
اور امتحانات شروع ہونے والے تھے جس وجہ سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہاں بھوت بسیرہ کئے ہوں.

وہ کچھ قدم لیتی اندر داخل ہوئی اور پھر رک کر ادھر ادھر دیکھنے لگی.

شاید وہ سٹام روم میں ہوں۔۔۔

یہ سوچتے ہوئے وہ پلٹی تھی جب وہ شخص اچانک اس کے سامنے آ گیا جس کی وجہ سے وہ اس کے ساتھ ایسا کچھ ہو گیا تھا.

تبریز بند دروازے کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا.

ہیلو مائی ڈیئر.

\---------

ت۔۔۔تب۔۔۔ تبریز۔۔۔۔

اوہ۔۔۔۔۔۔مجھے خوشی ہوئی کہ تم مجھے بھولی نہیں۔۔۔۔

وہ تمسخرانہ مسکراتا اس کی طرف بڑھنے لگا تو ھدیل نے اپنے آپ کو وہیں منجمد پایا.

وہ سسکنے لگی تو تبریز سر کو ٹیڑھا کرتا اسے غور سے دیکھنے لگا اور پھر اس سے دو قدم کے فاصلہ پہ رک گیا.

تم مجھ سے خوفزدہ ہو۔۔۔۔۔نائس۔۔۔۔

اب بتاؤ کیا تمہیں ابھی بھی مجھے جاننے کا تجسس ہے۔۔۔۔

وہ اس کے رخسار کو چھونے لگا تو ھدیل ایک دم اس سے دور ہوئی.

پ۔۔۔پلیز۔۔۔۔م۔۔۔مجھے کچھ نہیں جاننا.

اس کا جسم کانپنے لگا تھا.

کیوں کر رہے ہو یہ سب۔۔۔۔میں نے کیا بگاڑہ ہے تمہارا.۔۔۔۔

وہ چلانے لگی تھی کہ کوئی تو ہو گا جو اس کی آواز سنے گا.

ہاں ضرور تم سب جاننے کا حق رکھتی ہو.

وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اس کا چکر لگاتا پشت کی طرف آ کھڑا ہوا.

لیکن۔۔۔۔اس سے پہلے مجھے تم سے کچھ چاہئے.

وہ طنزیہ کہنے لگا تو ھدیل ایک لمحہ بھی ضائع کئے بنا دروازے کی سمت بھاگی لیکن تبریز نے اسے کمر سے دبوچ لیا.

وہ زور زور سے ہاتھ پاؤں مارنے لگی جس پہ وہ ہنس دیا .

تمہارا یہ جذبہ ہی تو مجھے اپنی طرف کھینچتا ہے۔۔۔لیکن بس اب بہت ہوا ھدیل۔۔۔میری بات سکون سے سنو.

ھدیل کو اس سے کچھ نہیں سننا تھا۔۔۔وہ لگاتار خود کو اس سے چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی اور اسی دوران اس کے سر کی پشت زور سے تبریز کی ناک پہ لگنے سے وہ آزاد ہو گئی اور پھر سے دروازے کی طرف بھاگنے لگی جب اس کا موبائل بجنے لگا.

ھدیل نے بھاگتے ہوئے اسے جیب سے نکالا لیکن تبریز نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا.

موبائل پر پکڑ کمزور ہونے کی وجہ سے وہ دور جا گرا.

اگر تم اپنی ان حرکات سے بعض نہیں آئی تو مجھ سے برا کوئی نا ہو گا.

وہ اسے اپنے سامنے کرتا ہوا دھاڑا تو ھدیل نے خوف کے زیر اثر اس کے منہ پہ زوردار طمانچہ رسید کیا.

جانے دو مجھے۔۔۔

وہ اپنی بازو کو آزاد کرواتی چیخی تھی تبریز نے اسے آگ برساتی نظروں سے دیکھا اور جھنجھوڑتے ہوئے اپنے سامنے کیا.

تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا.۔۔۔

وہ اسے دیوار کی طرف دھکیلتا کہنے لگا تو ھدیل اپنی ریڑھ میں ایک نیا خوف سرایت کرتا محسوس کرنے لگی.

-----

صائمہ بیگم کے بار بار فون کرنے پہ بھی جب ھدیل نے کوئی جواب نا دیا تو وہ پریشان ہونے لگیں.
ان کے پاس اس کی ٹیچر کا نمبر موجود تھا تو وہ انہیں فون ملانے لگیں.

ہیلو۔۔۔ آپ کون۔۔۔۔

میں ھدیل کی والدہ بات کر رہی ہوں۔۔۔۔ ھدیل آپ سے ملنے آئی تھی لیکن اب وہ میرا فون ریسیو نہیں کر رہی۔۔۔ میں جاننا چاہتی تھی کہ وہ کب تک مصروف رہے گی۔

دوسری طرف کچھ دیر خاموشی رہی اور پھر وہ پریشان سی گویا ہوئیں.

لیکن میں تو ھدیل سے نہیں ملی۔۔۔۔

ان کی بات پہ صائمہ بیگم کی پیشانی پہ پسینہ نمودار ہوا تھا وہ سامان گاڑی میں پھینکتی ہوئیں جلدی سے اس میں بیٹھیں.

لیکن آپ نے ای۔ میل کیا تھا اور اسے کوئی ڈاکومنٹ فل کرنے کے لئے بلایا تھا.

نہیں۔۔۔ میں نے کوئی ای میل نہیں کیا .

مقابل نے پریشانی سے کہا.

آپ کہاں ہیں۔۔۔۔

میں آفس ہوں۔۔۔۔

میری بیٹی آپ سے ملنے گئی تھی اسے ڈھونڈئے کیوں آئی سویرا اگر اسے کچھ ہوا تو میں آپ کو کسی قابل نہیں چھوڑوں گی۔۔۔۔

انہوں نے چلاتے ہوئے فون بند کیا اور کار اس کی کالج کی طرف موڑ لی .
راستہ میں وہ پولیس کو فون ملانے لگیں۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ اس اپنے حصار میں قید کرتا اس پہ جھکنے لگا تو ھدیل نے اپنی کوششیں مزید تیز کر دیں اور باقاعدہ مدد کے لئے چیخنے لگی.

اسے دھکا دیتی وہ خود سے دور ہٹانے لگی لیکن ڈیسک کے نوکے پہ اپنی ٹانگ لگنے سے وہ بری طرح کراہ اٹھتی اور گھٹنے کے بل گر گئی.

تبریز نے فورا جھکتے ہوئے اسے گود میں اٹھالیا تو وہ اپنی تکلیف فراموش کرتے چلانے لگی اور اس کے کندھوں پہ حملہ کرنے لگی.

اس نے غصہ میں ھدیل کو گرنے کے لئے چھوڑ دیا تو اس کا سانس اکھڑ گیا.

ابھی وہ سانس ہی درست کر رہی تھی جب تبریز نے اسے اپنے وجود سے ڈھک دیا.

اگر تم اسے مشکل بنانا چاہتی ہو تو۔۔۔۔

Be my Guest my Dear.

کیا بکواس ہے۔۔۔۔

اچانک دروازہ کھول کر اس کی سائیکالوجی کی ٹیچر وہاں داخل ہوئیں تو وہ انہیں دیکھتے ہوئے بولا.

تبریز یہ تم ک۔۔۔ کیا۔۔۔

انہیں اپنی آنکھوں پہ یقین نہیں ہو رہا تھا کہ ان کا اتنا قابل طالبعلم واقعی میں اس سب میں ملوث ہے.

وہ اس کی والدہ سے بات کرتے ہی اپنی کلاس کی طرف بھاگی تھیں.

چھوڑ دو اسے۔۔۔۔ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔۔

وہ غصہ میں چیخنے لگیں.

تو تبریز ھدیل سے دور ہوتا انہیں کسی وحشی کی طرح دیکھنے لگا.

وہ کسی دیوانے انسان کی طرف ہنس دیا.

دیکھو تو کون آئی ہے۔۔۔۔ جسے خود کو یہ ہوش نہیں ہوتا کہ اس کی بیٹی کہاں کس کے ساتھ منہ کالا کر رہی ہے.....

اس کے وحشی پن سے جہاں وہ حیران رہ گئیں وہیں ھدیل بھی زمین پہ گری منہ کھولے اسے دیکھنے لگی.

انہوں نے قریب پڑی کرسی اٹھا کر اڈے مارنی چاہی تو تبریز نے ایک ہاتھ سے وار روکتے ہوتے اسے پکڑ کر دیوار پہ دے مارا.

اچانک پولیس سائرن کی آواز پہ وہ کچھ دیر وہاں منجمد رہا اور ھدیل ہمت کرتی وہاں سے اٹھی اور پھر لنگڑاتی ہوئی اپنی ٹیچر کے پیچھے جا کھڑی ہوئی.

اگلے ہی لمحہ ان کا موبائل بجنے لگا اور کچھ ہی دیر میں اس کی والدی پولیس کے ساتھ وہاں موجود تھیں.

جبکہ اس سب کے دوران وہ بغیر کسی خوف کے وہاں کھڑا ھدیل کو دیکھ کر مسکراتا رہا.

ھدیل نے جب کانپتے ہوئے نظریں اونچی کیں تو تبریز نے ایک آنکھ دبالی۔

--------

وہ خود کو ایک کمرے میں بند کر چکی تھی .

اس کے بابا نے تبریز پہ کیس کیا تھا.

جس میں ھدیل سے زیادتی کرنے کی کوشش کرنے کا الزام سر فہرست تھا.

جس طرح وہ تبریز کے ساتھ پائی گئی تھی یہی تصور کیا گیا تھا کہ وہ اس سے زبردستی کی کوشش کر رہا تھا.

وہیں اعظم صاحب کی لاکھ کوشش کے باوجود اس کے خلاف کوئی ثبوت یا گواہ نا مل سکا.

جب کالج کے مالی کو عدالت میں پیش کیا گیا تو اس نے صاف کہ دیا کہ اس نے ھدیل کو بھاگتے ہوئے روکا تھا لیکن اس کا پیچھا جرتے کسی کو نہیں دیکھا.

اسی طرح ھدیل کا ایکسیڈنٹ جس کی کار سے ہوا اس کا بھی یہی جواب تھا کہ اس نے وہاں کسی دوسرے کو نہیں دیکھا.

جب ھدیل کو عدالت میں پیش ہونے کا کہا گیا تو وہ اس کے سامنے جانے سے اتنی خوفزدہ ہوئی کہ انکار کر دیا.

وہ اس کا سامنہ اور پھر اس کے خلاف گواہی دینے کی ہمت نہیں رکھتی تھی .

اعظم صاحب کی ناراضگی پہ وہ وہاں پیش ہوئی اور بمشکل کانپتے ہوئے سب بتا دیا.

وہیں اس کی ٹیچر نے کسی وجہ پہ تبریز کے خلاف عدالت میں پیش ہونے سے انکار کر دیا.

وہ ایک امیر شخص تھا بہترین وکیل اس کا کیس لڑ رہے تھے اور ھدیل کے پاس کوئی گواہ ںا تھا.

اس کے وکیل نے ھدیل کی نفسیاتی ڈاکٹر کو عدالت میں بلایا اور اسے ناتو صرف پاگل ثابت کیا بلکہ یہ الزام بھی لگایا کہ وہ اس کے موکل کی دولت سے متاثر ہو کر اسے اپنی اداؤں سے رجھانا چاہتی تھی.

اور جب ایسا نا ہوا تو وہ اسے اکیلے میں پا کر یہ سب منصوبہ بنا لیا.

خود پہ اتنے گندے الزام سن کر وہ روتی رہی لیکن عدالت نے اسے باعزت بری کر دیا.

اس وقت اس کے چہرے پہ پھیلی وہ تمسخرانہ مسکراہٹ وہ کبھی نہیں بھول سکتی تھی.

---------

اسے یونیورسٹی سے نکال دیا گیا تھا.

اس کے باوجود کہ اس کا پراجیکٹ سب بہترین تھا.

اس کے کئی مخالف تھے اور اس پہ بنے کیس کی وجہ سے اس کے خلاف یہ ایکشن لیا گیا حتی کہ وہ باعزت بری ہو چکا تھا.

ھدیل نے اس کی توجہ اپنی سمت اسی دن مبذول کروالی تھی جب وہ اپنے کالج کے پہلے دن اس سے ٹکرائی تھی.

اس کی معصومیت اور قابلیت سے متاثر ہوتے تبریز نے اسے اپنا محرک بنانے کا فیصلہ کیا.

انسانی رویہ کو جاننے کا سب سے بہترین راستہ کیا تھا.------

کہ وہ کسی انسان کا رویہ آزماتا.

اس نے ھدیل پہ تجربہ شروع کیا تو ہر بار اس کا کی دلچسپی بڑھتی چلی گئ .

اس کی حرکات اڈے محظوظ کرتیں.

وہ اسے کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا .

جب وہ اسے گھر لایا تو اسے سب کلیئر کرنا چاہتا تھا.

جب اسے الماری میں چھپا دیکھا تو اس کی حرکت پہ محظوظ ہوتے تبریز نے اسے کچھ دیر اسے مزید تنگ کرنا چاہا.

لیکن اسے ھدیل سے اتنے طاقتور جواب کی امید نہیں تھی .

وہ سڑک کی طرف بھاگی تو تبریز اسے روکنے کے لئے گیا لیکن وہ حادثہ کا شکار ہو گئ.

وہ اسے روز پریکٹس کرتے ہوئے دیکھتا تھا .

اس کا اٹھتا ہر قدم تبریز کو اپنے سحر میں جکڑتا جاتا تھا.

وہ اب ایتھلیٹ نہیں بن سکتی تھی اس کا افسوس تھا اسے .

وہ اس کی ٹیچر کا اسسٹنٹ تھا .

با آسانی ان کا اکاؤنٹ استعمال کرتے ھدیل کو کالج بلا لیا.

وہ اڈے بتانا چاہتا تھا کہ اس کا پراجیکٹ مکمل ہو چکا ہے اور اسے گھر میں بند رہنے کی ضرورت نہیں.

لیکن اس کی بات سننے کی جگہ وہ پاگل ہونے لگی .

اسے اپنی بات کہنے کا موقع بھی نا ملا تھا جب اس کی وہی ٹی ر وہاں آگئی اور اس پہ حملہ کر دیا.

غصہ میں اس نے بھی اس عورت کو باور کروایا کہ وہ اپنی بیٹی پہ بھی نظر رکھے .

لیکن ھدیل نے اس پہ زبردستی کا کیس کیا.

ایسا تو وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا جو الزام اس پہ لگایا گیا.

اس یونیورسٹی سے نکالا گیا تو تبریز کو اپنی ساری محنت خاک ہوتی نظر آئی .

یہ سب اس ھدیل کی وجہ سے تھا. اگر وہ اس کی بات سن لیتی تو ایسا نا ہوتا.

اس نے یونیورسٹی کا نوٹس برباد کر دیا.

آج نہیں۔۔۔ کل نہیں۔۔۔۔ لیکن جب تمہیں اس کی کوئی امید نا ہو گی تب ھدیل۔۔۔۔۔ تب میں تمہاری شندگی میں ایسے واپس آؤں گا کی تم تا حیات پچھتاؤ گی.

--------

ھدیل۔۔۔۔۔۔ تم واپس کالج کیوں نہیں آتی۔۔۔۔۔

وہ صوفے پہ بیٹھی ٹی۔وی کے چینل مسلسل بدل رہی تھی .

تم جانتی ہو کیوں نہیں۔۔۔۔۔ سب یہی کہتے ہیں کہ میں نے اسے پیسوں کے لئے پھسانا چاہا.

لیکن ہم تو جانتے ہیں نا کہ ایسا نہیں ہے ھدیل تو پھر۔۔۔۔

نکرہ اس کے ہاتھ تھامتے کہنے لگی.

کیا اس سے فرق پڑتا ہے۔۔۔۔

بابا اور ماما کے لئے سب کتنا مشکل ہو گیا ہے۔۔۔۔

جانتے ہو پچھلے ایک مہینے میں مجھے سو خطوط ایسے موصول ہو چکے ہیں جن میں یا تو مجھے برا بھلا کہا گیا ہے یا تو تبریز ہونے کا دعوی.

یہاں سب مجھے ہی قصوروار سمجھتے ہیں اور اس طرح سے مجھے تکلیف پہنچا رہے ہیں.

لیکن تمہارا یوں قید ہو جانا آنٹی انکل کو تکلیف دے رہا ہے۔۔۔ کیا تم ان کے لئے بھی یہ نہیں کر سکتی.

ان کا سوچتی ہوں اسی لئے تو خود کو قید کر رکھا ہے. مجھے دیکھتے ہی سب فقرے کسنے لگتے ہیں یا سرگوشیاں. اس لئے بہتر ہے کہ میں گھر ہی رہوں.

اور ویسے بھی میں اس کالج نہیں جا سکتی.

نمرہ تھوڑی دیر خاموش رہی اور پھر بولنے لگی.

میں اس بارے میں کچھ کہنا تو نہیں چاہتی تھی لیکن سنا ہے کہ وہ یہاں نہیں ہے۔۔۔
ھدیل پیشانی پہ بل ڈالے اسے دیکھنے لگی.

کیا مطلب۔۔۔۔

مطلب یہ کہ وہ کہیں چلا گیا ہے۔۔۔ کیا گیا ہے کسی کو نہیں پتا لیکن وہ اب یہاں مری نہیں ہے۔۔۔ اس لئے تمہیں کالج آنے سے کوئی مسئلہ نہیں ہونا چاہیئے.

اور اگر وہ واپس آ گیا تو۔۔۔۔ اور ویسے بھی بات صرف اس کی نہیں ہے.

تو تم کیا اپنا سال ضائع کرو گی۔۔۔
اب وہ ھدیل کی اس ضد سے جھنجھلا اٹھی تھی.

نہیں۔۔۔۔میں نے پرائیویٹ پڑھنے کا ارادہ کیا ہے۔۔۔۔اس سے میرا سال ضائع نہیں ہو گا.

وہ اپنے بازو ٹانگوں کے گرد حمائل کرتی ہوئی بولی.

نمرہ کو یقین نا آرہا تھا کہ اس کی دوست وقاعی اب اس کے ساتھ نہیں جائے گی .
اس کی آنکھیں پانی سے بھرنے لگیں تو وہ ھدیل کو دھکا دیتی اٹھ کھڑی ہوئی.

دفعہ ہو تم۔۔۔یہیں مر جانا۔۔۔

وہ تیز تیز ادم اٹھاتی وہاں سے چل دی اور ھدیل اداسی سے اسے دیکھتی رہی .
وہ ابھی نہیں سمجھ رہی تھی لیکن اس کی نمرہ سے دوستی اس کے لئے ہی نقصان دہ ہوتی اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس پر بھی ایسے الزام لگیں.

------

وقت دوسروں کے لئے پر لگا کر اڑنے لگا تھا لیکن ھدیل کے لئے وہ کچھوے کی مانند تھا.

نمرہ ابھی بھی اس سے ملنے آتی لیکن اب اس کی نئی دوستیں بن گئی تھیں .
وہ ابھی بھی اکٹھے پڑھتیں لیکن اب نمرہ اس کو ہر بات نہیں بتاتی تھی.

تبریز واقعی وہاں سے چلا گیا تھا. اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں گیا۔ زندہ بھی ہے یا نہیں.

آہستہ آہستہ لوگوں کو چغلیاں کرنے کے نئے سے نئے مواقع ملنے لگے تو اس کا قصہ پرانا ہوتا گیا.

انہیں ابھی بھی بیوقوفی سے بھرے خطوط ملتے جن میں اسے ڈرانے کی کوشش کی جاتی لیکن وہ صاف پہچان سکتی تھی کہ یہ تبریز نہیں ہے.

نجانے انہیں تکلیف میں دیکھ کر دوسروں کو کیا خوشی ملتی تھی.

اس نے گھر رہ کر ہی تیاری کی اور انٹر میں بہترین نمبر سے کامیابی حاصل کی.

وہ اب ایتھلیٹ تو نہیں بن سکتی تھی اس لئے نفسیات کی ماہر بننے کا فیصلہ کیا.
اصل میں تو وہ یہ جاننا چاہتی تھی کہ تبریز ایسا کیوں تھا اور اس نے ایسا کیوں کیا.

بابا۔۔ ماما مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔۔۔

وہ ان سے کچھ فاصلہ پہ کھڑی اپنی انگلیاں مروڑتے ہوئے کہنے لگی.

خبریں دیکھتے ہوئے اعظم صاحب اپنی دختر کو دیکھنے لگے.

آؤ شاباش یہاں میرے پاس بیٹھو۔۔۔۔
وہ مسکراتے ہوئے اسے اپنے پاس بیٹھنے کا کہنے لگے تو وہ جھجھکتے ہوئے ان کے پاس چلی گئی.

بابا۔۔ میں نے یونیورسٹی داخلہ لینے کا فیصلہ کیا ہے.

اعظم صاحب کو ایک خوشگوار حیرت ہوئی اور وہ صائمہ بیگم کو دیکھنے لگی جو مسکراتے ہوئے اپنا کام چھوڑتی ان کے سامنے آ بیٹھیں.

یہ تو تم نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے ھدیل۔۔۔۔
وہ مسکراتی ہوئی اپنی بیٹی کو دیکھنے لگیں.

میں تو سوچ ہی رہا تھا تم سے بات کروں کیونکہ ایڈمیشن بند ہونے میں دو تین دن ہی رہ گئے ہیں.

اس کے بابا کو فوراً سے اس کے ایڈمیشن کی فکر ستائی تھی تو وہ مسکرا دی.

لیکن بابا۔۔۔۔ میں یہاں نہیں بلکہ راولپنڈی کی کسی یونیورسٹی میں ایڈمیشن لینا چاہتی ہوں۔

وہ التجائیہ نظروں سے ان دونوں کو دیکھتے گویا ہوئی.

اس کی بات پہ وہ دونوں ہڑبڑائے تھے .
لیکن بیٹا راولپنڈی۔۔۔۔۔

پلیز بابا۔۔۔۔ میں یہاں نہیں جا سکتی. وہاں مجھے کوئی نہیں جانتا ہو گا. میں سب نئے سرے سے شروع کروں گی.

ھدیل لیکن تم اتنی دور کیسے رہو گی تم دو سال سے گھر سے نہیں نکلی.

ماما میں وہاں ہوسٹل میں رہوں گی اور راولپنڈی زیادہ دور بھی تو نہیں ہے آپ جب چاہیں ملنے آ سکتے ہیں اور میں بھی چھٹیوں میں آتی رہوں گی .

پلیز ماما۔۔۔۔ بابا۔۔۔۔۔

نہیں ھدیل مجھے نہیں لگتا۔۔۔۔۔۔

ٹھیک ہے ھدیل ہم کل ہی جائیں گے تمہارا ایڈمیشن کروانے.

وہ صائمہ بیگم کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگے.

اعظم صاحب۔۔۔۔

بیگم اگر اس نے یہ فیصلہ کیا ہے تو کچھ سوچ کر ہی کیا ہو گا.ہمیں اس کا ساتھ دینا چاہئیے.

مجھے آپ باپ بیٹی کی کوئی سمجھ نہیں آتی جو دل کرے کریں میں ہوتی کون ہوں کچھ کہنے والی.

وہ خفا ہوتی اٹھ کھڑی ہوئیں تو ھدیل نم آنکھوں سے انہیں دیکھنے لگی.

اعظم صاحب نے اس کا سر اپنے کندھے پہ رکھ لیا اور تھپتھپانے لگے.

گھبراؤ نہیں وہ بھی مان جائیں گی.

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اگلے دن ہی وہ تینوں اور نمرہ راولپنڈی ھدیل کے ایڈمیشن کے لئے روانہ ہوئے.

نمرہ۔۔۔ نمرہ ناراض مت ہو یار۔۔۔

وہ دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھیں.

تم نے میرے ساتھ ایڈمیشن نہیں لیا لیکن راولپنڈی رہ لو گی بات مت کرو مجھ سے۔۔۔

یار تم سمجھو نا۔۔۔ وہاں مجھے کوئی نہیں جانتا تو میرے لئے آسانی ہو گی.

بس کرو بات مت کرو ابھی میں بہت غصے میں ہوں .

وہ بھیگے ہوئے لہجہ میں کہنے لگی تو ھدیل خاموش ہو گئی .

--------------

ایڈمیشن فارم جمع کروا کر وہ لوگ واپس آ گئے تھے .

سارے راستہ وہ نمرہ کو مناتی رہی. جب اعظم صاحب نے اسے اس کے گھر اتارا تب بھی اس نے ھدیل سے بات نا کی.

دو دن بعد میرٹ لسٹ میں ھدیل کا نام سر فہرست رہا تو اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نا رہا.

ان سب کے لئے یہ ایک مشکل فیصلہ تھا لیکن اس کا تعلق ھدیل کی آنے والی زندگی سے تھا.

کچھ ہی روز میں اسے راولپنڈی کے لئے روانہ ہونا تھا.

ماما مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ کیا لے کر جاؤ اور کیا نہیں .

وہ بیڈ پر سب کچھ پھیلائے بوکھلائی سے بولی.

صائمہ بیگم خفیف سا مسکرا دیں کتنے عرصے بعد انہیں اپنی ھدیل دکھی تھی. شاید راولپنڈی جانے کا فیصلہ درست ہی تھا.

ابھی تو گرمی ہے تو تم اسی حساب سے سامان رکھنا.

وہ سر ہلاتی بیگ میں سامان رکھنے لگی تو صائمہ بیگم اس کے قریب آ بیٹھیں.

ہم تمہیں بہت یاد کریں گے۔۔۔۔ اپنا بہت خیال رکھنا .
وہ اس کے سر پہ تھپکی لگاتے کہنے لگیں.

ماما میں بھی آپ کو بہت یاد کروں گی۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔

اعظم صاحب اور صائمہ بیگم اس کے ساتھ ہی آئے تھے .
ہوسٹل کی جانچ کر کے انہیں کچھ تسلی ہوئی تو اشک بار آنکھیں لئے واپس آ گئے.

بس بھی کریں موم ڈیڈ۔۔۔ میں کوئی بچی تو نہیں اور یہاں اکیلی تھوڑا ہوں آپ کا وہ بھتیجا بھی تو میرے ساتھ ہے.

ھدیل اپنے سامان کے ساتھ ہوسٹل کے کمرے میں داخل ہوئی تو ایک نسوانی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی.

ھدیل نے کھلے دروازے سے اندر جھانکا تو اس کی ہم عمر لڑکی ایک ہاتھ میں فون تھامے دوسرے ہاتھ سے تیزی سے سامان بیگ سے نکال رہی تھی.

جی۔۔۔ میں اپنا پورا خیال رکھو گی اب آپ کال کٹ کریں مجھے سامان سیٹ کرنا ہے.

وہ الوداع کہنے لگی تو ھدیل اپنا بیگ کھینچتی کمرے میں داخل ہوئی.

اس لڑکی نے ایک لمحہ کے لئے اس دیکھا اور پھر ھدیل کی سمت بڑھنے لگی.

میں عکاشہ۔۔۔۔ اور تم۔۔۔

وہ مصافحہ کے لئے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہنے لگی.

اوہ۔۔۔ اممم۔۔ میں ھدیل ہوں۔۔۔۔

ھدیل مصافحہ کرتے ہوئے مسکراتی کہنے لگی.

لگتا ہے ہم دونوں یہ کمرہ شیئر کرنے والے ہیں۔۔۔ شکر ہے کہ تم میری روم میٹ ہو.

وہ ھدیل کو پاؤں سے سر تک دیکھتی کہنے لگی اور پھر سے اپنے کام میں مصروف ہوگئی.

کیا مطلب۔۔۔ ھدیل نا سمجھی سے پوچھنے لگی اور مخالف بیڈ پہ بیٹھ گئی جس کا بستر اس کی پسند سے زیادہ سخت تھا.

مطلب یہ کہ تم میری پرانی روم میٹ کے جیسی نہیں ہو۔۔۔اس کا پوچھو مت۔۔۔اف۔۔۔۔ کتنی مشکل سے میں نے گزارا کیا.

اس کے تاثرات پہ وہ بے اختیار مسکرائی تھی. تو تم پہلے بھی ہوسٹل میں رہتی تھی.

ہاں۔۔۔ میں جہاں رہتی ہوں وہاں کالج یا یونیورسٹی نہیں ہے تو مزید پڑھائی کے لئے میں یہاں آ گئی اپنے کزن کے ساتھ.

اوہ۔۔۔

اور تم۔۔۔۔۔ تم جہاں رہتی ہو کیا وہاں بھی کوئی یونیورسٹی نہیں۔۔۔

اس کے سوال پر ھدیل چونکی تھی .

نہیں۔۔۔ ایسا نہیں ہے۔۔۔ میں صرف بڑے شہر میں پڑھنا چاہتی تھی.

اس کے ذہن میں جو بہانہ بن سکا وہ کہ گئی .

ہمم۔۔۔ تو تم کس کلاس میں ہو۔۔۔۔

میں نے گریجویشن میں ایڈمیشن لیا ہے۔۔۔

بہترین۔۔۔۔ میں نے بھی۔۔۔۔ نفسیات۔۔۔۔ معاشیات۔۔۔۔ اور شماریات.

ھدیل ہنسنے لگی۔۔۔ اور میں بھی۔۔۔۔ لیکن میں شماریات نہیں عمرانیات پڑھ رہی ہوں.

وہ دونوں قہقہہ لگا اٹھیں تو ھدیل کا فون بجنے لگا .

سکرین پہ اس کیلیے والد کا نمبر جگمگا رہا تھا.

------

پہلے دن جب وہ یونیورسٹی گئی تو کافی پریشان تھی.

اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی بھی کونے سے تبریز نکل آئے گا اور اس پہ حملہ کر دے گا.

عکاشہ نے اس کا خوف روایتی ہچکچاہٹ سمجھا اور اس سے باتیں کرے لگی.

اس کی ملاقات اس کے کزن سے بھی ہوئی جو کہ بزنس پڑھ رہا تھا .

اس نے عکاشہ کو اس کا شیڈول تھمایا اور چلا گیا.

دل میں وہ دعا گو تھی کہ یہ موڑ اس کی زندگی میں خوشیاں لائے گا.

وہ کلاسز لے کر جب واپس پہنچتی تو کچھ دیر آرام کرتی اور پھر یونیورسٹی کا کام کرنے لگتی.

مختصر عرصے میں ہی عکاشہ کی وجہ سے اس کے بھی کئی دوست بن گئے تھے لیکن وہ پہلے جیسی نہیں رہی تھی.

شروعات میں تو سب کو شک کی نظر سے دیکھتی. اس کے لئے کسی پہ بھی بھروسہ کرنا بہت مشکل تھا.

ان کے ساتھ کہیں بھی تفریح کے لئے جانے سے وہ ہمیشہ انکار کر دیتی .

پہلے پہل تو نمرہ اور اپنے والدین سے روز بات کرتی پھر جیسے جیسے مصروفیات بڑھتی گئی اس دورانیے میں فرق آتا گیا.

اپنے والدین سے تو دو تین دن کے وقفے سے بات کرتی رہتی لیکن نمرہ سے کبھی کبھی ایک ایک مہینے تک بات نا ہوتی.

وہ بھی اپنی زندگی میں مصروف ہو چکی تھی. دونوں نے نئے دوست بنا لئے تھے .

عکاشہ سے اس کی کافی اچھی دوستی ہو چکی تھی. اسے وجہ سے اس کے کزن سے بھی اکثر ملاقات ہو جاتی.

آہستہ آہستہ وہ اپنے ساتھ ماضی میں ہوئے اس حادثہ کو بھلانے لگی اور شوقیہ طور پہ رننگ بھی شروع کر دی تھی.

راولپنڈی آنے کا اس کا فیصلہ بہترین تھا. وہ زندگی کی طرف پھر سے پلٹنے لگی تھی.

---------

اپنی آواز پہ قابو رکھو تبریز خان۔۔۔ میں تمہاری زر خرید نہیں۔۔۔۔

زر خرید نہیں۔۔۔ لیکن میری بیوی تو ہو.۔۔۔۔

اور میں یہ ہرگز برداشت نہیں کروں گا۔۔۔۔

تو مت برداشت کرو۔۔۔ تمہاری پرواہ ہے کسے۔۔۔ طلاق کیوں نہیں دے دیتے مجھے۔۔۔۔

وہ اپنے کمسن بھائی کو گود میں لئے آج پھر اپنے والدین کو جھگڑتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔
یہ اب معمول بن چکا تھا اور اسے پہلے کی طرح خوفزدہ نہیں کر رہا تھا اس لئے وہ پرواہ کئے بنا اپنے چھوٹے بھائی کو فیڈر پلا رہا تھا۔

طلاق۔۔۔ تمہیں لگتا ہے میں تمہیں طلاق دے دوں گا تاکہ تم کھلے عام اپنے عاشق سے عیاشی کرتی پھرو تو تم غلط ہو۔۔۔

وہ اپنے باپ کو غصہ سے سرخ ہوتے دیکھ رہا تھا۔

اس کی ماں ہمیشہ کی طرح انہیں اکیلا چھوڑ کر اپنے محبوب کے ساتھ چلی گئی تھی۔
اور اس کی دایا کو فکر کب تھی۔

وہ تو بھوک برداشت کر لیتا تھا لیکن اس کا ننھا بھائی بھوک سے رونے لگتا تھا۔

اگر تم طلاق نہیں دو گے تو بھی میں یہی کروں گی۔

اس کی بات مکمل ہوتے ہی تبریز نے ایک ہما کو ایک طمانچہ جڑ دیا تھا۔

اس نے آج پہلی بار اپنی بیوی پہ ہاتھ اٹھایا تھا۔

خبر دار۔۔۔۔ ہما۔۔۔۔ میں ہر چیز برداشت کر سکتا ہوں لیکن میری غیرت کو مزید آزمائش میں مت ڈالو.

وہ ابھی تک چہرے پہ ہاتھ رکھے بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی .

تم۔۔۔ تم نے مجھ پہ ہاتھ اٹھایا۔۔۔۔۔ مجھ پہ۔۔۔۔۔۔

وہ کسی دیوانہ کی طرح بول رہی تھی .

تبریز کی طرف بڑھتے اس کا گریبان اپنے ہاتھوں میں تھام لیا تو تبریز نے اسے ایک جھٹکے سے خود سے جدا کیا.

ہما لمبی ہیل پہ خعد کو سنبھال نا پائی اور فرش پی گرتی چلی گئی.

بہتر ہے اس گھر میں اپنا مقام سنبھالو. اپنی اولاد کی پرورش کرو۔۔۔۔

وہ ان دونوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دھاڑے تھے جبکہ ہما اسے خون ہوتی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی.

میں بھی کس بیوقوف عورت سے امید وابستی کر رہا ہوں.

وہ حقارت بھری نگاہ اس پہ ڈالتا چلا گیا تو ہما نفرت سے ان دونوں کو دیکھنے لگی.

تم دونوں۔۔۔ تم دونوں کی وجہ سے وہ مجھے طلاق نہیں دے گا.

وہ اسے کھینچتے ہوئے اپنے سامنے کرتی چلائی تھی .

فیڈر اس سے چھوٹ کر فرش پہ گرا تو وہ ننھا بچہ رونے لگا.

خاموش۔۔۔۔ خاموش ہو جاؤ تم۔۔۔۔۔

وہ اس ننھے بچے کو بے دردی سے جھنجھوڑنے لگی تو وہ ہما کو دھکا دیتا اس سے دور ہونے لگا.

چھ سال کے اس بچے کی طاقت اس نے بخوبی محسوس کی.

تو۔۔۔ مجھ پہ ہاتھ اٹھائے گا مجھ میں۔۔۔۔

جنونی کیفیت میں اس نے اس کے چہرہ پہ اتنی زور سے تھپڑ لگایا کہ وہ دونوں زمین بوس ہو گئے.

اپنے اس گھٹیا باپ کی طرح بنے گا۔۔۔۔ مجھ پہ ہاتھ اٹھائے گا۔۔۔۔۔

وہ کھڑی ہوتی اس پہ اپنے نوکدار جوتے سے حملہ کرنے لگی .

جب کہ وہ اپنے بھائی کو اپنے جسم سے حفاظت بخشتا ہونٹ بھینچ گیا.

جب ہما تھک گئی تو دایا کو ان دونوں کو ان کے کمرے میں لیجانے کا حکم دیتی چل دی .

اس سب کے دوران بھی اس پانچ سالی بچہ کے منہ سے کوئی سسکی نہیں نکلی اور نا کوئی آنسو.

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

ایک کے بعد ایک سال گزرنے لگا تھا.

وقت جیسا بھی ہو گزر ہی جاتا ہے. اس وقت کے ساتھ ساتھ گھاؤ بھرنے لگتے ہیں.

اس کے بھی بھرنے لگے تھے .

وہ پھر سے دوسروں پہ بھروسہ کرنے لگی تھی. عکاشہ کے ساتھ اس کی اچھی دوستی ہو چکی تھی اور نمرہ کہیں راستہ میں چھوٹ گئی تھی.

خوداعتمادی بحال ہوئی تو مشکلات مزید آسان ہو گئیں .

اعظم صاحب اور صائمہ بیگم دونوں ہی خوش تھے.

وہ اکثر ہی چھٹیاں ان کے ساتھ گزارتی اور جب وہ مری نا جا پاتی تو اس کے والدین راولپنڈی آ جاتے.

چار سال گزر گئے تھے تبریز کو وہ بھلا چکی تھی لیکن پھر بھی ذہن کے کسی گوشہ میں وہ مقیم تھا .

لاشعوری طور پہ وہ ابھی بھی اس کے حصار میں تھی.

ایم۔فل میں ایڈمیشن لینا کسی خواب کے پورے ہونے کی مانند تھا .

عکاشہ اور دونوں ساتھ تھے .

باقی طالبعلم کی طرح وہ بھی خوش تھی جب ایک سال بعد نمرہ کا نام اپنے موبائل پہ دیکھتی ایک خوشگوار حیرت نے اسے جکڑ لیا.

------

بابا----بابا-----دیکھو وہ اسے لیجا رہی ہے----بابا---

چھوڑو میرے بھائی کو----نہیں لیجانے دوں گا اسے------

وہ اپنے نئے شوہر کے ساتھ آئی تھی اور اس روئی کے گولے کو لیجا رہی تھی.

نہیں لیجانے دوں گا---

ہذیانی کیفیت میں اس نے اسے مزید جکڑ لیا تو وہ رونے لگا.

چھوڑو اسے چھوڑ---

ہما نے اس کا چہرہ جکڑتے ہوئے اس روتے ہوئے بچے کو چھین لیا .

جانتے ہو تمہیں میں اپنے ساتھ کیوں نہیں لیجا رہی---کیونکہ تم یہاں اکیلے سڑنے کے قابل ہو---اور نفرت ہے مجھے تمہاری اس چیخ و پکار سے.

وہ ناخنوں سے اس کے چہرے پہ نشان چھوڑتی غصہ سے بولی جبکہ وہ ہاتھ پاؤں چلاتا اپنی تکلیف سے بے خبر اپنے بھانجے کے لئے آہ و بکا کرتا رہا.

چلیں میری جان---

اس بچے کے حصے میں آنی والی جائیداد پہ اب صرف ہمارا حق ہو گا----

عدیل خباثت سے مسکراتا ہما کو کہنے لگا--

ہاں۔۔۔۔اگر اس تبریز نے مجھے جائیداد سے عاق نا کیا ہوتا تو میں کبھی اس کو بھی نا لیجاتی.

گھر اتی کیوں ہو کسی بھی کونہ میں پڑا رہے گا.

وہ دونوں مسکراتے ہوئے اس روتے ہوئے بچے کے ساتھ چلے گئے .

جبکہ پانچ سالہ وہ بچہ اس حویلی میں چند ملازموں کے ساتھ اکیلا پڑ گیا.

اچانک اس کی آنجھ کھلی تو وہ پسینے سے شرابور اٹھ بیٹھا.

رات کے اندھیرے میں اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرنے لگا.

پاکستان میں اس وقت دن کا وقت ہو گا.

وہ گھڑی کا وقت دیکھتا ہوا سوچنے لگا .

آج اسے پاکستان کو چھوڑے چھ سال ہو چکے تھے. اور جلد۔۔۔۔بہت جلد۔۔۔۔وہ واپسی کے لئے تیار تھا .

کسی کو اسے اپنے باپ کی جائے پیدائش سے دور کرنے کی سزا بھگتنی تھی.

----------

وہ جلدی جلدی قدم اٹھاتی اپنے گھر کی طرف بڑھ رہی تھی.

اف۔۔۔ آج تو بہت دیر ہو گئی۔۔۔ اور یہ تیمور کا بچہ۔۔۔ کہا بھی تھا کہ مجھے لینے آجائے پر نہیں۔۔۔ اسے اپنے دوستوں سے فرصت ملے تو بہن کے بارے میں کچھ سوچے نا۔۔۔۔۔۔

وہ بڑبڑاتے ہوئے تنہا تیز تیز قدم اٹھاتی چلتی رہی.

اچانک کسی آواز پہ وہ پلٹی لیکن سنسان سڑک پہ اس کے علاوہ کوئی نا تھا.

کہیں کوئی جنگلی جانور نا ہو۔۔۔

یہ سوچتے ہوئے اس نے اپنی رفتار مزید تیز کر دی اور دل ہی دل میں ورد کرنے لگی.

آج تو اس تیمور کی اچھے سے چھینٹی لگواؤں گی پاپا سے.۔۔۔۔ صرف ایک موڑ اور پھر وہ اپنی کالونی میں ہوتی.

کسی نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھے اپنی طرف کھینچا تو وہ لڑکھڑاتی ہوئی اس کی پشت کسی کے چوڑے سینے سے جا, ٹکرائی.

شش۔۔۔ کیا تمہیں کسی نے بتایا نہیں کہ اکیلے ایسی جگہوں پہ نہی جاتے.

کسی کی مردانہ اور بھاری آواز جیسے ہی سرگوشی کی صورت میں اس کی سماعت سے ٹکرائی وہ ایک دم کانپ اٹھی اور خود کو, اس سے آزاد کروانے کی کوشش کرنے لگی.

لیکن وہ اسے کھینچتا ہوا درختوں میں لے گیا.

نمرہ کو ٹھنڈے پسینے آنے لگے تو اس کے وجود میں خوف کے باعث کپکپی طاری ہو گئی.

اس شخص نے ایک سیکنڈ بھی ضائع کئے بنا چاقو کی نوک اس کی نازک گردن پہ رکھ دی.

وہ چلانے لگی لیکن اس کے ہاتھ کی وجہ سے آواز وہیں دب گئی.

چلو ایک ڈیل کرتے ہیں میری جان۔۔۔۔

وہ اس کی نازک گردن کو چاقو سے ٹریس کرتا کہنے لگا.

تم مجھے بتاؤ گی کہ ھدیل کہاں ہے اور بدلے میں میں تمہیں بنا نقصان پہنچائے جانے دوں گا.

وہاس کے کان میں سرگوشی کرتے کہنے لگا اور پھر اپنا ہاتھ اس کے چہرے سے ہٹا دیا.

وہ اپنے دل کی دھڑکن تیز ہوتی سن سکتی تھی.

زبان نے اس کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا تھا.

ت۔۔۔ تبریز۔۔۔۔

وہ بمشکل گویا ہوئی اور پھر اس کا نام لے کر خود ہی کانپ اٹھی .

وہ ھدیل کا کیسے بتا دیتی۔۔۔ وہ ایسا نہیں کر سکتی تھی.

مم۔۔۔ میں نہیں جان۔۔۔

تبریز نے اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے اس کے بال جکڑتے ہوئے پیچھے کو کھینچے.

غلط جواب۔۔۔۔

اس نے نمرہ کی گردن پہ چاقو سے دباؤ دیا تو وہ چیخ اٹھی.

چاقو نے تیز دھار نے اس کی گردن کی جلد کو کاٹ دیا تھا اور خون کے ل ھ قطرے اس سے رسنے لگے.

راولپنڈی۔۔۔راولپنڈی۔۔۔۔پلیز م۔۔۔مجھے جانے دو۔۔۔۔پلیز۔۔۔۔

نمرہ کو یقین نہیں آرہا تھا کہ کیا اس کی زندگی کا اختتام ایسے لکھا تھا.

وہ اب کسی بچے کی طرح رونے لگی.

تبریز نے اسے کندھے سے دھکا دیا تو وہ منہ کے بل گری.

جاؤ اس سے پہلے کہ میں اپنا ارادہ بدلو.

اس کی آواز سنتے ہی وہ لرزتے ہوئے اپنے قدموں پہ کھڑی ہوئی اور سڑک کی جانب بھاگی.

اس نے پلٹ کر دھندھلائی آنکھوں سے دیکھا تو وہ ایک ہاتھ میں چاقو پکڑے ہڈ سے اپنا چہرہ ڈھکے کھڑا تھا.

نمرہ سامنے دیکھتے ہوئے مزید تیزی سے بھاگنے لگی.

گھر پہنچتے ہی اس نے سب سے پہلے ھدیل کو فون کیا .

------

ھدیل اس وقت عکاشہ کے ساتھ اپنی ایک دوست کے گھر تھی .

ان کا ارادہ کہیں باہر لنچ کرنے کا تھا تاکہ یونیورسٹی شروع ہونے سے پہلے اچھی طرح انجوائے کیا جائے.

نمرہ کا نام دیکھتے ہی اس نے خوشی سے کال پک کی.

ھدیل۔۔۔۔ ھدیل۔۔۔م۔۔۔مجھے معاف کر دو۔۔۔۔ میں اسے نہیں بتانا چاہتہ تھی.

وہ ہذیانی انداز میں چچوٹتے ہی بولنے لگی تو ھدیل کی پیشانی پہ بل در آئے .

وہ اس کی کوئی بھی بات سمجھ نہیں پا رہی تھی.

نمرہ۔۔۔ کیا ہوا۔۔۔ آرام سے بات کرو میں کچھ سمجھ نہیں پا رہی.

تبریز۔۔۔۔وہ۔۔۔ تبریز واپس آ گیا ہے۔۔۔۔

اس کے بعد وہ ھدیل کو نجانے کیا کیا بتاتی رہی لیکن اس کا دماغ تو اسی بات کو بار بار دہرا رہا تھا.

تبریز واپس آ گیا ہے

--------

ھدیل کے ہاتھ سے مابائل چھوٹا زمین پر گر گیا اور تنفس میں تیزی آنے لگی .

اچانک چھ سال پہلے کے وہ منظر نظروں کے سامنے گھومنے لگے تو جسم نے کانپنا شروع کر دیا.

وہ یہاں کیوں آئے گا. اتنے عرصے بعد .

اس کی کپکپاہٹ اور پسینے سے شرابور ہوتے وجود پہ عکاشہ کی نظر پڑی تو وہ اس کے پاس آگئی.

کیا ہوا ہے ھدیل تم ٹھیک تو ہو۔۔۔۔۔۔

ھدیل اس کی سمت پلٹی تو آنکھوں سے بہتے آنسوؤں میں مزید روانی آگئی.

تم۔۔۔۔۔ تم ٹھیک تو ہو نا۔۔۔۔ کیا ہوا تمہیں ھدیل.

م۔۔۔ مجھے واپس جانا ہے۔۔۔۔ طبیعت۔۔۔۔ طبیعت ٹھیک نہیں.

وہ خود پہ قابو پاتی کہنے لگی تو عکاشہ نور سے اجازت طلب کرتی اسے لے کر واپس آگئی.

ہوسٹل روم میں آتے ہی وہ بستر پر گر گئی .

عکاشہ کو لگا کہ شاید وہ سو رہی ہے اس لئے وہ بھی خاموشی سے اپنے اپنے بیڈ پر لیٹ گئی .

لیکن ھدیل مسلسل اس بارے میں سوچ رہی تھی .

تبریز واپس آگیا ہے۔۔۔۔۔ تبریز واپس آگیا ہے.

خوف سے اس پر کپکپاہٹ طاری ہونے لگی لیکن وہ اپنے آپ کو پر سکون کرنے کی ہر کوشش کرنے لگی .

نہیں اب وہ بچی نہیں تھی اور نا ہی اس طرح بیوقوف.

تبریز اس تک نہیں پہنچ سکتا اور اگر پہنچ بھی گیا تو وہ اس بار ایک بدلی ہوئی ھدیل سے ملے گا .

------

وہ عکاشہ اور اس کے کزن حارث کے ساتھ اپنے ڈپارٹمنٹ کی طرف بڑھ رہی تھی جب کھلے ہوئے گلاب دیکھتی ہوئی رک گئی.

انہیں دیکھ کر باغبان کی محنت کا صاف اندازہ ہو رہا تھا کہ کس محنت سے اس نے ان کو پروان چڑھایا تھا.

کچھ ایسے ہی گلاب کے پھول اور ان کے ساتھ خطوط اسے یاد آئے تو وہ چلتی چلتی وہیں رک گئی.

عکاشہ کو اس کی وجہ سے وہیں رکنا پڑا تو حارث ان دونوں کو دیکھنے لگا.

چلو اب یہاں کیوں رک گئی ہو۔۔۔

اس کے سوال پہ عکاشہ صرف کندھے اچکا کر رہ گئی .

ویسے حارث کتنے پیارے پھول ہیں نا۔۔۔۔ہاں ہیں تو پیارے .

مجھے ایک توڑ کر لا دو پلیز۔۔۔۔۔

عکاشہ کسی بچے کی طرح ثارث کو کہنے لگی.

کیوں وہاں پہ تمہیں اچھے نہیں لگ رہے۔۔۔۔۔۔

میں خود ہی لے آتی ہوں۔۔۔۔۔

اچھا یار رک میں لا دیتا ہوں .

وہ باڑ پھلانگتا ہوا اس پار چلا گیا.

ھدیل ایک دم اس سحر سے باہر نکلی تو حارث کی کاروائی دیکھنے لگی.

اسے مت توڑو۔۔۔۔۔ تمہارے پاس آ کر وہ ویسے بھی مرجھا جائے گا۔۔۔۔

ایک نئی آواز پہ وہ تینوں چونک کر پلٹے تھے.

اسے دیکھتے ہی ھدیل نے کچھ قدم پیچھے کو بڑھائے تھے. جو اس نئے آنے والے شخص نے بخوبی دیکھا تھا.

برا مت منانا لیکن یہاں پھول توڑنا منع ہے۔۔۔ اور ویسے بھی کیا ملے گا تمہیں اسے توڑ کر۔۔۔

وہ مسکراتے ہوئے حارث کو مخاطب کرتا کہنے لگا.

تم کون ہو۔۔۔۔

ھدیل پیشانی پہ بل سجائے پوچھنے لگی. تو وہ اس کی طرف بڑھنے لگا.

محض کچھ قدم کے فاصلہ پر رکتا گویا ہوا.

بندے کو شھیر کہتے ہیں۔۔۔

وہ سینے پہ ہاتھ رکھتا ہلکا سا جھکتا ہوا کہنے لگا. لبوں پہ مسکراہٹ ہنوز قائم تھی جو اس کی وجاہت کو مزید بڑھا رہی تھی.

ھدیل اسے ٹکٹکی باندھ کر دیکھتی گئی تو وہ تمسخرانہ مسکرا دیا۔

کیا نظر لگانے کا ارادہ ہے۔۔۔۔۔

اس کی بات پہ جہاں عکاشہ ہنس دی وہیں ھدیل جھینپ سی گئی.

نہیں۔۔۔میں کسی کو ماضی میں جانتی تھی جس کا چہرہ تم سے ملتا ہے۔۔۔

ہمممم۔۔۔۔انٹرسٹنگ۔۔۔تو کیا وہ شخص میں تھا۔۔۔۔

وہ اپنی ابرو اچکاتا پوچھنے لگا.

نہیں۔۔۔اس کی آنکھیں برف سی تھیں۔۔۔۔ تم وہ نہیں ہو سکتے۔۔۔۔

وہ اس کی بھوری آنکھیں دیکھتی کہنے لگی.

برف سی۔۔۔۔

وہ چونکتا ہوا پوچھنے لگا .

گرے۔۔۔۔۔

اوہ۔۔۔۔۔ ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ میں ہی وہ شخص ہوں اور میں نے اب لینز پہن رکھے ہوں۔۔۔۔۔

وہ اسے زچ کرتا ہوا قدم بڑھانے لگا.

مجھے ایسا نہیں لگتا۔۔۔۔۔

وہ جھنجھلائی ہوئی کہنے لگی. اس کے چہرے پہ پریشانی واضح تھی جسے دیکھ کر شہیر ہنس دیا.

ایم سوری میں مذاق کر رہا تھا۔۔۔۔۔

ھدیل محض سر کو ہلکی سی جنبش دیتی وہاں سے پلٹ گئی جبکہ عکاشہ اسے ناسمجھی سے دیکھتی رہی.

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جو میں نے کہا تھا کیا وہ ہو گیا۔۔۔۔۔

وہ موبائل پہ کسی سے بات کر رہا. مقابل نے اسے کچھ کیا جس پہ وہ مطمئن ہو گیا.

سفید شرٹ اور جینز میں ملبوس وہ بیڈ پر لیٹا ہوا تھا.

موبائل کو دور ہٹاتے ہوئے وہ مسکرانے لگا.

دیکھتے ہیں اس بار کون جیتے گا. شکار یا پھر بیچارہ شکاری۔۔۔۔ تم پچھلی لڑائی جیت گئی۔۔۔۔ لیکن اس جنگ میں فتح صرف میری ہوگی۔۔۔۔ اس بار میں تمہارے لئے ہر راستہ بند کر دوں گا ھدیل۔۔۔۔۔

اب وقت بدل چکا تھا. شکار اور شکاری بدل چکے تھے۔۔۔۔ انداز بدل چکا تھا۔۔۔۔ اور سب سے بڑھ کر مقصد بدل چکے تھے.

وہ اپنے خیالات میں ھدیل سے مخاطب تھا جو کہ اب کوئی بچی نہیں رہی تھی بلکہ ایک خوبصورت دوشیزہ میں بدل چکی تھی.

------

عکاشہ۔۔۔ ھدیل۔۔۔۔ تم لگوں نے نئے پروفیسر کو دیکھا۔۔۔۔

نور ابھی سائیکالوجی ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے ہی آرہی تھی.

نہیں کیوں۔۔۔۔

وہ دونوں ایک دوسرے کا چہرہ دیکھتی کہنے لگیں.

یار۔۔۔۔ بہت ہینڈسم بندہ ہے۔۔۔۔ لڑکیاں تو ابھی سے فدا ہو گئیں.

مجھے یقین ہے ان کے کلاس میں لڑکیوں کی اٹینڈنس سو فیصد رہے گی۔۔۔۔

وہ آنکھیں گھماتی ہوئی کہنے لگی تو ھدیل اور عکاشہ اس کے انداز پہ ہنس دیں.

جب وہ تینوں کلاس میں پہنچیں تو ھدیل کو اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا .
اس شخص کی آنکھیں جانی پہچانی جو لگیں تھیں.

تم نے ان کا کیا نام بتایا تھا۔۔۔۔۔

ھدیل سامنے کھڑے شخص کو دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی.

میں نے تو کوئی نام نہیں بتایا۔۔۔

ان کا کیا نام ہے۔۔۔۔
وہ نور کو دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی ایک جنونیت تھی اس کے لہجہ میں.

شمس۔۔۔۔ہاں یہی نام ہے۔۔۔۔ شمس خان۔۔۔

کیا ہوا تم ٹھیک تو ہو نا۔۔۔
تمہیں یقین ہے کہ یہی نام ہے۔۔۔

ہاں کیوں تم جانتی ہو انہیں۔۔۔

ہاں۔۔۔ نہیں۔۔۔۔ کچھ نہیں۔۔۔۔

وہ اپنا سر تھام کر بیٹھ گئی. اور پھر خود پر ہنسنے لگی.

شاید اس نے تبریز کو کچھ زیادہ ہی سر پہ چڑھا لیا ہے جو ہر کسی میں وہی دکھ رہا ہے.

ہیلو بیوٹیفل-----

کسی کی آواز پہ چونکتے ہوئے اس نے سر گھما کر دیکھا تو اس کے پیچھے والی سیٹ پر شہیر بیٹھا اسے ہی دیکھ رہا تھا.

--------

تم یہاں-----

اسے دیکھتے ہی ھدیل کے لبوں سے بے ساختہ نکلا تھا.

کیوں کیا میں سٹوڈنٹ نہیں ہو سکتا----

نہیں----ایسا تو کچھ نہیں کہا میں نے----

عکاشہ نے اسے کہنی ماری تو وہ سیدھے ہو گئی کیونکہ پروفیسر شمس ابرو اچکائے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے جس وجہ سے ساری کلاس ان کی طرف متوجہ تھی.

وہ شرمندہ ہوتی نظریں جھکا گئی تو انہوں نے لیکچر دوبارہ جاری کیا.

جیسے ہی کلاس کا وقت ختم ہوا وہ عکاشہ اور نور کے ساتھ باہر جاتی ہوئی رک گئی اور پھر پلٹ کر پروفیسر کے سامنے آ کھڑی ہوئی.

سر۔۔۔مجھے معاف کر دیں میرا ارادہ کوئی ڈسٹربنس پیدا کرنے کا نہیں تھا.

وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتی کہنے لگی جو اس کی طرف متوجہ تھے.

اس شخص کی آنکھوں میں تبریز جیسی سرد مہری تو بلکل نہیں تھی .

وہ خفیف سا مسکرانے لگے.

اٹ ہیپنز۔۔۔

وہ مختصر سا جواب دیتے اپنا لیپ ٹاپ اٹھانے لگے.

اس شخص کے رویہ میں ایسا تو کچھ نا تھا کہ وہ تبریز ہو یا پھر اسے پہچانتا ہو .

اس کی آنکھیں اس سے ملتی ضرور تھیں لیکن ان میں نیلا رنگ گرے سے زیادہ تھا .

اور اگر وہ تبریز ہوتا تو ضرور اسے پہچانتا .

وہ سر جھٹکتی ہلکی سے مسکراہٹ اچھالتی عکاشہ کی طرف بڑھ گئی جو کب سے اس کا انتظار کر رہی تھی.

ھدیل کو خود پہ کسی کی نظریں محسوس ہوئیں تو وہ پلٹ کر دیکھنے لگی.

شھیر خالی کلاس میں بیٹھا ہوا اسے بہت انہماک سے دیکھ رہا تھا .

ھدیل نے اپنی کتابیں مزید جکڑ لیں تو وہ اسے اپنی طرف متوجہ پا کر مسکرا دیا تو وہ بھی پلٹ کر وہاں سے چل دی .

-------------

سارا دن اس کے اعصاب پہ وہی چھایا رہا تھا اور وہ غائب دماغی سے کام کرتی رہی .

ھدیل۔۔۔۔۔اب بھی اگر تم منہ لٹکا کر بیٹھی رہی تو میں اب الٹے ہاتھ کا تھپڑ لگاؤں گی .

عکاشہ کی دھمکی کارآمد ثابت ہوئی تھی اور اسے اپنے خیالات سے باہر دھکیلنے لگی .

اس کا موبائل بجنے لگا تو اپنے بابا کا نمبر دیکھ کر وہ بستر پہ چڑھ بیٹھی .

سلام بابا۔۔۔کیسے ہیں آپ۔۔۔۔

سب ٹھیک تم سناؤ پہلا دن کیسا رہا۔۔۔

بہت اچھا۔۔۔ آپ سنائیں . وہاں سب کیسے ہی اور آپ پرہیز تو کر رہے ہیں نا .

کچھ دن پہلے ہی اعظم صاحب کو ذیابیطس کی تصدیق کی گئی تھی اور تم سے وہ اور صائمی بیگم انتہائی پریشان تھے .

ارے۔۔۔ تمہاری ماں ہے نا۔۔۔۔اس کا بس چلے تو انجیکشن لگا کر گاجروں میں سے بھی میٹھا نکال دے.

وہ طنز کرتے ہوئے کہنے لگے تو ھدیل ہنس دی .

اچھا بابا وہاں مری میں سب کیسا ہے۔۔۔۔کوئی غیر معمولی بات تو نہیں دیکھی آپ نے.

غیر معمولی بات۔۔۔۔کیا مطلب ہے تمہارا۔۔۔

وہ اس طرح اس کے سوال پہ چونکے تھے .

میرا مطلب تھا کہ کوئی حادثہ یا کچھ بھی۔۔۔۔آج کل ملک کے حالات کافی خراب ہیں نا۔۔۔میں نے سنا ہے کہ وہاں سیاحوں کے ساتھ بدتمیزی ہوئی ہے۔۔۔۔

جب اس سے کوئی بات نا بنی تو بہانہ بنا دیا۔۔۔

ارے بچی۔۔۔یہ سب سیاست ہے تاکہ سیاحت کو یہاں سے روک کر دوسرے علاقوں میں لیجایا جاسکے .

خیر تم کن باتوں میں پڑ رہی ہو لو اپنی ماما سے بات کرو.

جی بابا۔۔۔۔

ان کی باتوں سے وہ کچھ مطمئن سی ہو گئی. اس کے والد بہت ہشاش بشاش آدمی تھے .

اگر انہوں نے کوئی غیر معمولی بات نہیں دیکھی تھی تو یقیناوہ تبریز کے نشانہ پہ نہیں تھے.

اگلے کچھ منٹ تک وہ اپنی والدہ سے باتیں کرتی رہی اور پھر یونیورسٹی سائیڈ پہ لاگ ان کرتی اپنے پروفیسر کے بارے میں جاننے کی کوشش کرنے لگی.

اسے زیادہ معلومات تو حاصل نہیں ہوئی. لیکن جتنا معلوم ہوا اس کے مطابق انہوں نے امیریکہ سے اعلی تعلیم حاصل کی تھی.

اور پی۔ایچ۔ڈی کر رکھی تھی.

اوہ۔۔۔ہو۔۔۔۔تو ھدیل صاحبہ کو بھی ہمارے پدوفیسر پہ کرش ہو چلا۔۔۔۔۔
عکاشہ آنچ دیتے لہجہ سے کہتی سیٹی بجانے لگی تو ھدیل اپنے خیالات سے نکلی.

کیا بکواس ہے عکاشہ۔۔۔۔۔فضول مت بولو.

اچھا اچھا۔۔۔۔۔تو یہ شمس خان کو ڈیٹا کیوں نکال رکھا ہے۔۔۔۔۔
بچو۔۔۔۔کچھ تو گڑ بڑ ہے۔۔۔۔۔۔

وہ اسے مزید تنگ کرنے لگی تو ھدیل نے بھی اسے زچ کرنے کا فیصلہ کیا.

تم میری چھوڑو اپنے منگیتر پہ نظر رہا کرو کل میں نے اسے عالیہ کے ساتھ گھومتے دیکھا تھا.

حارث کے بارے میں سنتے ہی ہو سیدھی ہو بیٹھی .

کیا عالیہ۔۔۔۔اس چڑیل کے ساتھ کیا کر رہا تھا. چھوڑوں گی نہیں اسے۔۔۔۔

پچھلے سال ہی ان دونوں کی منگنی تہہ پائی تھی اور دو سال بعد شادی تھی.

عکاشہ کا دھیان عالیہ کی جانب کر کے وہ سکون سے اپنے بیڈ پہ جا لیٹی.

--------

ابھی کچھ وقت ہی گزرا تھا جب ان کے کمرے کے دروازے پہ ناک ہونے لگا.

عکاشہ دروازہ کھولتی باہر نکل گئی تو سامنے ایک لڑکی پھولوں کا بکے لئے کھڑی تھی.

کمرہ نمبر 69 یہی ہے نا---- یہ کسی نے بھیجا ہے---

وہ بکے عکاشہ کے سپرد کرتی وہاں سے چلی گئی جبکہ وہ پوچھتی رہ گئی کہ یہ کہاں سے آیا.

کیا ہوا---

ھدیل اپنا چہرہ لحاف می سے نکالتی پوچھنے لگی.

عجیب لڑکی تھی بتایا بھی نہیں کس نے بھیجا اور چلی گئی.

پیلے اور سرخ ٹیولپ کی پھولوں کا بکے دیکھتی وہ چونکی تھی اور عکاشہ کے پاس چلی گئی جو اب دروازہ لاک کرتی پلٹ رہی تھی.

دیکھو تو کہی کوئی نوٹ ہو گا---

نجانے اس کا دل تیزی سے کیوں دھڑکنے لگا تھا.

وہ تذبذب کو شکار ہونے لگی جب اسے پھولوں میں چھپا ہوا نوٹ دکھا.

Love Trusts

Obsession is JEALOS and Insecure

Love gives you FREEDOM

Obsession wants to POSSESS you

Love is based on Reality

Obsession is a FANTASY

Love is free and wants to SHARE

Obsession is CLINGY

Love GIVES

Obsession NEEDS

Love wants the BEST FOR YOU

Obsession just WANTS YOU.

MY DEAR.......

کیا لکھا ہے۔۔۔۔۔

عکاشہ بکے کے اوپر سے اس نوٹ کو پڑھنے کی کوشش کرنے لگی.

ک۔۔۔کوئی۔۔۔۔ نظم ہے۔۔۔۔

ھدیل کو وہ پڑھتے ہوئے ٹھنڈے پسی۔ے آنے والے تھے.

وہ تبریز کا لکھا ہوا تو نہیں لگتا تھا لیکن پھر بھی اس میں اس کی ایک جھلک ضرور تھی.

ھدیل خشک ہونٹ تر کر کے وہ نوٹ عکاشہ کو پکڑا کر بیڈ پہ جا بیٹھی.

سب غلط تھا۔۔۔کچھ ٹھیک نہیں تھا۔۔۔

یہ پھول کسی اور کے لئے بھی ہو سکتے تھے۔۔۔۔ کیونکہ یہ سرخ گلاب تو نا تھے۔۔۔۔۔

لیکن اس نے چھ سال پہلے بھی تو یہی غلطی کی تھی.

لیکن مائی ڈیئر تو کوئی ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔ مگر وہ بھی تو مائی ڈیئر کہتا تھا.

لیکن یہ تو کسی محبوب کے لئے لکھا ہوا لگتا تھا۔۔۔۔۔۔ مگر اس میں ایک جنونیت تو موجود تھی.

وہ بیڈ کو دونوں طرف سے پکڑے بیٹھی تو اور مسلسل ہل رہی تھی.

پتا نہیں۔۔۔۔ کہیں حارث نے تو نہیں بھیجے۔۔۔۔۔

عکاشہ خوشی سے چلاتی ہوئی کہنے لگی تو ھدیل خود کو ڈ بٹنے لگی.

ہاں۔۔۔حارث۔۔۔۔اسے نے عکاشہ کے لئے بھیجے ہوں گے.

یہ سوچ کر وہ مطمئن ہو گئی.

---------

یار۔۔۔کیا یہاں سب نے قسم کھا رکھی ہے ہینڈ سم لڑکوں سے دوستی نا کرنے کی.

شھیر اس کے پاس گرنے کے انداز میں بیٹھتا کہنے لگا.

عکاشہ اپنی کلاس میں تھی اور ھدیل فارغ۔۔۔اس لئے وہ کیفے ٹیریا میں موجود تھی.

وہ اسے نظر انداز کرنے لگی تو شھیر اس کی طرف ہاتھ بڑھانے لگا.

ہیلو۔۔۔۔میں تم سے بات کر رہا ہوں۔۔۔۔

وہ اپنا سامان سمیٹتی کھڑی ہو گئی تو شھیر ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گیا.

ایم سوری۔۔۔میں ابھی یہاں شفٹ ہوا ہوں۔۔۔اور بلیو می مجھے کوئی اندازہ نہیں یہاں کے طور طریقہ کا.

اور جب سے میں آیا ہوں بے حد بور ہو رہا ہوں۔۔۔

وہ مسکین سا چہرہ بناتا ہوا کہنے لگا تو ھدیل نے پہلی بار اسے غور سے دیکھا.

جینز اور شرٹ میں ملبوس وجاہت کا عملی شاہکار.

تم سے تو کوئی بھی دوستی کر لے گا۔۔۔

اس کی زبان اچانک پھسلی تو وہ مسکرا دیا.

اس کے گال میں موجود ڈمپل نجانے کتنی لڑکیوں کو اپنا دیوانہ کر چکا تھا.

تو کیا میں یہ سمجھو کہ آپ مجھے اپنی دوستی کا شرف بخشنے کو تیار ہیں.

اس کے تاثرات دیکھتی وہ مسکرا دی تو شھیر کو اس سے مزید باتیں کرنے لگا.

---------

ارے۔۔۔رے۔۔۔یہ کیا ہماری غیر موجودگی میں نئے دوست بنالئے۔۔۔

عکاشہ اور نور اسے شھیر کے ساتھ بیٹھا دیکھ کہنے لگے تو وہ مسکرانے لگی.

ہیلو گرلز۔۔۔میں شھیر۔۔۔

اور میں نور۔۔۔

نور نے آگے بڑھتے ہوئے فورا اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھما دیا تو عکاشہ آنکھیں گھما کر رہ گئی .

وہ دونوں بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئی اور نور اسے راولپنڈی کی مشہور جگہوں کے بارے میں بتانے لگی .

------

وہ آئینہ کے سامنے کھڑا اپنے آپ کو دیکھ رہا تھا.

ھدیل اتنے وقت میں کس قدر بدل گئی تھی. اس کا سراپا بار بار تبریز کی آنکھوں کے سامنے لہرا رہا تھا.

وہ سیدھا کھڑے ہوتے ہوئے اپنے ہاتھ چہرے کہ طرف بڑھانے لگا اور پھر آنکھوں کے نیچے اور رخسار پہ لگی نکلی جلد کو کھینچ کر اتارنے لگا.

پھر اپنا چہرہ دھو کر واشروم سے نکل آیا.

آپ یہ سب کیوں کر رہے ہیں۔۔۔

وہ اپنے چہرے کی جانب اشارہ کرتا کہنے لگا تو تبریز مسکرا دیا.

کیوں۔۔۔ تم کیوں جاننا چاہتے ہو۔۔۔

آپ کا بھائی چہرہ بدل کر پھرے تو کیا یہ مشکوک نہیں لگے گا۔۔۔

وہ کن اکھیوں سے دیکھتا کہنے لگا تو تبریز بیڈ پہ رکھی اپنی شرٹ پہننے لگا.

اگر تمہیں مشکوک لگے تو تم کیا کرو گے۔۔۔

وہ بٹن بند کرتا پوچھنے لگا۔۔۔

ہمم۔۔۔ جاننے کی کوشش کروں گا۔۔۔۔

اور اگر میں کہوں کہ اس سے دور رہو تو۔۔۔۔

کیا آپ کسی مشکل میں ہیں۔۔۔۔

نہیں۔۔۔۔

تو پھر میں اس معاملہ سے دور رہوں گا. وہ گلاسز پہنتا ہوا کہنے لگا تو تبریز اپنے چھوٹے بھائی کو دیکھنے لگا.

اس آج بھی یاد تھا کئی سال پہلے کا وہ منظر جب اس نے اپ۔۔ے بھائی کی حفاظت کی خاطر کسی کی جان لی تھی.

تمہارا دن کیسا گزرا۔۔۔۔ پاکستان کیسا لگا.

اچھا ہے۔۔۔۔ یہاں کے لوگ کچھ عجیب ہیں۔۔۔ لیکن عادت ہو جائے گی۔۔۔ وہ اپنی ٹھوڑی کھجاتا ہوا کہنے لگا.

تم شفٹ کب ہو رہے ہو۔۔۔۔

جلد ہی۔۔۔۔ میں نے اپارٹمنٹ لے لیا ہے کچھ دنوں میں شفٹ ہو جاوں گا۔۔۔۔

تبریز اس کی بات پہ سر ہلانے لگا جبکہ وہ اس کے کمرے سے چل دیا.

-------

ھدیل چلو شوپنگ کے لئے چلتے ہیں۔۔۔

ابھی کچھ دن پہلے ہی تو گئے تھے۔۔۔

یار پلیز نا میں کچھ سامان لانا بھول گئی.

عکاشہ اسے بازو سے کھینچتی کہنے لگی.

نا بابا نا۔۔۔ تم ہی جاؤ میں تو نہیں جا رہی۔۔۔

وہ صاف جھنڈی دکھا گئی تو عکاشہ اسے گھورنے لگی.

اس نے اپنا تکیہ اٹھا کر ھدیل کو دے مارا اور پھر پندرہ منٹ کی مسلسل بلیکمیلنگ کے بعد وہ اس کے ساتھ جانے کو تیار تھی.

علاشہ اسے گھسیٹتی ایک کے بعد ایک دکان پہ جاتی اسے کچھ پسند نہیں آ رہا تھا اور ھدیل اب تنگ آ چکی تھی.

کچھ لے بھی لو۔۔۔

خاموش رہو۔۔۔ تنگ مت کرو۔۔۔ حارث کا بر تھڈے آ رہا ہے اب ایسے ہی کچھ نہیں لے سکتی نا۔۔۔۔

تو تم بھی اس کی طرح ایک بکے بھیج دو۔۔۔ وہ تنگ آ کر بولی.

بکے۔۔۔ اوہ ہاں وہ بکے۔۔۔ نہیں یار وہ حارث نے نہیں بھیجا۔۔۔

اس نے نہیں بھیجا تو۔۔۔ ھدیل پیشانی پہ بل ڈالتی پوچھنے لگی.

مجھے کیا پتا یار۔۔۔ غلطی سے آ گیا ہو گا۔۔ یا پھر کسی نے تمہارے لئے بھیجا ہو گا۔۔۔۔

وہ دانت نکالتی کہنے لگی تو ھدیل ہڑبڑا سی گئی .

مجھے واپس جانا ہے۔۔۔ ھدیل پریشانی سے کہنے لگی.

ہاں تو چلتے ہیں نا ابھی بس تھوڑی دیر میں۔۔۔۔ وہ کچھ شرٹس دیکھتی ہوئی کہنے لگی.

نہیں مجھے ابھی جانا ہے۔۔۔ وہ خود کو اس سے آزاد کرواتی پلٹ گئی اور تیزی سے وہاں سے نکل گئی جبکہ عکاشہ اسے آوازیں ہی دیتی رہ گئی.

مال سے نکلتے ہی اسے خود پہ کسی کی نظریں محسوس ہوئیں. وہ رک کر ادھر ادھر دیکھنے کی جگہ اپنی رفتار تیز کرتی ٹیکسی کے پاس آ کھڑی ہوئی.

ہوسٹل کے باہر رک کر اس نے پیسے دیے اور پھر اندر چلی گئی.

جیسے ہی کمرے کا دروازہ کھولتی وہ اندر داخل ہوئی ایک سرخ رنگ کے نوٹ نے اسے خوش آمدید کہا.

کسی نے دروازے کے نیچے سے وہ نوٹ اندر دھکیل دیا تھا .
ھدیل دروازہ پھر سے لاک کرتی اس کاغذ کو دیکھنے لگی.

You will Look Perfect in BLOODY RED.

اس کا عمل تنفس بگڑنے لگا تھا اور جسم ٹھنڈا پڑنے لگا. کاغذ کا وہ ٹکڑا وہیں چھوٹا گر گیا تو ھدیل بھی دروازے کے ساتھ بیٹھتی گئی.
شک کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔۔۔وہ جانتا تھا کہ وہ کہاں ہے.

ایک لمحے کے لئے اس نے اپنا سارا سامان سنبھال کر واپس مری بھاگ جانے کا سوچا .
لیکن وہاں جا کر وہ خود کو بند کر لیتی. اور کیا بتاتی کہ وہ یہاں کیوں آگئی.

وہ اپنا چہرہ رگڑنے لگی اور خود کو اس احساس سے نکال کر اپنا دماغ دوڑانے لگی.

کیا ابھی بھی وہ اتنی ہی کمزور تھی۔۔۔اس سے ڈر کر چھپ جانے والی۔۔۔۔۔کیا فائیدہ مری سے یہاں تک آنے کا اپنے والدین کی شفقت کو ترسنے کا اگر وہ اس سے ہار مان جائے.

نہیں وہ یہی تو چاہتا ہے۔۔۔۔مجھے خوفزدہ کرنا۔۔۔لیکن اس بار میں اسے یہ خوشی حاصل کرنے نہیں دوں گی۔۔۔۔میری زندگی ایک بار پھر اس کی وجہ سے برباد نہیں ہو گی.

------------

کتنے لیٹ ہو تم دونوں۔۔۔۔۔

وہ دونوں یونیورسٹی پہنچی تو نور شھیر کے ساتھ ان کا انتظار کر رہی تھی.

مجھ سے لکھوا لو اس کی نظر پوری طرح پہ شھیر پہ ہے۔۔۔۔

عکاشہ اس کے کان میں سرگوشی کرتی کہنے لگی تو ھدیل بمشکل اپنی ہنسی روک پائی.

ویسے اسے لڑکیاں ہی ملی تھیں دوڈتی کے لئے کوئی لڑکا نہیں۔۔۔۔۔

اب کی بار عکاشہ نے شھیر پہ طنز کیا تو وہ خود کو روک نا پائی اور ہنس دی وہیں شھیر اپنا گلہ صاف کرتے ہوئے بولنے لگا.

کیونکہ انہی لگتا ہے میں انکی گرل فرنڈز چھین لوں گا۔۔۔۔

شھیر ایک آنکھ شرارت سے دباتا ہوا کہنے لگا تو وہ دونوں شرمندہ سی ہو گئیں.

شھیر یار۔۔۔۔۔کلاس میں ملیں گے۔۔۔۔

وہ کچھ کہتیں اس سے پہلے دو لڑکے اسے بلند آواز سے کہتے ایک سائیڈ پہ چلے گئے .

ویسے میرے کچھ دوست بن رہے ہیں اگر تم لوگ کنفرٹیبل نہیں تو میں چلا جاتا ہوں۔۔۔۔

وہ سنجیدگی سے کہنے لگا .

ھدیل اور عکاشہ نظریں بچاتی ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں. تو نور فورا گویا ہوئی.

نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔۔۔

وہ نجانے اسے کیا کیا کہے جا رہی تھی جب وہ چاروں کلاسز کی طرف چل دیئے۔

ان کا سارا دن بغیر کسی غیر معمولی واقعہ کے گزرا تو ھدیل نے سکھ کی سانس لی .

۔۔۔۔۔

محض ایک ہفتہ کے عرصے میں ان کی شہیر سے اچھی دوستی ہو گئی. ثارث کو بھی وہ کافی پسند آیا اور اس طرح وہ ان کے گروپ کا ایک ممبر بن گیا.

ھدیل کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس نے اس شخص پہ شک کیا تھا.

تمام پروفیسرز نے بھی پہلا ہفتہ گزرتے ہی اسائنمنٹس دینی شروع کر دیں.

وہ فارغ پیریڈ میں یا تو شہیر اور عکاشہ کے ساتھ ہوتی اور جب ان کی کلاسز ہوتیں تو لائبریری میں پائی جاتی.

وہ ابھی تک بہترین نمبرز حاصل کرتی رہی تھی اور آگے بھی یہی ارادہ تھا.

عکاشہ کا لیکچر تھا اور شہیر بھی اپنے دوسرے دوستوں کے ساتھ تھا تو اس نے لائبریری کا رخ کیا.

وہ اپنا بیگ ایک ٹیبل کے سائیڈ پہ رکھتی خود کتابیں تلاش کرنے لگی جو اس کی مدد کر سکیں.

وہ واپس اپنی جگہ پہ آئی تو یکدم ٹھٹک گئی .

اس کے بیگ کے پاس ایک پھول اور تہہ شدہ کاغذ موجود تھا

ھدیل نے کانپتے ہاتھوں سے اس تہہ شدہ کاغذ کو کھولا

The red rose Whispers of PASSION,

And the white rose Breathes of LOVE,

O,the red rose is a Falcon,

And the ehite rose is a DOVE,

But i send you a cream white Rose bud,

With the flush in its Petal tips,

With the Love that is purest and sweetest,

Has a KISS OF DESIRE on the Lips.

ھدیل نے تیز ہوتی سانس کے ساتھ اس کاغذ کو مٹھی میں بند کر لیا اور دوبارہ اس پھول کو دیکھنے لگی۔

جس کی پنکھڑیوں کو خون سے سرخ کیا گیا تھا.

اس نے کانپتے ہاتھ سے اس کی پنکھڑی کو چھوا تو خون اس کی انگلی پہ لگ گیا.

وہ تیزی سے ٹشو سے اپنی انگلی صاف کرتی ادھر ادھر دیکھنے لگی.

وہاں پر اس کے علاوہ شازونادر ہی کوئی اور سٹوڈنٹ تھے لیکن اس سے فاصلہ پہ تین لوگوں کا ایک گروپ موجود تھا جن میں دو لڑکے اور ایک لڑکی موجود تھی.

آخر وہ اسے کیا کہنے چاہ رہا تھا. اس بار اس کا کیا ارادہ تھا.

وہ اسے ایسے پیغامات کیوں بھیج رہا تھا .

ھدیل نے اس پھول کو وہیں رہنے دیا اور اپنا بیگ پکڑتی اس گروپ کے پاس چلی گئی.

ہیلو۔۔۔ کیا آپ نے اس بینچ کے پاس کسی کو جاتی دیکھا۔۔ ابھی کچھ دیر پہلے۔۔۔

وہ تینوں ایک دوسرے کا چہرہ دیکھنے لگے اور پھر وہ لڑکی اس کا جواب دینے لگی.

نہیں ہم تو اپنا کام کر رہے تھے ہمیں نہیں معلوم۔۔۔

اچھا۔۔۔ اگر آپ کو برا نا لگے تو میں یہاں بیٹھ جاؤں۔۔۔۔

وہ لڑکی کندھے اچکا گئی تو ھدیل اس کے ساتھ بیٹھی. ان کے سامنے بیٹھے دو لڑکوں میں سے ایک ہلکا سا مسکرا دیا تو ھدیل بھی زبردستی مسکرا دی.

اپنی سوچوں کو کام کی طرف زبردستی موڑنے کے بعد بھی اس کے ذہن میں محض وہ خون سے بھرا پھول اور وہ نظم گردش کر رہی تھی.

تنگ آکر اس نے اپنا لیپ ٹاپ اور پاس رکھی کتاب بند کی اور ان تینوں کی باتیں سننے لگی.

وہ آئی۔ٹی کو سٹوڈنٹ معلوم ہوتے تھے اور کسی سوفٹ ویئر پہ بحث کر رہے تھے.

ھدیل نے نا چاہتے ہوئے بھی ان سے پوچھا تو وہی لڑکا جو اسے دیکھ کر مسکرایا تھا اس سوفٹویئر کے بارے میں بتانے لگا.

ہم جس سوفٹویئر کے بارے میں بات کر رہے ہیں اس سے آپ کسی کے بھی لیپ ٹاپ یا موبائل کو ہیک کر سکتے ہیں اور اس کی تمام گوفتگو سن سکتے ہیں.

اور کیمرے سے سب کچھ نا تو صرف ڈیکھ سکتے ہیں بلکہ تصویر بھی لی جا سکتی ہے۔۔۔۔۔

کیا واقعی۔۔۔یہ تو بہت خطرناک ہے۔۔۔

ہاں۔۔۔لیکن خفیہ ادارون کے لئے کارآمد بھی ہوتا ہے۔۔۔

وہ مزید کچھ کہتی اس سے پہلے شھیر عکاشہ کے ساتھ اسے ڈھونڈتے وہاں آ گئے۔

کیا کوئی سمجھ آئی۔۔۔

عکاشہ ھدیل سے پوچھنے لگی تو وہ ان تینوں سے اجازت لیتی ان کے پاس آگئی.

نہیں یار۔۔۔ یہ پروفیسر شمس نے بہت ہی عجیب ٹاپک دیا ہے.

بھلا کوئی اغواء شخص کسی اغواء کار کو کیسے اپنی محبت میں گرفتار کر سکتا ہے یہ ہم کیسے جانیں۔۔۔۔۔

لگتا ہے اغواء ہونا پڑے گا۔۔۔۔

اچھا تمھارا ٹاپک کیا ہے۔۔۔

کچھ خاص نہیں وہی بیہیویر پٹرن۔۔۔

اور تمہیں شھیر۔۔۔

وہ تینوں اگلی کلاس کی سمت بڑھ رہے تھے جب ھدیل پوچھنے لگی.

سیریل کلر۔۔۔ وہ کندھے اچکاتا بے نیازی سے کہنے لگا.

وٹ۔۔۔ نو وے۔۔۔۔

وہ دونوں آنکھیں پھاڑے اسے دیکھنے لگیں اور پھر ہنس دیں .

اب میں کیا کہ سکتا ہوں اس بارے میں.۔۔۔

وہ اسے کھلکھلا کر ہنستے دیکھ مسکرا دیا.

-------

جب سے ہما اس کے بھائی کو لے گئی تھی وہ اپنے باپ کے دوست کے ساتھ مقیم تھا.
آج وہ پندرہ سال کا ہو چکا تھا اور کوئی دن ایسا نا گزرتا تھا جب وہ اپنی مرحوم باپ یا چھوٹے بھائی کو یاد نا کرتا ہو.

اسے یاد تھا کیسے اس کی ماں اور اس کی عاشق نے مل کر اس کے باپ کو قتل کیا اور اسے حادثے کا نام دے ڈالا اور پھر جب معلوم ہوا کہ تبریز کی کوئی بھی جائیداد وہ ثاصل نہیں کر سکتی تو اس کے بھائی کو ساتھ لے گئی.

اس کے والد کے دوست نے یہ سوچ کر کیس نا کیا کہ عدالت اتنے چھوٹے بچوں کا فیصلہ اس کے حق میں ہی کرے گی.

دو روز پہلے تبریز کا اتنے سالوں بعد اپنے بھائی سے رابطہ قائل ہوا تھا.

وہ اس سے ملنا چاہتا تھا اور تبریز بھی اس سے ملنے کو بیتاب تھا .
وہ اپنے انکل لے ساتھ زندگی میں پہلی بار امیریکہ جا رہا تھا .

---------

ھدیل--- کیا تمہیں پتا ہے ہمارا ڈیپارٹمنٹ ہنزہ جا رہا ہے--- تم بھی چلو گی نا---

عکاشہ نے کسہ بچے کی طرح اچھلتے ہوئے کہا تو حارث اسے گھورنے لگا .

جب سے ان کی منگنی ہوئی تھی وہ اسے باس کی بیو قوفانہ حرکات سے باور کروانے لگا تھا.

وہ منہ بسورتی ہوئی بینچ پر بیٹھ گئی. شھیر بھی وہیں موجود تھا.

بلکل جائیں گے بلکہ انجوائے بھی کریں گے. نور شھیر کے ساتھ بیٹھتی کہنے لگی تو وہ ہلکا سا مسکرا دیا.

یار پتا نہیں۔۔۔ سردی ہو گی وہاں کافی ہے نا۔۔۔
ھدیل کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی.

نہیں یار۔۔۔ ابھی تو نہیں ہو گی سردی وہاں۔۔۔ حد ہو گئی ھدیل۔۔۔ کوئی اچھا بہانہ ہی بنا لیتی۔۔۔۔

عکاشہ اس کی بازو پہ کتاب سے حملہ کرتی کہنے لگی تو وہ چلا اٹھی اور پھر اپنا بازو سہلانے لگی.

اگر ھدیل نہیں جائے گی تو میں تمہیں بھی نہیں جانے دوں گا۔۔۔
حارث عکاشہ کو صاف لفظوں میں کہنے لگا.

ایک منٹ۔۔۔ کیا مطلب نہیں جانے دو گے۔۔۔

اگر تمہیں اکیلے جانے دیا تو یہی خبر آئے گی کی تم کسی چوٹی سے گر کر مر گئی۔۔۔ اور اپنی ہونے والی بیوی کو کھونے کا چانس میں نہیں اٹھا سکتا۔۔۔

پہلے ہی اتنی مشکل سے مانے ہیں سب۔۔۔

تم چپ رہو۔۔۔اور ویسے بھی ابھی صرف منگنی ہوئی ہے یہ حکم اپنے پاس ہی رکھو۔۔۔۔

اچھا بابا۔۔۔تم دونوں شروع مت ہو جانا۔۔۔میں جاؤں گی۔۔۔یہ بتاؤ کب تک جا رہا ہے ٹرپ.

اس مہینہ کے اختتام میں۔۔۔

مطلب دو ہفتہ تک۔۔۔ابھی تو کافی وقت ہے۔۔۔۔

شہیر کے جواب میں ھدیل کہنے لگی.

تو مطلب تم پکا آ رہی ہو ہمارے ساتھ۔۔۔۔

ظاہر ہے اب میں اکیلی یہاں کیا کروں گی۔۔۔اور اگر نہیں گئی تو یہ تمہارا منگیتر تمہیں جانے نہیں دے گا.

وہ عکاشہ کو مسکرا کر کہنے لگی تو وہ اس اے بغل گیر ہو گئی.

یس۔۔۔۔اب مزہ آئے گا۔۔۔۔اس سڑو سے دور۔۔۔

وہ حارث کو اپنی باتوں کا نشانہ بناتی کہنے لگی تو وہ آنکھیں گھما کر رہ گیا.

چلو پھر میں چلتا ہوں۔۔۔میرا اگلا لیکچر شروع ہونے والا ہے۔۔۔

وہ ان سب کو کہتا ہوا اٹھ گیا اور اپنے ڈپارٹمنٹ کی جانب بڑھ گیا.

جبکہ وہ چاروں وہاں بیٹھے باتوں میں مشغول ہو گئے.

میں نے نیا اپارٹمنٹ لیا ہے۔۔۔اور اسی خوشی میں پارٹی دے رہا ہوں۔۔۔میرے کافی دوست وہاں آئیں گے اور تم لوگ بھی انوائیٹڈ ہو۔۔۔

اور ہاں میں انکار نہیں سنوں گا۔۔۔۔

شھیر ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہنے لگا تو عکاشہ اور ھدیل ایک دوسرے کی جانب دیکھنے لگیں.

میں تو ضرور آؤں گی۔۔۔نور اس کے سحر میں گرفتار کہنے لگی .

اور تم دونوں بھی لازمی آؤ گی.

لیکن حارث۔۔۔۔

وہ بھی آرہا ہے۔اور اس سے میں اس بارے میں بات کر چکا ہوں اسے کوئی مسئلہ نہیں۔۔۔

اگر اسے کوئی مسئلہ نہیں تو مجھے کیوں ہو گا۔۔۔میں بھی ضرور آؤں گی۔۔۔

اب بس ھدیل۔۔۔

ارے اسے میں ضرور لے کر آوں گی۔۔۔چاہے مجھے اسے اغواء کرنا پڑے۔۔۔

وہاسے کے اسئینمنٹ کے ٹاپک پہ چوٹ کرتی کہنے لگی۔۔۔

ہاہاہا۔۔۔۔سوووو فنی۔۔۔۔

ھدیل طنز کرتی کہنے لگی .

چلو پھر فیصلہ ہو گیا۔۔۔ اور تم لوگ اپنے ساتھ جسے چاہے لا سکتے ہو۔۔۔

ویسے پارٹی آج شام کو ہے۔۔۔

اتنے شارٹ نوٹس پی بتانے کا آپ کا بہت شکریہ۔۔۔

اسی بہانے تمہارے پیرنٹس سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔۔۔۔ نور اپنی مسکراہٹ اس کی سمت اچھالتی کہنے لگی.

شہیر اس کی بات پہ ایک دم ہنس دیا۔۔۔ نہیں اگر ان کے ساتھ رہنا ہوتا تو الگ اپارٹمنٹ کیوں لیتا۔۔۔

واہ۔۔۔۔ ناٹ بیڈ رچ بوائے۔۔۔۔

نور اپنی آنکھیں پھیلاتے ہوئے اسے رشک سے دیکھنے لگی.

عکاشہ کے جواب پہ اس نے محض مسکرانے پہ اکتفا کیا اور پھر تینوں اپنی کلاس کی طرف چل دیئے.

------

ویسے جدیل۔۔۔ مجھے لگتا ہی شہیر تمہیں پسند کرتا ہے۔۔۔

پارٹی میں جانے کے لئے تیار ہوتے ہوئے عکاشہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تھا.

کیا۔۔۔اور یہ فضولیات آپ کے دماغ میں کیسے آئیں۔۔۔

لو اس میں فضول کیا۔۔تم نے دیکھا نہیں نور کیسے اس کے آگے پیچھے گھومتی ہے لیکن اس کی نگاہیں تو جیسے صرف تمہارے لئے ہیں.

اور مجھے لگتا ہے تمہیں بھی اس بارے میں سوچنا چاہئیے۔۔۔

پھر وہی فضول بات۔۔۔کچھ فیصلے والدین کے سپرد ہی اچھے لگتے ہیں .

اور ویسے بھی میرے لئے شہیر ویسا ہی ہے جیسا کہ حارث ہے۔۔۔۔مطلب بھائی کی طرح۔۔۔۔اس لئے اب تم چپ ہی رہنا۔۔

وہ ہلکا سا لپ گلوز لگاتی کہنے لگی .

اور اب چلو بھی وہاں تمہارا ولیمہ نہیں جو اتنا تیار ہو رہی ہو۔۔۔

ہاں ہاں۔۔۔بس تیار ہوں۔۔۔۔

وہ دونوں ہوسٹل سے باہر نکلیں تو حارث انہیں پک کرنے کے لئے وہاں موجود تھا .

وہ دونوں اس کے ساتھ ٹیکسی میں سوار ہوتیں حارث کے دیئے ایڈریس پہ پہنچ گئیں.

------

یہ کیا تم نے تو کیا تھا کہ پارٹی ہے۔۔۔۔۔

حارث آنکھیں پھاڑے اس بے ترتیب اپارٹمنٹ کو دیکھنے لگا.

ہاں تو بلکل ہے نا۔۔۔ایک گھنٹے بعد۔۔۔ لیکن اس سے پہلے تم لوگ میری سامان سیٹ کرنے میں مدد کرو گے۔۔۔

شھیر بھنویں نچاتے ہوئے کہنے لگا تو عکاشہ بے یقینی سے ہنس دی.

اس کا مطلب تم نے ہمیں دھوکا دیا۔۔ حارث آگ بگولا ہوتا اس کی طرف بڑھا تو وہ اس سے بچتا ہوا بھاگ گیا.

نورا بھی تک نہیں آئی تھی تو ھدیل اور عکاشہ گہری سانس بھر کر کمر کستی سامان سیٹ کرنے جٹ گئ .

کچھ ہی منٹ بعد حارث اور شھیر بھی وہاں ان کی مدد کے لئے موجود تھے.

دو گھنٹے بعد پارٹی کے لئے مہمان آنے شروع ہوئے تو اس وقت تک وہ تقریبا سب کچھ سیٹ کر چکے تھے.

جو کوئی بھی آتا اس کے ہاتھ میں کول ڈرنکز یا بیکری کا کوئی سامان ہوتا.

نور بھی آچکی تھی اور تمام مختلف گروپس میں موجود تھے اور گیمز سے لطف انداز ہو رہے تھے.

عکاشہ اور ھدیل تو تھک کر صوفے پہ گری بیٹھی تھیں رات کے نو ہو رہے تھے اور انہیں اب واپسی کی فکر ہونے لگی تھی.

ھدیل کو اپنی پشت پہ کسی کی نظریں محسوس ہو رہی تھیں۔۔۔وہ بار بار سر گھماتی لیکن کوئی مشکوک شخص نا دکھتا.

اب کی بار اس نے پھر اپنی اطراف کا جائزہ لیا تو اپارٹمنٹ کے دروازے کے قریب ایک شخص کو ہوڈی پہنے دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا پایا.

ھدیل اسے غور سے دیکھنے لگی تو اسے محسوس ہوا جیسے وہ بھی اسی کی طرف متوجہ ہے.

چہرہ ڈھکا ہونے کی وجہ سے وہ اسے پیچان بھی نا پائی .

اس کی دھڑکن تیز ہونے لگی تو وہ ہاتھ کی پشت سے پیشانی پہ آیا پسینہ صاف کرنے لگی.

اس کا ارادہ اس کی قریب جا کر معلوم کرنے کا تھا کہ وہ کون ہے جب ایک سمت ست شھیر کو آتے دیکھا.

شھیر رکو۔۔۔

ہمم۔۔۔کیا کچھ چاہیئے۔۔۔

وہ اس کے قریب آتا دیکھ کر کہنے لگا.

نہیں وہ شخص کون ہے۔۔۔

ھدیل اس پر اسرار شخص کی جانب اشارہ کرنے لگی جو ابھی بھی ویسے کھڑا ان کی سمت دیکھ رہا تھا.

پتا نہیں یار۔۔۔۔ ہو گا کوئی۔۔۔ تم بتاؤ کولڈ ڈرنک لاؤں تمہارے لئے۔۔۔۔ وہ لاپرواہی سے کہنے لگا تو ھدیل زچ ہونے لگی.

کیا مطلب کہ ہو گا کوئی۔۔۔۔ اکیلا کھڑا ہے۔۔۔ نجانے کون ہے۔۔۔۔

وہ جھرجھری بھرتی ہوئی کہنے لگی تو شھیر نے پہلی بار اس کے چہرہ کو اس قدر تناؤ کا شکار دیکھا.

تم گھبراؤ نہیں میں دیکھتا ہوں۔۔۔۔

وہ اسے وہیں رہنے کا کہ کر اس شخص کی جانب بڑھنے لگا جب کچن سے نکلتی نور سے اس کی اچانک ٹکر ہوئی.

اوہ شٹ مین۔۔۔۔

اس کے ہاتھ میں پکڑی کولڈ ڈرنگ شھیر کی ٹی شرٹ پہ داغ چھوڑ گئی تھی.

ایم سو سوری۔۔۔۔ نور اس سے معافی مانگنے لگی تو وہ سر جھٹکتا دوبارہ اس سمت بڑھنے لگا لیکن تب تک وہ شخص وہاں سے غائب ہو چکا تھا.

وہ آگے بڑھتے ہوئے ادھر ادگر دیکھنے لگا لیکن جب اس حلیے کا کوئی بھی شخص نا دکھا تو واپس آگیا.

کون تھا۔۔۔ ھدیل بڑھتے ہوئے رش کی وجہ سے اسے جاتے ہوئے نا دیکھ پائی تھی.

پتا نہیں لیکن جو کوئی بھی تھا چلا گیا ہے۔۔۔ وہ اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہنے لگا جس پہ پریشانی کا عنصر واضح تھا.

تم ٹھیک تو ہو نا ھدیل۔۔۔

وہ اس کا کندھا ہلاتے ہوئے پوچھنا چاہتا تھا لیکں جھجھک کی وجہ سے ایسا نا کیا.

ہاں میں ٹھیک ہوں۔۔۔ اب واپس جانا چاہتی ہوں۔۔۔

اتنی جلدی۔۔۔

ہاں۔۔۔ میں تھک چکی ہوں اور ہوسٹل میں دس سے پہلے واپس جانا ہو گا۔۔۔

وہ اس کا مسئلہ سمجھتا سر ہلانے لگا .

ٹھیک ہے میں حارث اور عکاشہ کو ڈھونڈ تا تم اپنا سامان لے آؤ. بیک روم میں ہے۔۔۔

وہ اس کا شکریہ ادا کرتی کوریڈور سے ہوتی ہوئی آخری کمرے کی جانب بڑھی جسے شہیر نے سٹور روم کا درجہ دیا تھا اور ان کے پرس بھی وہیں موجود تھے.

اس جانب کوئی بھی موجود نہیں تھا اس لئے وہ دروازہ بند کرتی اپنے اور عکاشہ کے سامان کی جانب بڑھی تو کسی نے اسے بالوں سے جکڑ کر سامنے کی طرف دھکیلا.

وہ کچھ سمجھ پاتی اس سے پہلے اس کا چہرہ دیوار سے ٹکرایا گیا اور وہ جو کوئی بھی تھا اس کی پشت پہ اپنا وزن ڈالتا فرار کی ہر کوشش کو ناکام بنا گیا.

کچھ لمحوں کے لئے ھدیل نے خود کو منجمد پایا. اور دماغ کو سن۔۔۔

وہ کچھ بھی نا سمجھ پائی کہ یہ کیا ہوا ہے. دماغ ابھی تک خود پہ قابو نا پایا تھا.

اس سے جیسے اس کی قوت گویائی چھین لی گئی ہو .

وہ تیزی سے سانس لینے لگی. اور جسم بری طرح لرزنے لگا.

اس کا شکاری اپنا چہرہ اس کے مزید قریب کرنے لگا تو ھدیل اس کی دہکتی سانسیں اپنی گردش کی پشت پہ محسوس کرنے لگی.

تم جانتی ہو سب سے پر کشش احساس کونسا ہے۔۔۔۔۔

وہ اپنی ناک سے اس کی کان کی لو کو چھوتا ہوا کہنے لگا تو ھدیل سسک کر رہ گئی. سب کچھ دھندھلانے لگا تھا اور وہ کوئی حرکت نا کر پا رہی تھی.

خوف کا احساس۔۔۔۔ سب سے پر کشش احساس ہے جو میلوں دور سے شکاری کو کھینچ لیتا ہے۔۔۔۔

وہ اس کی حالت سے محسوس ہوتا کہنے لگا.

ت۔۔۔ت۔۔۔ تبریز۔۔۔

اس نے بمشکل اس کا نام ادا کیا تو وہ تمسخرانہ ہنس دیا.

یس۔۔۔مائی ڈیئر۔۔۔

ھدیل کو لگا جیسے وہ پھر سے اسے کلاس روم میں قید ہے۔۔۔ کمزور۔۔۔ خوفزدہ۔۔۔۔

پ۔۔۔پلیز۔۔۔

لیکن اس بار اس کا شکاری صرف اسے خوفزدہ نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ اپنے شکار کو قید کرنے کا ارادہ رکھتا تھا.

کیا ہوا ھدیل۔۔۔۔ آئی مسڈ یو۔۔۔۔

وہ اس کی گردن تک جاتا خوشبو کو خود میں اتارتا کہنے لگا تو ھدیل پہ ایک عجب خوف طاری ہو گیا.

اب وہ بچی نہیں رہی تھی اور اس وقت اسے اپنی عزت کی فکر ستانے لگی.

نہیں۔۔۔۔ جانے۔۔۔ دو۔۔۔۔

وہ اتنی بھی ہمت نہیں کر پا رہی تھی کہ چلا کر کسی کو مدد کے لئے پکارتی.

اچانک تبریز اس سے کچھ فاصلہ پہ ہوا. ھدیل کو لگا وہ اس پہ پھر سے حملہ کی تیاری میں ہے. اس خوف کے پیش نظر وہ پلٹ بھی نا پائی.

ھدیل۔۔۔۔ کہاں ہو تم۔۔۔۔۔

اچانک عکاشہ کی آواز پہ وہ ہوش میں آئی اور پلٹی تو وہاں کوئی بھی موجود نہیں تھا.

کچھ دیر میں دروازہ کھلا اور عکاشہ اندر داخل ہوئی ھدیل کا اڑا ہوا رنگ دیکھتی وہ بھاگتی ہوئی اس کی جانب بڑھی لیکن وہ اس کی پہنچنے سے پہلے ہی زمین بوس ہو گئی.

-------

بخار کی شدت سے وہ ہوسٹل میں ہی تھی. مختلف سوچیں اسے آ گھیرتیں .
جس بات پہ وہ جھنجھلا جاتی وہ اس کا خوف سے منجمد ہو جانا تھا.

خود کو اس لمحہ سے نکالنے کے لئے وہ اپنی اسائنمنٹ پہ کام کرتی رہتی جسے سبمٹ کروانے میں اب چند دن ہی رہتے تھے .

-------

دو دن بعد آج وہ یونیورسٹی آئی تو اس کے دوست اسے دیکھ کر کافی خوش .
شجیر کی خوشی بھی دیدنی تھی جس پہ عکاشہ اسے ذو معنی نظروں سے دیکھنے لگی اور وہ اسے گھور کر رہ گئی.

وہ یوں اچانک بیہوش کیوں ہوئی اس کا اس کے پاس کعئی جواب نا تھا.

آج اسے اسائنمنٹ بھی سبمٹ کروانی تھی .

------

وہ جیسے ہی اپنی کلاس میں پہنچی یونیورسٹی لاگ ان کر کے پروفیسر شمس کو اسائنمنٹ بھیجنے لگی .
کچھ ہی دیر میں وہ کلاس میں آ گئے تو ان کا لیکچر شروع ہو گیا.

آج وہ ایسے لوگوں کو ڈسکس کر رہے جنہوں نے اپنے اغواء کار کو اپنی محبت میں الجھا کر قید سے رہائی دی .

چونکہ ان کی اسائنمنٹ جمع کروانے کا وقت ختم ہو چکا تھا اس لئے وہ ہر موضوع کا سرسری ساذکر کر رہے تھے.

یہ ایک ذہنی بیماری تھی لیکن زیادہ خطرناک تو قیدی کا اپنے اغواء کار کے عشق میں پاگل ہونا تھا.

ایسے میں اسے یہی لگتا تھا کہ صرف وہی شخص ہے جو معنی رکھتا ہے.

سر۔۔۔ کیا آزادی کے بعد بھی وہ شخص اسی کیفیت کا شکار رہ سکتا ہے یا نہیں۔۔۔۔

عکاشہ نے وہی سوال کیا جو کہ وہ خود بھی سوچ رہی تھی.

ایسا شخص آزادی چاہتا ہی نہیں .

انسان کا دماغ کچھ معاملات میں بہت کمزور ہے۔۔۔اگر اس سے ٹھیک طرح کھیلا جائے تو اسے طابع کرنا مشکل نہیں.

قیدی خود کو اغواء کار کی محبت میں گرفتار پاتا ہے۔۔۔

لیکن ایسا کیوں۔۔۔ میرا مطلب۔۔۔ آخر اس نے آپ کو قید کیا ہے۔۔۔ کوئی ایسا شخص جو اپنے حواس میں ہے وہ ایسے کیسے اس سے محبت کر سکتا ہے۔۔۔

ھدیل کے سوال پہ پروفیسر شمس اا کی طرف بڑھنے لگے. وہ اسے دلچسپی سے دیکھ رہے تھے.

جب آپ چھ مہینوں تک ایک کمرے میں قید رہیں اور آپ کی ضروریات ایک شخص پورا کرے یہی نہیں سماجی رابطہ کا وہ آپ کا آخری سہارا ہو۔۔۔ ایسی میں وہ شخص آپ کے دماغ کو بہت اچھے سے تسخڑ سکتا ہے اور آپ کے حواس پہ چھا سکتا ہے۔۔۔

اور جہاں تک مجھے یاد ہے مس ھدیل۔۔۔ آپ کی تو اسائنمنٹ بھی اسی سے تعلق رکھتی ہے۔۔۔ یہاں سب کو سمجھانے کی جگہ آپ الٹا سوال کر رہی ہیں۔۔۔

افسوس۔۔۔ اس سے ہی میں آپ کی اسائنمنٹ میں کارکردگی کا اندازہ کر سکتا ہوں۔۔۔

ھدیل ان کی بات پہ شرمندہ سی ہوگئی جبکہ سب کے سامنے یوں بے عزتی پہ عکاشہ اور شہروز پروفیسر شمس کو پیشانی پہ بل ڈالے دیکھنے لگے.

شمس دوبارہ باقی سٹوڈنٹس کی طرف متوجہ ہوا اور اپنے ڈائس کی طرف بڑھنے لگا.

کئی قیدی ایسے بھی پائے گئے جو اس سب کو سمجھتے تھے اور اپنی قیدی کو اپنی محبت میں الجھانے کی کوشش کے دوران خود ہی اس بیماری کے شکار ہو گئے.

جسے ہم سٹوکلہوم سنڈروم کے نام سے جانتے ہیں.

کلاس از ڈسمسڈ۔۔۔اس ہفتہ کے اختتام تک آپ سب کو آپ کی اسائنمنٹ کے گریڈز مل جائیں گے۔۔۔

وہ ھدیل کو دیکھتے ہوئے کہنے لگے تو وہ اپنا سامان سنبھالتی وہاں سے جلد از جلد جانے کی کوشش کرنے لگی.

--------

ویسے یار۔۔۔انہیں ایسے نہیں کہنا چاہیئے تھا۔۔۔وہ بھی ساری کلاس کے سامنے۔۔۔

ھدیل تیزی سے چل رہی تھی جب عکاشہ بولی۔۔۔

تم میرے ساتھ کیا کر رہی ہو۔۔۔اپنی کلاس میں جاؤ۔۔۔۔

ھدیل اسے دیکھتی ہوئی کہنے لگی جو کہاں اس کی رفتار کا ساتھ دیئے تھی.

رہنے دو۔۔۔۔کلاسز تو ہوتی رہتی ہیں۔۔۔۔ہم دونوں کہیں کیفے میں چلتے ہیں تمہارا موڈ بھی ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔۔

شہروز اور نور پہلے ہی اپنے اگلے لیکچر کے لئے جا چکے تھے.

نہیں یار۔۔۔۔میرا دل نہیں۔۔۔۔

ھدیل ناک سکیڑتی کہنے لگی.

ایسے کیسے دل نہیں۔۔۔۔چلو نا۔۔۔تمہارا موڈ ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔۔

وہ اسے کھینچنے لگی تو ھدیل زچ ہونے لگی لیکن یہ تو شروعات سے واضح تھا کہ وہ عکاشہ سے کبھی نہیں جیت سکتی اس لئے خاموش ہو گئی.

یونیورسٹی سے کچھ فاصلہ پہ موجود کیفے میں وہ دونوں بیٹھی ہنزہ جانے والی ٹرپ کے متعلق بات کر رہی تھیں.

ان کی ٹرپ تین دن کے لئے شاہراہ قراقرم کے ذریعے وہاں جا رہی تھی اور عکاشہ کو شاپنگ کرنے کا بہانہ چاہئیے تھا۔۔۔۔اب وہ اسے مارکیٹ جانے کے لئے منا رہی تھی.

اچانک اس کا فون بجنے لگا تو وہ اس پہ چمکتا نا معلوم نمبر دیکھنے لگی.

ہیلو۔۔۔اس کے بولنے پہ جب مقابل نے کوئی جواب نا دیا تو وہ اک بار پھر بولی

ہیلو۔۔۔کون ہے۔۔۔۔

لیکن دوسری طرف مکمل خاموشی سے اس کی پیشانی پہ بل پڑنے لگے .

جھنجھلاتے ہوئے اس نے رخ پلٹا تو کھڑکی سے باہر نظر پڑتے ہی وہ چونکی.

مخالف سمت میں بلڈنگ کے باہر وہی شخص ہڈے پہنے کھڑا تھا.

وہ ایک ہاتھ پینٹ کی جیب میں گھسائے دوسرے سے موبائل پکڑے کان پہ لگائے کھڑا تھا.

تبریز۔۔۔ھدیل سدمہ سے نکلنے لگی تو اس کا دماغ غصہ سے کھولنے لگا۔

ھدیل۔۔۔کیا ہوا کون ہے۔۔۔۔

عکاشہ نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا جو کہ موبائل کی طرف اشارہ کرتی پوچھ رہی تھی .

کوئی نا معلوم نمبر تھا.

وہ موبائل کان سے ہٹاتی پھر سے باہر جھانکنے لگی جہاں اب کوئی بھی موجود نا تھا.

ھدیل کی پکڑ اپنی موبائل پہ مضبوط ہوتی گئی اسے تبریز کی جانب سے صرف ایک غلطی صرف ایک غلطی کی ضرورت تھی.

۔۔۔۔۔۔

اس کے بعد اسے تبریز نا تو کہیں دکھا اور نا ہی اس نے اس پر کوئی حملہ کیا .

آج ویبسائٹ پہ پروفیسر شمس نے ان کے گریڈز پوسٹ کر دیئے تھے .

سی۔۔۔۔۔اس نے مجھے سے گریڈ دیا۔۔۔

عکاشہ جو اپنا کوم کر رہی تھی ایک دم اس کی جانب متوجہ ہوئی .

کیا مطلب سی۔۔۔اور کس نے سی دے دیا تمہیں۔۔۔

وہ اپنے بیڈ سے پھلانگتی اس کے پاس آ بیٹھی .

یہ دیکھو اس نے مجھے سی گریڈ دیا ہے میں نے اتنی محنت سے اسائنمنٹ بنائی اور مجھے یہ ملا۔۔۔

پہلی بار اسے اتنے کم گریڈ ملے تھے جس پہ وہ بھونچکا سی رہ گئی تھی .

عکاشہ نے لسٹ نیچے کرتے ہوئے اپنے گریڈ چیک کئے تو اسے بی پلس ملا تھا اور شہیر کو اے پلس۔۔۔

مجھے یقین نہیں آ رہا کہ وہ میرے ساتھ ایسا کیوں کریں گے۔۔۔

وہ اپنا سر تھامتی لیپ ٹاپ خود سے دور ہٹاتی کہنے لگی .

ہمم۔۔۔میرے خیال سے کوئی غلطی ہوئی ہے تم کل ان سے بات کر کے دیکھنا۔

عکاشہ کے دلاسہ پہ وہ کچھ پر سکون ہوئی . شاید کوئی ٹائپنگ مسٹیک ہو گئی ہو .

اسی سوچ میں اس نے ساری رات گزاری اور اگلے روز سب سے پہلے ان کے آفس کے باہر موجود تھی.

ان کے دروازے پہ ھدیل نے جیسے ہی ہلکا سا نوک کیا ایک رعب دار آواز نے اسے اندر داخل ہونے کو کہا.

وہ گہری سانس بھرتی آفس میں داخل ہوئی۔

کلاز دا ڈور۔۔۔

ھدیل دروازہ بند کرتی ان کی طرف پلٹی جو کرسی سے ٹیک لگائے اس کے بولنے کے منتظر تھے.

سر۔۔۔ آپ نے مجھے اسائنمنٹ میں اتنے کم نمبر دیئے ہیں جبکہ اس میں میں نے تھیوری کو بہت اچھے سے بیان کیا ہے.

میں نے آپ کو کیا ٹاپک دیا تھا مس ھدیل۔۔۔

وہ پن کو انگلیوں پہ گھماتا ہوا پوچھنے لگا۔ نظریں ہنوز ھدیل پہ قائم تھیں.

آپ نے مجھ سے لیما سنڈ روم کے بارے میں۔۔۔

ایک بار پھر سوچ لیں۔۔۔

شمس نے اس کی بات کاٹی تو وہ کچھ لمحے اس کھڑوس شخص کو دیکھنے لگی.

آپ نے مجھے لیماسنڈروم پہ اسائنمنٹ بنانے کا کہا تھا.

غلط۔۔۔

وہ اپنی کرسی سے کھڑا ہوتا اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تو ھدیل بوکھلا کر ایک دم دور ہوئی.

میں نے آپ سے تھیوری نہیں مانگی تھی. اگر تھیوری چاہیے ہوتی تو میں کہتا آپ لیماسنڈروم پہ لکھیں یا یہ کہ کوئی اغواء کار متاثرہ شخص سے محبت میں پڑ جائے اس بارے میں بتائیں.

لیکن میں نے یہ کہا تھا کہ آپ مجھے یہ بتائیں کہ متاثرہ شخص اپنے اغواء کار کو اپنی محبت میں کیسے گرفتار کر سکتا ہے.

وہ ابرو اچکا کر کہنے لگا تو ھدیل اپنا منہ کھلتی پھر بند کرنے لگی.

کیا میں درست کہ رہا ہوں۔۔۔

وہ پوچھنے لگا تو ھدیل کو اپنی آواز کہیں گم ہوتی محسوس ہوئی.

ج۔۔۔جی۔۔۔

اب آپ مجھے شکریہ کہیں کہ میں نے اس کے باوجود فیل نہیں کیا بلکہ سی گریڈ دیا اور یہاں سے چلتی بنیں.

جج۔۔۔جی۔۔۔ سر شکریہ۔۔۔۔

وہ سر جھکاتی اس کے آفس سے نکل آئی. وہ اتنی بڑی غلطی کیسے کر سکتی تھی .

لیکن اسے اغواء کار کو محبت میں پھسانے کا طریقہ کیا پتا ہو۔۔۔ بھلا کوئی ایسے ٹاپک بھی دیتا ہے.

وہ دل ہی دل میں اسے کوستی ہوئی واپس عکاشہ کے پاس آگئی.

میں واپس ہوسٹل جارہی ہوں۔۔۔

ہیں۔۔۔وہ کیوں۔۔۔کلاسز نہیں لینی کیا۔۔۔اور کیا کہا سر شمس نے۔۔۔۔

پلیز عکاشہ۔۔۔ میں بس واپس جارہی ہوں۔۔۔ میرا دل نہیں کوئی کلاس لینے کا.

وہ ضبط کرتی وہاں سے چل دی جبکہ عکاشہ اسے آواز دیتی رہ گئی .

شھیر بھی اسی وقت وہاں پہنچا لیکن وہ اسے نظر انداز کرتی آگے بڑھ گئی تو وہ عکاشہ سے اس کی وجہ معلوم کرنے چل دیا.

۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ ہوسٹل پہنچی تو اس کے دروازے کے قریب ہی ایک سرخ رنگ کا لفافہ موجود تھا.

اس نے دروازہ لاک کیا اور وہ لفافہ بیڈ تک لے آئی.

اچھے سے جانتی تھی کہ یہ کس نے بھیجا ہے۔

وہ کچھ دیر سر کی پشت دیوار سے ٹکرائی گہری سانسیں لینے لگی اور پھر اسے لفافہ کو کھولنے لگی.

ایک کے بعد ایک تصویر وہ اپنی نگاہ کے سامنے سے گزارت اور کبھی خوف سے کانپتی تو کبھی غصہ سے.

وہ اس کی فاصلہ سے کھینچی گئی تصاویر تھیں. کچھ میں وہ مارکیٹ میں عکاشہ کے ساتھ تھی تو کچھ میں یونیورسٹی.

اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے جنہیں وہ رگڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی تبھی اس کا موبائل بجنے لگا جس پہ وہی نمبر چمک رہا تھا.

ھدیل نے غصہ سے موبائل کان کو لگایا اور اپنی بھڑاس نکالنے لگی.

تمہیں لگتا ہے یہ سب کر کے تم مجھے خوفزدہ کر دو گے تو تم بیوقوف ہو۔۔۔ میں اب وہ لڑکی نہیں رہی جو تمہارے خلاف کچھ نہیں کرے گی.

اس بار تمہیں تمہاری ہر حرکت کا جواب ملے گا۔۔۔ تم نے میری برداشت کی حدود پار کی ہیں۔۔

وہ اس پہ چلاتی رہی لیکن مقابل کی طرف سے مکمل سکوت تھا .

ھدیل نے موبائل بند کیا اور کچھ ہفتے پہلے لائبریری میں ملا وہ نوٹ اور تصاویر بیگ میں رکھتی پولیس سٹیشن کی طرف چل دی.

------

مجھے رپورٹ درج کروانی ہے۔۔۔۔۔

جی میڈم جی کس کے خلاف کاٹوں ایف۔ آئی۔ آر۔۔۔

میں نہیں جانتی کہ اس کا کیا نام ہے۔۔۔۔

ھدیل نے جھجھکتے ہوئے کیا تو وہ اس کا چہرہ دیکھنے لگا.

ٹھیک ہے نامعلوم افراد کے نام کرانا چاہتی ہیں رپورٹ۔۔۔۔۔بتائیں کیا کیا اس نے۔۔۔۔۔

پیچھا۔۔۔وہ شخص میرا پیچھا کرتا ہے۔۔۔۔مجھے ڈراتا ہے۔۔۔۔۔

اس کے سامنے بیٹھے آفیسر نے اس کی شکل دیکھی اور پھر اپنے ہاتھ سے پین ایک طرف رکھ دیا.

ھدیل اس کے چہرے پہ آتے ناگواری کے تاثر نظر انداز کرتی اپنی بات جاری رکھے تھی.

وہ شخص لگاتا میرا پیچھا کر رہا ہے اور مجھے مختلف نوٹ بلینک کالز اور تصویر سے خوفزدہ کئے ہے.

ھدیل اس کی لکھی نظم اور تصویریں دکھاتی کہنے لگی.

انسپکٹر نے پہلے تصاویر اور پھر اس نوٹ کی طرف ہاتھ بڑھایا.

دیکھیں میڈیم مجھے تو یہ سیدھا سادھا عشق و ماشوقی کا معاملہ لگتا ہے۔۔۔ اب اس میں ہم کیا رپورٹ درج کروائیں.

ھدیل کچھ لمحے منہ کھولے اسے دیکھتی رہی۔ عشق و ماشوقی۔۔۔

میں آپ کو بتا رہی ہوں وہ مجھے خوفشدہ کر رہا ہے۔۔۔ میری جان کو خطرہ کو سکتا ہے اور آپ مجھے یہ کہ رہے ہیں.

ھدیل کی آواز بل دھونے لگی تو انسپکٹر خود پہ ضبط رکھنے کے لئے ادھر ادھر دیکھنے لگا.

دیکھیں میڈیم۔۔۔ ان تصاویر ڈے کچھ ثابت نہیں ہوتا .

اور یہ نوٹ۔۔۔ اس میں بجی کوئی دھمکی نہیں لکھی۔۔۔ بلکہ یہ کیا لکھا پے۔۔۔

A kiss of Desire on the Lips.....

اب اسے میں عشق و ماشوقی نا کہوں تو کیا کیوں۔۔

ھدیل کا چہرہ شرمندگی سے سرخ ہونے لگا.

اور۔۔۔ اور وہ فون کالز۔۔۔

دیکھیں میڈیم اس طرح تو میں دپورٹ نہیں لکھ سکتا۔۔۔ناتو اس نے آپ کو کوئی نقصان پہنچایا۔۔۔

لیکن اس نے مجھ پہ حملہ۔۔

انسپکٹر اس کی بات کاٹتا خود بولنے لگا۔۔

مجھے یقین ہے آپ اوور ری ایکٹ کر رہی ہیں۔۔کچھ ہی دنوں میں کوئی لڑکا پھول لے کر آپ کے سامنے ہو گا۔۔۔

کچھ لمحے پہلے کی شرمندگی اب غصہ میں بدلنے لگی تھی.

اگر تو اس نے کوئی دھمکی لکھی ہوتی یا آپ کو نقصان پہ۔چایا ہوتا تو بھی میں رپورٹ درج کرتا۔۔۔اب ایسے تو میں نہیں کر سکتانا۔۔۔

لیکن آپ کو میری مدد کرنی ہو گی۔۔۔میں سچ کہ رہی ہوں۔۔۔

وہ اضطرابی کیفیت میں بولی۔۔۔

میں صرف یہ مدد کر سکتا ہوں کہ اس فون نمبر کا پتا کروا سکتا ہوں کہ یہ کس کا ہے۔۔۔

اس کے علاوہ یہ رپورٹ تو درج ہونے سے رہی۔۔۔

لیکن آپ سمجھ نہیں رہے پہلے بھی۔۔۔

میڈیم جی پلیز جائیں یہاں سے۔۔۔۔ ہمیں بہت سے کام ہیں۔۔۔۔اور آپ وقت ضائع کر رہی ہیں۔۔۔

وہ باہر کی طرف اشارہ کرتا کہنے لگا تو ھدیل اسے گھورتی غصہ سے تصاویر اور نوٹ بیگ میں پھینکتی وہاں سے چل دی.

-------

ھدیل جب تک ہوسٹل واپس پہنچی عکاشہ وہاں پہلے سے ہی موجود تھی۔
کیا ہوا تم یونی سے کیوں آگئی اور اب کہاں گئی ہوئی تھی۔۔۔۔

کہیں نہیں یار۔۔۔
وہ اپنا بیگ بیڈ پہ پھینکتی ہوئی خود بھی گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گئی.

تم پہلے بتا دیتی کہ آج چھٹی جا ارادہ ہے تو میں بھی یونی نا جاتی اور پھر ہم شاپنگ کر آتے۔۔۔

وہ ہاتھوں کو جوڑ کر کہنے لگی تو ھدیل مسکرا دی۔۔۔

ویسی ابھی بھی کافی وقت ہے ہم جا سکتے ہیں۔۔۔
تمہیں کوئی کام نہیں کیا۔۔۔

ھدیل اس سے پوچھنے لگی تو عکاشہ اسے ایسے دیکھنے لگی جیسے ھدیل نے اسے کوئی گہرہ گھاؤ پہنچایا ہو.

لڑکی۔۔۔۔شاپنگ ایک بہت ہی اہم کام ہے۔۔۔۔اور ویسے بھی صرف دو دن رہ گئے ہیں ٹرپ میں اور تم ہو کہ سیریس ہی نہیں لے رہی میری بات۔۔۔۔۔

یار میں پہت تھک گئی ہوں۔۔۔۔اور ضروری تو نہیں ہر چیز کے لئے شاپنگ کی جائے۔۔۔۔

وہ ان تصاویر کے متعلق سوچتی ہوئی کہنے لگی۔۔۔۔۔پھر اچانک اٹھ کھڑی ہوئی.

پتا ہے کیا۔۔۔۔ھدیل کی آنکھوں میں ایک الگ چمک پیدا ہوئی تھی.

کیا۔۔۔۔

میرے خیال سے ہمیں شاپنگ پہ جانا چاہئیے۔۔۔۔۔

اگر تبریز اس کا پیچھا کرنا چاہتا تھا تو ضرور کرے لیکن اس بار وہ اڈے رنگے ہاتھوں پکڑے گی اور اتنی بھیڑ میں اسے اچھے سے پٹوائے گی.

یہ پلان اس نے بیٹھے بیٹھے ہی ترتیب دے لیا تھا.

لیکن ابھی تو تم کہ رہی تھی کہ نہیں جانا۔۔۔۔عکاشہ اسے کن اکھیوں سے دیکھنے لگی.

تمہیں جاہے یا نہیں جانا۔۔۔۔

وہ حتمی انداز میں کہنے لگی تو عکاشہ فورا کھڑی ہو گئی۔۔۔۔

جانا ہے نا یار۔۔۔۔ غصہ کیوں کرتی ہوں۔۔۔۔

کچھ ہی دیر میں وہ دونوں ہوسٹل کا گیٹ عبور کر رہی تھیں.

--------

ھدیل بظاہر تو خریداری کر رہی تھی لیکن اس کے تمام حواس تبریز کی موجودگی کا پتا لگانے میں جٹے تھے.

پہلی بار جب اس نے اچانک حملہ کیا تو وہ اس کے لئے تیار نہیں تھی. لیکن اگر اسے کھیلنا ہی تھا تو اس بار وہ بھی اپنی چال چلے گی.

وہ بار بار اپنے اطراف کا غور سے جائزہ لیتی اور پھر عکاشہ کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو جاتی.

اچانک کسی چیز نے اس کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا.

بلیک ہوڈی میں ملبوس وہ شخص خاموشی سے ایک طرف کھڑا تھا.

عکاشہ میں نے وہاں کچھ دیکھا ہے تم یہیں رہو نیں ابھی آئی.

وہ اس پہ نظریں جمائے عکاشہ کو کہنے لگی .

ہیں۔۔۔ کہاں۔۔۔ رکو میں بھی آئی۔۔۔

وہ پیسے دے رہی تھی لیکن ھدیل اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر اس پر اسرار شخص کی طرف بڑھ گئی.

کچھ ہی دیر میں وہ رش میں ایسے گم ہوئی کہ عکاشہ دیکھتی ہی رہ گئی کہ وہ کس سمت گئی ہے.

ھدیل تیز تیز قدم اٹھاتی لوگوں کے اس ہجوم کو چیرتی اس طرف بڑھ رہی تھی .

وہ آدھا رستہ عبور کر چکی تھی جب وہ شخص سہولت سے دیوار سے اپنی پشت ہٹاتا مخالف سمت چل دیا.

ھدیل نے بھی اپنی رفتار کو تیز کر دیا۔۔۔

رکو۔۔۔رکو۔۔۔ کیں نے کہا رک جاؤ۔۔۔۔

جیسے جیسے شام ہوتی جا رہی تھی لوگوں کا رش مزید بڑھ رہا تھا.

وہ اس گلی میں داخل ہوتی ادھر ادھر دیکھنے لگی جب اسے تبریز کا ہڈی پہنا سر ایک دوسری گلی میں داخل ہوتے گرا.

وہ اس کا پیچھا کرتی ایک ایسے حصے میں آ پہنچی جہاں کوئی بھی نا تھا.

گلی کے وسط میں کھڑی وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی اور پھر اپنا سر تھام لیا.

اتنا قریب۔۔۔۔اتنا قریب آ کر بھی وہ اس تک نا پہنچ پائی تھی.

لعنت ہے۔۔۔۔۔۔۔

وہ خود کو کوستی ہوئی واپسی کے لئے پلٹی جب ایک سمت سے دو آوارہ اور اوباش لڑکے اس کی طرف آئے۔۔۔۔

میڈیم جی کھو گئی ہو کیا۔۔۔۔۔

اسے اکیلا دیکھ کر وہ خباثت سے مسکرائے تھے.

ھدیل انہیں نظر انداز کرتی اپنی رفتار تیز کرتی وہاں سے نکلنے لگی جب ان میں سے ایک نے اس کا راستہ روکا.

ارے کہاں جا رہی ہو۔۔۔۔۔رکو تو سہی۔۔۔۔زرا ہم سے تعارف ہی سہی.

وہ ایک دوسرے کو آنکھ مارتے ہوئے ہسنے لگے تو ھدیل کی پیشانی پہ پسینہ کے ننھے قطرے نمودار ہونے لگے.

ہٹو۔۔۔۔ہٹو۔۔۔۔میرے راستہ سے۔۔۔۔۔

کیا وہ اتنی بیوقوب ہو گئی تھی کہ تبریز کی وجہ سے دوسرے خطرات کو بھول ہی گئی.

اس کے سامنے کھڑے شخص نے ھدیل کی جانب ہاتھ بڑھایا تو وہ چیختی ہوئی ایک دم اس سے دور ہوئی.

اس کی آنکھیں نم ہونے لگی تھیں اور وہ ادھر ادھر کسی مددگار کو ڈھونڈنے لگی.

وہ لوگ اس کے یوں اچھلنے پہ ہسنے لگے تو ھدیل مدد کے لئے چلانے لگی.

جانے دو مجھے۔۔۔۔پلیز۔۔۔۔

وہ لوگ اس کے گرد گھیر اتنگ کرنے لگے تھے اور اس کے فرار کے تمام راستے بند ہو چکے تھے.

اس نے کبھی تبریز سے ہار نہیں مانی تھی تو وہ ان سے زیر ہونے کا ارادہ بھی نہیں رکھتی تھی.

ھدیل کے پیچھے کھڑے شخص نے اسے ایک دم جھپٹا تو وہ اس کے گھٹنے پہ زوردار حملہ کرتی خود کو آزاد کرواتی ایک سمت بھاگی.

لیکن اس کے سامنے موجود شخص نے اس کی کلائی تھام کر اپنی طرف کھینچا.

اس کا سانس خوف سے پھول چکا تھا.

وہ اس سے ٹکراتی اس سے پہلے وہ چیخنے لگا اور اس کا ہاتھ چھوڑ دیا.

اس شخص کے سر سے خون بہہ رہا تھا اور وہ دونوں ہاتھوں سے کراہتے ہوئے پلٹا.

وہی پراسرار شخص ہڈی میں ملبوس کھڑا تھا اور اس نے ایک ڈنڈے سے اس کے سے پہ زوردار حملہ کیا تھا.

ھدیل کی آنکھیں اسے دیکھ کر پھیل گئیں.

وہ اس کی مدد کر رہا تھا یہ ایک نا قابل یقین بات تھی.

جاؤ یہاں سے۔۔۔۔

وہ اس پہ دھاڑا تھا جب اس شخص کا دوست تبریز کی سمت لپکا.

ھدیل تو جیسے وہیں منجمد ہو گئی تھی.

دفع ہو جاؤ یہاں سے۔۔۔۔۔

وہ غضبناک آواز میں دھاڑا تو ھدیل اپنے حواس میں واپس آئی.

جھک کر اپنا گرا ہوا بیگ اٹھایا جو اس شخص کے کھینچنے کے دوران گر گیا تھا اور اسے دبوچے ہوئے وہاں سے بھاگ گئی.

جب وہ مارکیٹ کے قریب پہنچ گئی جہاں لوگ موجود تھے تب اس نے رک کر اپنا سانس بحال کیا۔

موبائل کی بیل کے احساس سے وہ اسے بیگ سے نکالنے لگی جس پہ عکاشہ کی کئی مسڈ کالز دکھ رہی تھیں.

کہاں ہو تم۔۔۔کب سے ڈھونڈ رہی ہوں۔۔۔

عکاشہ چھوٹتے ہی اس پہ برس پڑی.

وہ میں۔۔۔۔ آ رہی ہوں۔۔۔۔

اس نے موبائل واپس بیگ میں رکھا اور ایک دم کپکپا اٹھی.

---------

وہ کیا کر رہا تھا۔۔۔۔ کیا وہ اس کے ساتھ کھیل رہا ہے۔۔۔۔

وہ اس کی جان کیوں بچائے گا۔۔۔۔

وہ کب سے بیٹھی یہی سب سوچ رہی تھی جبکہ عکاشہ گہری نیند میں تھی.

اسے اس انسپیکٹر کی بات ایک دم یاد آئی تھی۔۔۔۔

کہ یہ تو کوئی عشق و ماشوقی کا معاملہ لگتا ہے۔۔۔۔۔

نہیں۔۔۔۔اس کا انداز بدلا تھا لیکن وہ وہی تھا۔۔۔۔ وہ ابھی بھی اس سے کھیل رہا تھا۔۔۔۔

نہیں۔۔۔ تبریز میں نے پہلے بھی تمہیں تمہارے ارادوں میں ناکام کیا تھا اور اس بار بھی تم اپنے ارادوں میں ناکام ہی ٹھہرو گے.

۔۔۔۔۔۔۔

وہ مارکیٹ میں اس کا پیچھا کرتے پہنچا تھا جب ھدیل کو اچانک اپنی طرف بڑھتے پایا تو اس کے ارادے فورا بھانپ گیا.

وہ وہاں سے چل دیا لیکن ھدیل پھر بھی اس کا پیچھا کرتی رہی .

وہ ایک گلی میں داخل ہوا تو ھدیل اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئ.

وہ اسے ڈھونڈتا ہوا گزر رہا تھا جب ھدیل کی چیخیں سنائی دی۔

وہ اس کی تھی۔۔۔ اسے درد دینا یا خوشی۔۔۔ ہر چیز پہ اس کا حق تھا.

ان دونوں کو دیکھتے ہی تبریز کا خون کھولنے لگا اور ہر سمت صرف سرخ رنگ دکھائی دینے لگا.

ھدیل اتنی بیوقوف تھی کہ کسی سنسان علاقے میں چلی گئ.

اس وقت ایک لمحے کے لئے دل کیا کہ اسے اس کی سزا دے۔

اس بار تم مجھ سے فرار نہیں ہو سکتی مائی ڈیئر۔۔۔ بہت جلد میں تمہیں حاصل کر لوں گا۔۔۔ تمہیں اپنا بنانے کے لئے۔۔۔ تمہیں قید کرنے کے لئے۔۔۔۔ ہمیشہ۔۔۔۔

وہ کھڑکی میں کھڑا پورے چاند کو دیکھتے ہوئے اس سے مخاطب تھا.

--------

اگلے روز زیادہ تر سٹوڈنٹس کلاسز بنک کرنے کے چکر میں تھے.

سب کے ٹرپ کو لے کر اپنے اپنے منصوبے تھے. عکاشہ۔۔۔نور۔۔۔ھدیل اور شھیر سب بیٹھے ہوئے پلان ترتیب دے رہے تھے.

وہ اپنے ہی خیالوں میں کھوئی ان سے کٹی کٹی سی تھی شھیر نے اس کی غائب دماغی محسوس کی تو اسے حال میں واپس لانے کے لئے اس سے باتوں کا آغاز کر دیا.

جب وہ اس کام میں زیادہ کامیاب نا ہو پایا تو زبردستی ھدیل کو کیفے ٹیریا لے آیا.

کیا ہوا ہے آج محترمہ کہاں غائب ہیں .

وہ اس کے سامنے ہاتھ ہلاتا پوچھنے لگا تو ھدیل مسکرا دی.

نہیں۔۔۔کچھ نہیں۔۔۔۔میں بس کچھ سوچ رہی تھی۔۔۔

کیا سوچ رہی تھی۔۔۔شاید میں مدد کر پاؤں۔۔۔۔

ھدیل جیسے اسے پہلی بار دیکھنے لگی تھی. بے شک عہ ایک بہترین شخص تھا .

پرواہ کرنے والا چاہے جانے کے قابل۔۔۔۔

تم بہت اچھے ہو شہیر۔۔۔۔۔

وہ خفیف سا مسکراتی کہنے لگی.

لو۔۔۔۔ تو تب سے یہ سوچا جا رہا تھا۔۔۔۔ اور میں پریشان ہو گیا تھا کہ کہاں کھو گئی ہیں ہماری پیاری دوست۔۔۔۔

وہ پیسے دیتا سب کے لئے کولڈ ڈرنک پکڑتے کہنے لگا.

نہیں میں کچھ اور سوچ رہی تھی۔۔۔ پر اب نہیں سوچ رہی۔۔۔۔

وہ اس کے انداز پہ ہنستے ہوئے کہنے لگی.

ویسے اگر میں تم سے نا ملتا تو تم تو سوچ سوچ کر ہی مر جاتی۔۔۔۔

ھدیل نے جواب دینے کی غرض سے منہ کھولا ہی تھا جب نور وہاں آتی دکھائی دی۔۔۔

ہے۔۔۔ گائز۔۔۔۔ میں نے سوچا کچھ مدد کر دوں تم دونوں کی۔۔۔

وہ ان دونوں پہ نظریں ٹکائے کہنے لگی تو ھدیل نے بات کو ختم کرنا ہی بہتر جانا۔

ہاں۔۔۔ بلکل۔۔۔۔ یہ پکڑو۔۔۔۔ میں باقی چیزیں اٹھا لوں۔۔۔۔

شہیر اا کی ہاتھ میں کولڈ ڈرنکز پکڑاتا کاؤنٹر کی طرف پلٹ گیا.

---------

ہنزہ کا سفر ان سب نے خوب ملے گلے کے ساتھ تہہ کیا تھا.

وہاں کافی سردی تھی لیکن ابھی برف باری شروع نہیں ہوئی تھی .

ہر طرف ہریالی اور سبزہ نے ان کی روح کو ترو تازہ کر دیا تھا.

وہ لوگ ہوٹل کے باہر اترے اور اندر داخل ہو گئے.

جبکہ کچھ گروپس اپنے ارواف کا جائزہ لینے لگے. نور اور شھیر بھی کہیں غائب ہو گئے تھے.

وہ بھی ہر چیز دیکھنا چاہتی تھی لیکن اس کا ارادہ پہلے سفر کی تھکان اتار کر پھر سکون سے سیر و تفریح کا تھا.

ہر کمرے میں تین تین سٹوڈنٹ ٹھہر رہے تھے۔

ھدیل عکاشہ اور نعرا ایک ہی کمرے میں رکنے والے تھے.

مجھ سے لکھوا لو یہ نور ہی شھیر کو کھینچ کر لے گئی ہے۔۔۔ورنہ وہ تو تمہیں لے کر جاتا۔۔۔

عکاشہ کن اکھیوں سے اسے دیکھتی کہنے لگی تو وہ بے اختیار مسکرادی.

یار کبھی تو اسے معاف کر دیا کرو۔۔۔

ھدیل بستر پہ گرتی ہوئی کہنے لگی.

ایسے کیسے اسے دکھتا نہیں کہ وہ اسے پسند نہیں کرتا۔۔۔

چھوڑو نا۔۔۔ ہم ان کی بات کیوں کر رہے ہیں۔۔۔ یہ ان کا مسئلہ ہے۔۔۔ اور ویسے بھی نور ایک اچھی لڑکی ہے۔۔۔

ویسے ھدیل تم نے کیا کبھی شھیر کے بارے میں نہیں سوچا۔۔۔

اس کی بات پہ وہ خاموش ہو گئی۔۔۔ اس کے حواس پہ کوئی اور قابض تھا یہ کیسے بتاتی اسے۔۔۔

نہیں۔۔۔ وہ سرگوشی کرتے ہوئے آنکھیں موندھ گئی.

--------

موبائل کی بیل پہ اس کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو تنہا پایا.

وہ نیند سے بوجھل آنکھوں سے ادھر ادھر ہاتھ مارنے لگی.

کال پک کر کے موبائل کان سے لگالیا.

ہیلو۔۔۔

کچھ دیر دوسری سمت خاموشی چھائی رہی تو وہ پھر سے بولی ہیلوووو۔۔۔

you looked beautiful today....but you should try bloody red....my dear....

ھدیل نے ایک دم آنکھیں وا کیں اور بیڈ پہ بیٹھ گئی .

تبریز۔۔۔۔ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو آخر۔۔۔

اس کی آواز میں سختی در آتی تھی .

I leave a dress for you wear it today.....

ھدیل اس کی بات پہ اچھل کر کھڑی ہوئی اور ادھر ادھر دیکھنے لگی .

ہینگر سے ایک خوبصورت گہرے سرخ رنگ کی پوشاک لٹک رہی تھی.

وہ یہاں پہ کب آیا۔۔۔ اور کسی کو کیوں معلوم نا ہوا۔۔۔

ت۔۔۔ تم میرے کمرے میں آئے۔۔۔

اگر وہ چار دیواری میں بھی اس سے محفوظ نہیں تھی تو کہیں بھی نا تھی.

وہ پریشانی سے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگی۔ دوسری جانب وہ تبریز کی ہنسی سن سکتی تھی.

ھدیل نے غصے سے موبائل بند کیا اور کمرے سے باہر نکل گئی. وہ ہمیشہ سے ہی اس کے آس پاس تھا لیکن ھدیل ہی اسے پہچاننے میں بیوقوفی کر رہی تھی.

وہ کمرے سے باہر نکلی تو کاریڈور میں شھیر موبائل پکڑے کھڑا تھا اور اب مسکراتے ہوئے اس پینٹ کی جیب میں رکھ رہا تھا.

ھدیل اسے دیکھتے ہی کمرے میں واپس آگئی اور دروازہ کھول کر اسے دیکھنے لگی.

کیا وہ تبریز تھا۔۔۔اس کا چہرہ اس سے ضرور ملتا تھا لیکن ایسی کوئی عادت نا تھی جو کہ تبریز سے ملتی ہو.

بلکہ وہ تو ہر طرح اس سے الگ تھا. یہ بھی تو ہو سکتا ہے وہ کسی اور سے بات کر رہا ہو۔۔۔

اس نے اپنے اندر پیدا ہوتے وہم کو خود ہی جھٹکا تھا .
لیکن جب سے وہ اس کی زندگی میں آیا تھا اس کے ساتھ سب الٹ ہو رہا تھا.

کچھ سوچتے ہوئے اس نے دروازہ لاک کیا اور خود فریش ہونے چل دی.

اگر شھیر ہی تبریز تھا تو اسے اس سے ہوشیار رہنے کی ضرورت تھی .

------

رات کے وقت وہ سب آگ جلائے اس کے گرد جمع تھے .

دو سٹوڈنٹس گٹار بجا رہے تھے اور باقی گانے گنگنا کر ان کا ساتھ دے رہے تھے۔ ساتھ میں کھانے کا دور بھی چل رہا تھا.

وہ تب سے کن اکھیوں سے اسے دیکھ رہی تھی. تا کہ کچھ بھی ایسی معلومات حاصل کر سکے جس سے اس کا شک یقین میں بدلے.

جبکہ عکاشہ ھدیل کے اس طرح نظریں بچا بچا کر شھیر کو دیکھنے پہ کچھ اور ہی مطلب اخذ کر گئی.

نور اپنے لئے پانی کی بوتل لینے گئی تو عکاشہ نے فوراً ان دونوں کو مخاطب کیا.

شھیر۔۔۔۔ھدیل۔۔۔۔ تم دونوں کا کپل کتنا اچھا لگے گا ہے نا۔۔۔۔

نوالہ چباتی ھدیل کو اتھو لگ گیا تو وہ کھانسنے لگی شھیر نے اس کے سامنے پانی کی بوتل کی تو وہ اسے غٹاغٹ پی گئی.

کیا۔۔۔ کیا بکواس کر رہی ہو عکاشہ۔۔۔۔

وہ گہری سانس بھرتے ہی اسے گھورتی ہوئی کہنے لگی لیکن مقابل بھی عکاشہ تھی.

ہاں نا۔۔۔ دیکھو کیوٹ لگتے ہو تم دونوں۔۔۔۔

وہ ان دونوں کو دیکھتی ٹھنڈی آہ بھرنے لگی تو ھدیل شرمندگی اور غصے کے ملے جلے تاثرات سے سرخ پڑنے لگی.

جبکہ شھیر نے ہلکا سا مسکرا دینے پہ اکتفا کیا.

ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔اور ناہی ایسا کچھ ہو گا کبھی اس لئے بہتر ہے کہ تم اپنی سوچ کو سنبھال کر رکھو.

وہ درشت لہجہ میں کہنے لگا تو شھیر ھدیل کا چہرہ دیکھنے لگا اور اس کے پاس سے کھڑا ہو گیا.

اٹھتے ہوئے اس نے کہنی اس کے کھانے کو پلیٹ کو ماری تو سب ھدیل کے کپڑوں پہ الٹ گیا.

وہ بوکھلا کر پیچھے ہوئی اور کھڑی ہونے لگی لیکن تب تک شھیر لمبے لمبے ڈگ بھر تا وہاں سے جا چکا تھا.

عکاشہ اور ھدیل اس کی اس حرکت پہ منہ کھولے رہ گئے .

------

اگلے روز وہ لوگ وادی دیکھنے کے لئے دوانہ ہونے. اس کے علاوہ وہ مختلف ٹورسٹ پوائنٹ کارخ کرنے والے تھے.

پہاڑ کی چڑھائی کرتے ہوئے عکاشہ کا تو سانس پھولنے لگا جبکہ ھدیل اس سے خاصی محظوظ ہو رہی تھی.

شھیر سے اس کے بات مکمل طور پہ بند تھی جبکہ عکاشہ نے اس سے کئی بار معافی مانگی جب وہ کان پکڑ کر باقاعدہ رو دی تو ھدیل نے اسے دکھی دیکھ معاف کر دیا.

لڑکی۔۔۔۔رکو یار۔۔۔۔میں اور نہیں کر سکتی۔۔۔۔

وہ ہانپتی ہوئی کہنے لگی تو ھدیل اسے سہارہ دینے لگی. وہ اکیلی نہیں تھی اس کی طرح کئی سٹوڈنٹس کا یہی حال تھا.

پروفیسر شنس نے جب انہیں دیکھا تو ایک بریک لینے کا فیصلہ کیا .

ان کے ڈیپارٹمنٹ کے ہیڈ نے تو چڑھائی سے انکار کر دیا تھا تو یہ ذمہداری ان پہ آگئ .

یہاں کچھ دیر آرام کر کے وہ چوٹی تک کا فاصلہ دوباری طہ کرتے اور پھر واپسی کے سفر کے لئے تیاری پکڑتے.

کچھ دیر آرام اور ریفریشمنٹ کے بعد انہوں نے اپنا سفر پھر سے تہہ کرنا شروع کیا .

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

شام کا وقت تھا جب وہ لوگ ہوٹل پہنچے. عکاشہ تو سیدھی کمرے میں جا کر ڈھ گئی لیکن ھدیل ہوٹل کے اطراف کا جائزہ لینے لگی.

وہ جو کوئی بھی تھا اسی ہوٹل میں تھا یہ بات اسے چین لینے نہیں دیتی تھی.

جھاڑیوں میں پیدا ہوتی کسی آواز کے تعاقب میں وہ اس سمت بڑھنے لگے.

درختوں کی اوٹ میں اندھیرے کی مانند کالے لباس میں وہ کھڑا تھا.

ھدیل کو دیکھتے ہی جنگل کی طرف بھاگا تو وہ اس کے پیچھے بھاگنے لگی.

کیا مضاحکہ تھا. کبھی وہ اس سے دور بھاگتی تھی اور اب اس کی سمت.

کچھ دیر اس کا پیچھا کرنے کے بعد وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا.

وہ اس کا نام چلانے لگی تو اس کی آواز گونجنے لگی .

جانوروں کی آواز سے وہ خوفزدہ ہوئی تو واپسی کے لئے بڑھنے لگی لیکن آدھے گھنٹے کے بعد اسے یہ احساس ہوا کہ وہ راستہ بھٹک چکی ہے.

اندھیرا شدت اختیار کرنے لگا اور جانوروں کی آواز بڑھنے لگی. وہ جیب سے موبائل نکال کر کال کرنے لگی لیکن نیٹورک نا ہونے کی وجہ سے کامیاب نا ہو پائی.

موبائل کی ٹارچ جلا کر وہ خوف سے جنگل میں بھٹکتی راستی تلاش کرنے لگی.

اچانک بادل گرجنے لگے تو وہ ہذیانی کیفیت میں بھاگنے لگی .
کسی شاخ سے اس کی بازو زخمی ہوئی تو وہ چیختی ہوئی نیچے گر گئی.

زمین پہ موجود پتھر اس کے گھٹنے میں لگا تو وہ چیخ اٹھی .

ھدیل کا چہرہ آنسو اور مٹی سے تر تھا .

تنفس بگڑ چکا تھا اور دل بہت ہی تیز رفتار سے دھڑک رہا تھا.

وہ اپنی زخمی بازو کو دیکھتی گھٹنے کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر بیٹھ گئی .

آنسوؤں سے شرابور چہرہ وہ کندھے سے رگڑتی جھک گئی.

چوٹ اس گھٹنے پہ لگی تھی جو ایکسیڈنٹ کے دوران ٹوٹی تھی. اسی وجہ سے تکلیف کی شدت زیادہ تھی.

ھدیل نے کڑکتی ہوئی بجلی دیکھی اور پھر اپنا سکارف بازو سے رستے خون پہ باندھنے لگی .

تکلیف سے اس نے ایک بار پھر رونا شروع کر دیا.

اور پھر درخت کا سہارہ لیتی اٹھ کھڑی ہوئی .

جیسے ہی کندھے پہ وزن پڑا وہ پھر سے چیختی ہوئی گر گئی.

سردی زیادہ ہونے لگی تھی اور تکلیف سے اس کا سر چکرانے لگا. اسے ایک دم الٹی ہونے لگی تو وہ وہیں دوہری ہو گئی.

اسے اس کے پیچھے آنا ہی نہیں چاہئیے تھا. یہی چاہتا تھا وہ۔۔۔اسے درد دینا۔۔۔اور وہ ہمیشہ اس کے لئے یہ مزید آسان کر دیتی.

اس کے حواس کام کرنا چھوڑنے لگے تو وہ اپنے بابا اور ماما کو پکارنے لگی.

شاید وہ اپنی برداشت کی آخری حد پہ تھی جب کسی نے اسے بازؤوں سے پکڑ کر کھینچا اور کھڑا کر لیا.

ھدیل نے جنگل کو اپنے گرد گھومتے ہوئے پایا اور پھر وہ اندھیرے میں کھو گئی.

---------

بارش کے چھوٹے چھوٹے قطرے ان پہ گرنے لگے تھے. سردی شدت اختیار کر چکی تھی اور اندھیرے میں وہ ھدیل کو اٹھائے سفر تہہ کر رہا تھا.

اسے ڈھونڈتے ہوئے وہ اسی کیبن کے قریب سے گزرا تھا اور اس وقت جنگلی جانوروں سے بچنے کا اسے وہی بہترین ذریعہ لگا.

سانس لیتے بھاپ دھویں کی مانند نکلنے لگی .
وہ کیبن کے قریب تھا جب بجلی کے کڑکنے کے ساتھ ہی ان پہ بارش بوچھاڑ کی صورت برسنے لگی.

وہ بھاگتا ہوا اس پرانے کیبن میں داخل ہوا جس کی حالت دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ایک لمبے عرصے سے ویران ہے۔

پانی کیبن کی چھت سے ٹپکتا ہوا اندر داخل ہو رہا تھا لیکن وہ یہاں کسی حد تک تو محفوظ تھے.

تیز ہوائیں درختوں سے ٹکراتی خوفناک آواز پیدا کر رہی تھیں.

وہاں موجود واحد چیز ایک لکڑی کا میز تھا .

اس نے ھدیل کو ایک کونے میں لٹایا کیونکہ وہ اب ہوش میں آنے لگی تھی اور خود دروازہ بند کرتا اس کے سامنے میز اٹکانے لگا.

ھدیل آہستہ آہستہ ہوش میں آنے لگی. ہر قسم کی آوازیں اس کے سماعت سے ٹکرانے لگیں.

جب آنکھیں کھولیں تو کسی ہیولہ نے اس کے توجہ حاصل کی.

گٹھنہ میں سوزش ہو گئی تھی. جس وجہ سے تکلیف کی جگہ سنسناہٹ نے لے لی .
کم از کم اس کی ہڈی تو نہیں ٹوٹی تھی .
آنکھیں زور سے بند کرتی اس نے اپنے حواس پہ قابو پانے کی کوشش کی.

جب تک اس نے آنکھیں کھولیں وہ شخص اس کے ساتھ بیٹھ چکا تھا .

ھدیل نے سب سے پہلے چھت سے ٹپکتا پانی دیکھا .
وہ آخر کہاں تھی ۔۔۔ آخری بار جب وہ ہوش میں تھی تو جنگل میں موجود تھی اور اب۔۔۔۔

وہ اپنے اطراف کا جائزہ لینے کے لئے چہرہ کا رخ پلٹنے لگی لیکن کچھ فاصلہ پہ بیٹھے شخص کو دیکھ کر جیسے اس کا سانس رکنے لگا.

کالی ہوڈ میں ملبوس وہ سامنے کی سمت دیکھ رہا تھا .

ت۔۔۔تم۔۔۔

وہ اٹھنے کی کوشش کرنے لگی لیکن پھر بیٹھ گئی. بازو پہ خون جم کا تھا اور اس کے جسم میں ہر جگہ درد ہو رہی تھی جیسے کوئی ٹرک اسے روندھتا ہوا گزر گیا ہو.

ہمیں ابھی کے لئے یہیں رکنا ہو گا۔۔۔

تبریز گھٹنہ کھڑا کرتا ان پہ کہنیاں ٹکاتا ہوا کہنے لگا.

پہلے وہ اسے جنگل میں لایا اور پھر یہاں۔۔۔آخر وہ ثابت کیا کرنا چاہتا تھا.

ھدیل سردی سے یکدم کپکپا اٹھی تو اسے اپنے گیلے وجود کا احساس ہوا .
بال گیلے ہونے سے چہرہ پہ چپک چکے تھے. وہ انہیں چہرے سے ہٹانے لگی. انگلیاں سردی سے اکڑ چکی تھیں.

تم آخر کیا کرنا چاہتے ہو۔۔۔اگر مجھے مارنا ہی ہے تو ایک بار ہی ختم کرو یہ کھیل۔۔۔

وہ اس پہ چلائی تو تبریز نے تب سے پہلی بار اس کی سمت رخ پلٹا.

ہوڈ اس کا چہرہ آنکھوں تک ڈھک رہی تھی اور چہرے پہ کالا رومال اس کے تمام نقوش کو چھپائے ہوئے تھا.

اسے دیکھتے ہی ھدیل کی پیشانی پہ کچھ بل نمودار ہوئے تھے.

اگر مجھے تمہیں مارنا ہوتا تو تمہاری سانسیں اب تک تھم چکی ہوتیں.

اس نے سرد مہری سے کہا تو ھدیل اسے گھورنے لگی. اچانک آنکھوں میں آنسو آنے لگے۔۔۔وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔۔۔سب کچھ تو اس کی سمجھ سے باہر تھا.

وہ خود میں سمٹنے لگی اور چہرہ کا رخ پھیر گئی.

اسے یہاں سے نکلنا تھا۔۔اس کا کوئی بھروسہ نا تھا۔۔۔وہ اسے جان لینے سے کہیں زیادہ نقصان پہنچا سکتا تھا.

وہ پھر سے کھڑے ہونے کی کوشش کرنے لگی لیکن اس بار وہ احتیاط سے کام لے رہی تھی.

آخر کیبن کی دیوار کا سہارا لیتی ایک ٹانگ پہ کھڑی ہوگئی۔۔۔۔

اگر تمہیں کسی جنگلی جانور کا شکار بننا ہے۔۔اور جم کر مرنا ہے تو تم ضرور جا سکتی ہو۔۔۔

وہ ٹانگیں پھیلاتا سہولت سے کہنے لگا.

اس نے چھت سے ٹپکتے پانی اور تیز ہواؤں کی آواز کو سنا تو دیوار کا سہارا لیتی پھر سے وہیں بیٹھ گئی.

وہ کن اکھیوں سے لگاتار اسے دیکھ رہی تھی. لباس گیلا ہونے سے ہونٹ نیلے پڑنے لگے اور اب وہ واضح طور پہ کانپ رہی تھی.

تبریز بھی اپنے ہاتھوں کو بار بار بند کرتا اور پھر کھولتا.

کافی دیر ان میں خاموشہ چھائی رہی.

اگر کوئی کچھ وقت پہلے اسے یہ کہتا کہ اسے تبریز کے ساتھ سنسان جگہ رات گزارنی پڑے تو وہ اس کے منہ پہ ہنس کر اسے پاگل قرار دیتی چل پڑتی.

لیکن اب۔۔۔وہ پہلے اسے یہاں تک لایا۔۔پھر خود ہی مدد کرنے لگا۔۔۔

تم۔۔۔نے میری زندگی اجیرن کردی۔۔۔کاش کی تم مر جاتے۔۔۔

وہ لہجے میں نفرت لئے گویا ہوئی.

کیئر فل۔۔۔مائی ڈیئر۔۔۔اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو اس بیوقوفی کا مظاہرہ مت کرتا۔۔۔

کاش کاش تم میری جگہ ہوتے۔۔۔ تمہیں احساس ہوتا کہ کوئی اس الزام کے ساتھ کیسے جیتا ہے کہ وہ بدکردار ہے۔۔۔جبکہ اس کے ساتھ زیادتی کی کوشش۔۔۔

وہ اپنی بات مکمل کرتی اس سے پہلے اس نے ھدیل کا چہرہ ٹھوڑی سے جکڑ لیا.

وہ آنکھیں پھیلائے اسے دیکھنے لگی۔۔ایک بار پھر خوف کا عنصر اس پہ حاوی ہوا تھا.

زیادتی۔۔۔۔۔کتنے ہی موقع تھے میرے پاس زیادتی کہ لیکن کب کی میں نے زیادتی۔۔۔۔۔ اور شاید تم بھول رہی ہو۔۔۔زیادتی تو میں اب بھی کر سکتا ہوں۔۔۔۔تم ایک کند ذہن لڑکی تھی جسے تجسس کی بھینٹ چڑھنا تھا.

ایک پراجیکٹ سے زیادہ تم میں کوئی دلچسپی نہیں تھی مجھے۔۔۔۔۔وہ غضبناک طریقہ سے کہتا اسے ایک جھٹکے سے آزاد کرتا دور ہوا.

ھدیل۔۔۔نمک پانی آنکھوں میں سموئے اسے بے یقینی سے دیکھنے لگی.

پراجیکٹ۔۔۔۔۔اسے اپنی آواز کسی گہرے کنویں سے آتی محسوس ہوئی۔۔۔۔

تمہارے لئے انسان صرف اتنی ہی اہمیت رکھتے ہیں۔۔۔۔پراجیکٹ۔۔۔۔

اس کی آواز ہر لفظ کی ادائیگی کے ساتھ بلند ہوتی جارہی تھی۔۔۔۔

پراجیکٹ۔۔۔۔یہ تھی میں تمہارے لئے۔۔۔۔

وہ اس کی بات پہ محض کندھے اچکا گیا .

اگر میں ایک پراجیکٹ تھی تو اب تم یہاں کیا کر رہے ہو۔۔۔۔

وہ اسے کچا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگی.

تمہارے اس کیس کی وجہ سے مجھے یونیورسٹی سے نکال دیا گیا۔۔۔۔

وہ اسی سرد مہری سے گویا ہوا.

اور اس کی قصوروار میں ہوں؟؟

کیا جو کچھ کیا تم نے وہ کم تھا جو اب میری زندگی برباد کرنے آ گئے ہو۔۔۔۔

برباد۔۔۔ہاں۔۔۔برباد کرنے ہی تو آیا تھا۔۔۔

وہ تمسخرانہ لہجہ اپناتے ہوئے کہنے لگا اور پھر اس کی طرف پلٹا.

لیکن اب ارادہ بدل گیا ہے۔۔۔

وہ اس کی سمت جھکتا ہوا بولنے لگا تو ھدیل دیوار کی طرف جھک گئی.

تبریز نے اسے بازو اور کندھے سے پکڑ کر کھینچا اور اپنے سامنے کر لیا.

ھدیل اس اچانک حملہ پہ ایک دم چیخ اٹھی لیکن زخمی ہونے سے کچھ نا کر پائی.

اس نے ھدیل کے پشت کو اپنی سمت پلٹا اور پھر کھینچ کر اس کے گرد اپنے بازو حمائل کرتا قید کر دیا.

وہ ہڑبڑاتی ہوئی خود کو اس سے آزاد کروانے لگی لیکن اس کی پشت تبریز کے سینے سے ٹکرائی تو وہ گھیرا مزید تنگ کر گیا.

اگر ہم دونوں کو کل تک زندہ رہنا ہے تو خود کو گرم رکھنا ہو گا.

وہ اپنا چہرہ اس کے کان کے قریب لیجاتا کہنے لگا تو اس کی ٹھنڈی سانسوں سے وہ کانپ اٹھی.

اس کی بات پہ ھدیل نے محسوس کیا کہ اس کے دانت آپس میں ٹکرا رہے تھے اور اس کا جسم سردی سے لرز رہا تھا.

تبریز کا جسم بھی ٹھنڈا تھا اور ڈونوں کا لباس گیلا ہونے سے انہیں مزید سردی لگ رہی تھی.

م۔۔۔مجھے تماری مدد کی کوئی ضرورت نہیں۔۔۔

ہاں وہ تو میں دیکھ چکا ہوں۔۔۔

وہ اس کی حرارت سے کچھ بہتر محسوس کرنے لگی تھی لیکن کبھی بھی اقرار نا کرتی اس لئے خود کو کچھ لمحے آزاد کرواتی رہی لیکن پھر اس نے یہ کوشش رد کر دی.

اگر۔۔۔اگر میں صرف ایک پراجیکٹ تھی تو تم نے مجھ پہ حملہ کیوں کیا۔۔۔اور وہ تصاویر۔۔۔

وہ کچھ دیر خاموشی کے بعد بولی۔۔۔اور آخری بات کرتے ہوئے رخ پلٹ گئی.

اوہ۔۔۔وہ تصاویر۔۔۔وہ صرف پراجیکٹ کا ایک حصہ تھیں تاکہ تمہیں بہتر سمجھ پاؤں۔۔۔

ھدیل شرمندگی اور غصہ کے جذبہ سے اسے ایک دم پھر دھکیلنے لگی.

گھٹیا انسان۔۔۔ دور ہٹو مجھ سے۔۔۔۔ تم نے کیری زندگی کے اہم سال تباہ کر دیئے.

اب وہ با قاعدہ رونے لگی تھی .

مجھے سب کے سامنے ملزم بنا دیا۔۔۔ میرے خواب مجھ سے چھین لئے۔۔۔۔ مجھے بے وقعت کر دیا۔۔۔ میں خوف میں تڑپتی رہی۔۔۔۔

روتے ہوئے اس کی ہچکیاں بندھنے لگیں تو وہ اسے پھر اپنے قریب کرنے لگا اور اس کے کان پہ جھکتا گویا ہوا.

میں نے تمہیں ملزم نہیں بلکہ تمہاری بیوقوفی نے بنایا۔۔۔ میں نے تمہارے خواب نہیں چھینے بلکہ تمہاری جلد بازی نے چھینے۔۔۔۔۔۔ تمہیں بے وقعت نہیں کیا۔۔۔۔

اس کے حصار میں سختی در آئی تو ھدیل کو اپنی سانس اٹکتی محسوس ہوئی .

خوف۔۔۔۔ نفرت۔۔۔۔ ڈر۔۔۔۔ تجسس۔۔۔۔ نہیں۔۔۔ بلکہ ایک نیا احساس اس میں پیدا ہوا تھا.

بلکہ تمہاری وقعت بڑھتی گئی۔۔۔ تم ایک مضبوط لڑکی بن گئی۔۔۔ وہ اپنے ہونٹوں سے اس کے کان کی لو چھوتا کہنے لگا تو وہ اس نئے احساس سے کانپ اٹھی.

آنکھیں پھیلائے وہ ادھر ادھر دیکھتی اس جذبہ سے فرار کی کوشش کرنے لگی .

تنفس بگڑنے لگا.

اور خوف۔۔۔۔وہ اس کی گردن پہ ہاتھ جماتے کہنے لگا.

تو آج تم پہ اس پی قابو کی پہلی سیڑھی چڑھ گئ.

وہ محظوظ ہو رہا تھا.

ھدیل ایک بار پھر کانپنے لگی لیکن اس بار وجہ سردی نہیں تھی.

ایک اور بات مائی ڈیئر۔۔۔ نفرت اور محبت ایک ہی سکہ کے دو پہلو ہیں۔۔۔ کہیں ایسا نا ہو کہ تمہاری نفرت پہلو بدل جائے۔۔۔

وہ مسکراتا ہوا کہہ رہا تھا.

کبھی نہیں۔۔۔۔وہ صرف سرگوشی کر پائی تھی.

ہمممم۔۔۔۔ووئی ول سی۔۔۔۔۔

وہ اس کی خوشبو خود میں اتارتا ہوا کہنے لگا .

--------

عکاشہ نے نور کو زور سے ہلاتے ہوئے جگایا.

ھدیل کہاں ہے۔۔۔۔۔رات کو اس کی آنکھ کھلی تو نور کو اپنے ساتھ سوتے ہوئے پایا جبکہ ھدیل کا کوئی نام و نشان نا تھا.

کیا ہے۔۔۔۔سونے دو۔۔۔۔

وہ عکاشہ کے یوں بے وقت اسے تنگ کرنے پہ جھنجھلاتے ہوئے بولی اور پھر رخ پلٹ گئی.

نور۔۔۔۔جاگ جاؤ۔۔۔۔

عکاشہ اس کے کان کے قریب ہوے ہوئے زور سے چلائی تو نور بوکھلاتی ہوئی اٹھ بیٹھی.

کون مر گیا۔۔۔

وہ بند آنکھوں سے غصہ میں بولی۔۔۔

یار۔۔۔ھدیل کہاں ہے۔۔۔۔

مجھے کیا پتا۔۔۔واشروم میں ہو گی۔۔۔

وہ اسے جواب دیتی پھر بستر پہ گرنے لگی تو عکاشہ نے اسے بازو سے جکڑتے ہوئے کھینچا.

یہاں پہ نہیں ہے وہ۔۔۔۔جب تم کمرے میں آئی تو وہ یہاں تھی کیا۔۔۔

نہیں یار۔۔۔نہیں تھی نا۔۔۔میں نے سوچا بعد میں آجائے گی.

لیکن وہ نہیں آئی۔۔۔اس کا بستر بھی ویسے ہی ہے اور رات کا ایک بج رہا ہے۔۔۔

اس کی بات ختم ہوتے ہی زوردار گرج کی آواز پیدا ہوئی.

نور بھی اب پریشانی سے بیدار ہو چکی تھی .

چلو میرے ساتھ.... ہم ہوٹل میں دیکھتے ہیں ورنہ پھر ہیڈ کے پاس چلیں گے .

عکاشہ کندھوں پہ شال لپیٹتی کہنے لگی. نور بھی اٹھتی اس کی پیروی کرنے لگی.

کیا تم نے اس کا موبائل ٹرائے کیا۔۔۔

ہاں لیکن سگنل کے مسئلہ ہونے سے کوئی فائدہ نہیں ہوا .

وہ کمرے کا دروازہ کھولتی کہنے لگی .

--------

وہ اپنے ناک سے اس کی گردن چھونے لگا تو ھدیل لرز اٹھی.

یہ۔۔۔یہ تم کیا کر رہے ہو چھوڑو مجھے۔۔۔۔

وہ تیزی سے دھڑکتے دل اور بگڑتے ہوئے تنفس کی وجہ سے بمشکل بولی .

رخسار شرمندگی سے سرخ ہونے لگے اور اس کا جسم جیسے جلنے لگا ہو.

وہ اس کی بگڑی ہوئی دھڑکن کو محسوس کر پا رہا تھا.

اس کا خوبصورت اور بھیگا ہوا سراپا اسے بہت کچھ کرنے پہ اکسا رہا تھا.

اور اس کا خوف تو اسے شروعات سے ہی اپنی جانب متوجہ کرتا تھا.

ششش۔۔۔گھبراؤ نہیں ابھی کچھ نہیں کہوں گا.

وہ اسی طرح سے اسے اپنے حصار کی قید میں لئے بیٹھا کہنے لگا.

لیکن آج کے بعد۔۔۔۔میں ایسے موقعوں کی تلاش میں رہوں گا۔۔۔

وہ اس کی آواز میں موجود تپش کو محسوس کرسکتی تھی .

اس کی ان باتوں سے وہ اپنے گھٹنہ اور بازو میں اٹھتی ٹیسیں تو یکسر نظر انداز کر گئی.

ایک بات تو تہہ تھی وہ آئندہ کبھی اس کا پیچھا نہیں کرنے والی تھی.

م۔۔۔۔مجھے گرمی لگ رہی ہے۔۔۔پلیز چھوڑ دو۔۔۔

اس نے اپنی طرف سے بہانہ بنایا جس پہ وہ ہنس دیا۔

اور مجھے سردی۔۔۔۔وہ ناک سے اس کی گردن ٹریس کرتا اس کے کان کی لو چھونے لگا.

رک جاؤ تبریز۔۔۔۔وہ ایک دم بپھرتے ہوئے چلائی تو تبریز اسے مزید تنگ کرنے کا ارادہ ترک کرتا دور ہٹ گیا.

اپنے سر کی پشت دیوار سے ٹکراتا وہ اس تاریکی میں دیکھنے لگا.

اگر تم نہیں چاہتی کہ میں حدود پھلانگوں۔۔۔جو کرتے ہوئے مائی ڈیئر میں بہت انجوائے کروں گا.

اس کی بات پہ وہ دوبارہ لرزنے لگی تو تبریز اس تاریکی میں مسکرادیا.

تو پھر سکون سے یہاں بیٹھی رہو۔۔۔

اس کے موبائل کی چارجنگ ختم ہو چکی تھی جس وجہ سے اس جگہ مکمل تاریکی چھا چکی تھی اور هدیل پہلے سے زیادہ خوفزدہ ہو رہی تھی.

ایسے میں تبریز کا ساتھ ایک پریشانی کے ساتھ ساتھ نعمت بھی تھا.

۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ سمجھ نہیں پا رہی تھیں کہ کیا کریں .

آخر جب پورا ہوٹل دیکھ لینے کے بعد بھی هدیل کہیں نا ملی تو پروفیسر نعیم کے پاس جانے کے علاوہ اور کوئی راستہ نا بچا.

عکاشہ حلق تر کرتی ان کے دروازے پہ نوک کرنے لگی .

کچھ ہی دیر میں پروفیسر نعیم اپنا چشمہ پہنتے ہوئے دروازے پہ نمودار ہوئے.

آدھی رات کے وقت اپنے دروازے پہ دو سٹوڈنٹس دیکھ کر ان کی کی پیشانی پہ بل نمودار ہو گئے.

آر یو آلرائٹ گرلز۔۔۔

وہ ان دونوں کے چہرے پہ چھائی پریشانی دیکھتے ہوئے پوچھنے لگے.

سر۔۔۔وہ ہماری دوست ھدیل کہین نہیں ہے۔۔۔۔

نور نے ایک ہی سانس میں انہیں بتایا تو وہ نا سمجھنے کے انداز میں اسے پوچھنے لگے.

کیا مطلب کہیں نہیں ہے۔۔۔۔

سر ہم سب ہائیکنگ سے اکٹھے واپس آئے تھے اس کے بعد سے وہ ہمیں نہیں دکھی.

ایک جوان لڑکی کے یوں غائب ہو جانے سے وہ پریشانی سے اپنی پیشانی صاف کرنے لگے.

وہ یہیں کہیں ہوٹل میں ہو گی۔۔۔۔موسم اتنا خراب ہے ایسے میں کہاں جا سکتی ہے۔۔۔

سر وہ سارے ہوٹل میں نہیں ہے ہم نے ہر جگہ دیکھ لی۔۔۔۔

کیا رومز بھی چیک کیئے۔۔۔۔۔

وہ ابرو اچکائے سوالیہ نظروں سے کہنے لگے.

سر۔۔۔وہ کسی اور کمرے میں کیوں ہو گی۔۔۔۔

عکاشہ نور کا چہرہ دیکھتی کہنے لگی تو نور بھی سر ہلانے لگی.

نعیم صاحب ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے اپنا کوٹ اٹھائے ان دونوں کے پاس واپس آ گئے.

آپ دونوں گرلز کے روم میں چیک کریں میں بوائیز کے رومز میں چیک کرتا ہوں۔۔۔۔۔

وہ یہ کہتے پہلے ڈیپارٹمنٹ کے وائس ہیڈ کے کمرے کی طرف بڑھے .

----------

وہ کمزور اور تھکان سے چور تھی .

خود کو مسلسل جگائے رکھنے کی کوشش میں تھی لیکن نیند سے جھونکے لینے لگتی.

آخر کار وہ اس نے مزید جنگ نا کر پائی اور نیند میں سر تبریز کے کندھے پی ٹکا کر سو گئی.

اس کی جسم سے تناؤ کم ہونے لگا اور وہ ڈھیلی پڑنے لگی .

تبریز نے اپنے چہرے سے ہٹایا ہوا رومال نقاب کی صورت میں دوبارہ چہرہ تک کھینچا اور خود بھی ٹھنڈی دیوار سے ٹیک لگا کر ھدیل کو سہارہ دینے لگا۔

اس نے ھدیل کو جنگل میں جاتے دیکھا تو اپنی ہوڈ لیتے ہوئے اس کی جانب بڑھا تھا.

جب تک وہ اسے ڈھونڈ پایا وہ بری طرح سے زخمی تھی.

وہ جب پاکستان لوٹا تھا تو اس کے ارادے مختلف تھے.

لیکن جب ھدیل کو پہلی بار دیکھا تو ان ارادوں میں تبدیلی آنے لگی .

وہ ھدیل کی متواتر سانس کو محسوس کر سکتا تھا .

کتنی بے بس تھی اس وقت وہ۔۔۔ یہ سوچ کر وہ مسکرانے لگا.

اس کی چھوٹی سی بلبل اب پہلے جیسی نہیں رہی تھی .

--------

انہوں نے ایک ایک کمرہ دیکھا تھا لیکن ھدیل کہیں بھی نا ملی. یہاں تک کہ سب سٹوڈنٹس اسے ہوٹل کے اردگرد کے علاقے میں ڈھونڈنے لگے.

پروفیسر نعیم شمس کے کمرے تک آئے لیکن وہاں وہ موجود نہیں تھا شاید وہ بھی اسے ڈھونڈ رہے تھے.

وہ اپنی ذمہداری پہ سب کو وہاں لائے تھے اور اگر اس بچی کے ساتھ کوئی بھی انہونی ہو جاتی تو وہ خود کو کبھی معاف نا کر پاتے.

شھیر کو جب عکاشہ سے تمام بات معلوم ہوئی تو اس کے چہرے پہ بھی پریشانی در آئی.

کیا تم میں سے کسی نے اسے نہیں دیکھا۔۔۔

سر میں نے اسے ہوٹل کے پیچھے درختوں کی جانب جاتے ہوئے دیکھا تھا۔۔۔

واٹ۔۔۔ اور تم اب بتا رہی ہو۔۔۔
پروفیسر نعیم غصہ سے بولے تو وہ لڑکی شرمندہ سی خاموش ہو گئی.

لڑکے ابھی بھی اس طوفانی بارش میں اسے ڈھونڈ رہے تھے. ہوٹل کا عملہ بھی ان کی مدد کر رہا تھا.

لیکن اندھیرے اور ایسے حالات میں وہ زیادہ کچھ نہیں کر سکتے تھے لہذا اب انہیں شدت سے انتظار تھا کہ کب سورج طلوع ہو اور وہ اس کی پہلی کرن کے ساتھ ہی ھدیل کی مدد کے لئے پہنچیں.

کسی اور نے شاید اس بات پہ غور نہیں کیا تھا لیکن پروفیسر نعیم نے شمس کی غیر موجودگی کو اچھے سے محسوس کیا تھا.

-------

وہ دھیرے دھیرے آنکھیں کھولنے لگی تو احساس ہوا کہ بارش رک چکی ہے.

چھت میں موجود سوراخ اس بات کی اطلاع دے رہے تھے کی سورج طلوع ہو رہا ہے.

جیسے جیسے اسے اپنے اطراف کا احساس ہوا تو خود کو تبریز کی قید میں پا کر اس کا دل تیزی سے دھڑکا.

اس کا ایک بازو ھدیل کے کندھوں کے گرد حمائل تھا جبکہ دوسرا اس کے گھٹنے پہ موجود تھا.

وہ شاید سو رہا تھا کیونکہ اس کی پکڑ میں سختی نہیں تھی .

ھدیل تیز سانسوں سے اس کے فاصلہ قائم کرتی اس کی بازو اپنے شانوں سے ہٹانے لگی.

وہ کھڑی ہونے لگی جب ایک دم کسی سوچ کے تحت رک گئی.

وہاس کا چہرہ دیکھ سکتی تھی۔۔۔وہ اپنے شک کو یقین میں بدل سکتی تھی۔۔۔اس کے بعد شھیر اسے کوئی دھوکا نا دے پاتا۔۔۔

جیسے جیسے وہ یہ سوچتی رہی اس جا دل مزید تیزی سے دھڑکنے لگا۔

کمزور اور سردی سے اس کے ہونٹ خشک ہو چکے تھے جسے وہ تر کرتی ہاتھ اس کے چہرے کی جانب بڑھانے لگی.

اس کی ہوڈ کچھ پیچھے ہو چکی تھی جس سے وہ اس کی بند آنکھیں دیکھ پا رہی تھی.

اس کا ہاتھ کانپنے لگا۔۔۔ھدیل کو لگا وہ اس کی سانسیں سن لے گا اس لئے اس نے اپنی سانس کو روک لیا.

اس کا ہاتھ اس رومال کو چھونے لگا اور وہ مزید پیش قدمی روکتی اس کی بند آنکھیں دیکھنے لگی.

وہ ابھی بھی نیند میں تھا۔۔۔پرسکون ہوتی وہ اس کے چہرے پہ بندھا رومال سرکانے لگی جب اس نے یکدم آنکھیں کھولیں.

ھدیل چیخ مارتی اس سے دور ہونے لگی لیکن تبریز نے اسے اس کا موقع دیئے بنا بازو سے تھام لیا.

دوسرے ہاتھ سے وہ اس کے بال دبوچتا اپنے قریب لے آیا۔

وہ اس کی قربت سے خوفزدہ ہوتی چلانے لگی جب وہ اس کے لبوں کی جانب دیکھنے لگا جو کپکپا رہے تھے۔

-----------

تبریز رومال سے ڈھکا اپنا چہرہ اس کی قریب لیجانے لگا تو ھدیل اس کے ارادے بھانپ کر لرزنے لگی.

جب وہ اس کے اس سے کسی بال کے جتنے فاصلہ پہ تھا تو اس نے آنکھیں بھینچ لیں اور رونے لگی.

تبریز اس پہ ترس کھاتا رخ بدل کر اس کے کان میں سرگوشی کرنے لگا.

لگتا ہے تمہارا یہی رہنے کا ارادہ ہے۔۔۔
وہ اسے جتاتے ہوئے انداز میں کہنے لگا تو ھدیل کپکپی بھر اٹھی.

ن۔۔۔نہیں۔۔۔
وہ مزید کچھ کہتی اس سے پہلے اس نے ایک جھٹکے سے اسے خود سے دور کیا .
وہ اپنی زخمی بازو کے بل گری تو پھر چیخ اٹھی.

وہ سہولت سے کھڑا ہوتا ہٹ کے دروازے کی جانب بڑھ گیا اور اس کے سامنے لگا یا میز ہٹانے لگا.

ہمیں چلنا چاہئیے۔۔۔۔ورنہ تمہارے زخم میں انفیکشن ہو سکتا ہے۔۔۔

وہ وہیں بیٹھی خود میں سمٹی اسے دیکھ رہی تھی .

وہ کب کیا کرے ھدیل کبھی سمجھ نہیں پاتی تھی.

کالج میں بھی وہ ایسے ہی تھا کبھی برف سا سرد اور کبھی اس کا خیال رکھنے والا.

ھدیل کمر اور بازو کا سہارا لیتی کھڑی ہونے لگی.

اس کے گھٹنے میں سوج۔ابھی بھی تھی لیکن سردی کی وجہ سے وہ کچھ محسوس نہیں کر پا رہی تھی.

بہتر ہی تھا کہ وہ جلد از جلد اس سے دور ہو جائے .

ھدیل لنگڑاتی ہوئی دروازے کی جانب بڑھی .

باہر ابھی بھی اندھیرا تھا لیکن افک پہ روشنی چھانے لگی تھی.

وہ آنکھیں سکیڑتی تبریز کو دیکھنے لگی جو اس سے لاپرواہ اب باہر کی طرف چل دیا تھا.

لگاتار بارش کی وجہ سے پتے پانی سے بھرے ہوئے تھے. کچی زمین پہ بھی پانی کھڑا تھا اور جہاں نہیں تھا وہاں مٹی نرم پڑ چکی تھی.

اس نے لنگڑاتے ہوئے اپنے قدم باہر رکھے اسے نرم مٹی کی وجی سے مزید احتیاط کی ضرورت تھی.

وہ پھسل کر پھر سے گرنا نہیں چاہتی تھی۔

ھدیل نے تیزی سے مخالف سمت کا تعین کیا اور اس طرف قدم بڑھایا ہی تھا جب اس کی رعب دار آواز ھدیل کی سماعت سے ٹکرائی۔

اگر تمہیں خودکشی کرنی ہے تو شوق سے اس طرف جا سکتی ہو۔۔۔۔۔۔

وہ اس کی بات پہ تھوک نگلتی پلٹی اور کن اکھیوں سے اسے دیکھنے لگی۔

وہ اس پہ حملہ کیوں نہیں کر سکتا تھا۔ آخر اس کا منصوبہ کیا تھا۔

وہ یہی سوچتی آہستہ آہستہ اس کے پیچھے چلنے لگی۔

ان کی رفتار بہت کم تھی اور تبریز مزید وہاں نہیں تک سکتا تھا۔

اگر کسی نے اس کی غیر موجودگی بھانپ لی تو وہ مشکل کا شکار ہو سکتا تھا۔

وہ یکدم پلٹا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس کے قریب آیا۔

تبریز نے اسے دونوں ہاتھوں سے تھاما اور اپنے کندھے پر لاد لیا۔

ھدیل نے جب سیکنڈز میں سب کچھ الٹا پایا تو وہ چیخنے لگی۔

چھوڑو مجھے۔۔۔۔۔۔نیچے اتارو۔۔۔۔

وہ اس کے کندھے پہ پیٹ کے بل تھی اور شدت سے احتجاج کرنے لگی۔

اگر تم نے مجھے تنگ کیا تو میں تمہیں گھاٹی سے نیچے پٹک دوں گا۔۔۔

وہ اسے دھمکاتا ہوا چلنے لگا تو ھدیل خامش رہنے کے لئے اپنا ہونٹ چبانے لگی.

کچھ دیر انہوں نے ایسے ہی خاموشی میں سفر تہہ کیا .

بارش کی وجہ سے تمام نشانات مٹ چکے تھے اس لئے تبریز کو واپسی کا راستی ڈھونڈنے میں مشکل ہو رہی تھی.

ھدیل کے لئے اس کے ساتھ گزارنا ہر لمحہ مشکل ہو رہا تھا.

م۔۔۔مجھے نیچے اتارو۔۔۔

کیا تم خاموش نہیں رہ سکتی مس ھدیل۔۔۔۔

اس نے جس انداز سے اس کا نام پکارا ھدیل کی پیشانی پہ بل نمودار ہوئے .

اس نے یہ لہجہ پہلے بھی سن رکھا تھا لیکن وہ یاد نہیں کر پارہی تھی کہ کہاں .

شاید شھیر نے ہی کبھی اسے یوں پکارا ہو۔۔۔

مجھے واشروم جانا ہے۔۔۔۔۔

وہ شرمندگی سے سدخ ہوتی کہنے لگی.

تبریز نے اپنے قدم روکے اور گہری سانس لینے لگا.

کیا تمہیں یہاں کہیں بھی واشروم دکھا۔۔۔۔

وہ طنز سے کہنے لگا تو ھدیل مزید سرخ پڑنے لگی.

پلیز۔۔۔وہ منمنا کر رہ گئی تو تبریز نے اسے کندھے سے اتار کر کھڑا کیا اور ایک سمت چل دیا.

ھدیل وہیں کھڑی اسے دیکھنے لگی اور پھر لنگڑاتی ہوئی تیزی سے دائیں جانب چلنے لگی.

وہ اس شخص سے جتنا دور رہتی اس کے لئے بہتر تھا یہی سوچ کر وہ اس سے فرار اختیار کرنے لگی.

تبریز اس کی نظروں سے اوجھل ہوتے ہی مخالف سمت سے اس کی جانب بڑھنے لگا .

ھدیل کا دماغ کیسے کام کرتا ہے وہ اچھے سے جانتا تھا۔۔۔ آخر اس نے اس کے دماغ کی پرورش کی تھی.

وہ اس کی اعصاب پہ چھایا تھا اور زندگی پی قابو رکھتا تھا.

ھدیل اپنی طرف سے پوری رفتار سے اس سے دور جاتی رہی جبکہ تبریز کچھ فاصلہ قائم رکھے اس کے پیچھے چلتا رہا.

ھدیل۔۔۔ھدیل۔۔۔۔

اچانک کسی کی آواز پہ وہ دونوں رکے تھے۔۔شاید کوئی اسے ڈھونڈتا ہوا جنگل میں آچکا تھا.

م۔۔۔میں یہاں ہوں۔۔۔۔

وہ جو کوئی بھی تھا ھدیل چلاتے ہوئے فورا اس کا جواب دینے لگی.

بیوقوف لڑکی۔۔۔۔۔یہ میں بھی ہو سکتا تھا۔۔۔۔۔

تبریز سوچتے ہوئے وہاں سے چل دیا۔۔۔۔

جانتا تھا کہ اب وہ حفاظت سے واپس پہنچ جائے گی. اور اگر وہ اس کی غیر موجودگی جانتے تھے تو یقینا کسی نے اس کی غیر موجودگی بھی محسوس کی ہو گی.

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ھدیل کہاں تھی تم۔۔۔۔یار ہن سب کی تو جان ہی جیسے قبض ہو گئی۔۔۔۔

ہوٹل کے عملے میں سے کسی نے اس کو ڈھونڈا تھا اور اب وہ اپنے کمرے میں موجود تھی جہاں عکاشہ اور نور اس کے خستی حالت دیکھ جر بازو پہ پٹی کر رہی تھیں.

ڈیپارٹمنٹ کے ہیڈ کو بھی خبر دے دی گئی تھی اور وہ ابھی اس کے کنرے میں داخل ہوئے تھے.

سر۔۔۔۔

وہ کچھ کینے لگی لیکن پروفیسر نعیم نے اسے ہاتھ کے اشارے سے کچھ کہنے سے روک دیا.

مس ھدیل آپ جانتی ہیں آپ کی وجہسے ہم سب کتنی مشکل اور اذیت کا شکار ہوئے ہیں۔۔۔

وہ غصے سے کہنے لگے تو ھدیل سے جھکا گئی .

اس کے پاس اس کا کوئی جواب نا تھا۔۔اس لئے خانوشی سے ان کی ڈانٹ سنتی رہی .

جب وہ اپنی بات مکمل کر چکے تو ھدیل احساس ندامت سے گویا ہوئی,.

مجھے معاف کر دیں سر۔۔۔مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے۔۔۔لیکن میں آئندہ کبھی ایسی غلطی نہیں کروں گی.

آپ کو دوبارہ ایسا موقع بھی نہیں دیا جائے گا۔۔۔

دو گھنٹے میں ہم واپسی کے لئے روانہ ہوں گے۔۔۔۔انہوں نے حتمی فیصلہ سنایا تھا.

ان کے وائس ہیڈ کے علاوہ پروفیسر شمس بھی وہاں آ چکے تھے.

یس سر۔۔۔۔

وہ مزید سر جھکا گئی تو پروفیسر نعیم کچھ خاموشی کے بعد بولے.

آپ ساری رار کہاں تھی اور کیا اکیلی تھیں۔۔۔

وہ کچھ سوچتے ہوئے شمس پہ نظریں گاڑھ کر بولے.

ھدیل نے خوف اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سرایت کرتا پایا.

اگر وہ کسی کو بتا دیتی کہ وہاں تبریز کے ساتھ تھی تو اسے ہی نقصان ہوتا.

وہ پہلے ہی بہت سی باتوں کا شکار رہی تھی اس لئے دوبارہ وہ سب نہیں جھیل سکتی تھی.

وہ میں وہاں کھو گئی تھی اور پھر زخمی بھی ہو گئی۔۔۔

سب بتاتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے.

میں جنگل میں موجود ہٹ میں رہی اور وہیں سو گئی. اس کے تبریز کی موجودگی کے علاوہ سب سچ بتا دیا تھا.

سب خاموشی سے اسے سنتے رہے نعیم صاحب نے آنکھوں میں نرمی لئے اسے دیکھا اور سر پہ ہاتھ رکھ کر واپس پلٹ گئے.

پروفیسر شمس رکیں مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔۔۔۔

وہ واپسی کی تیاری کر رہا تھا جب نعیم صاحب اس کے کمرے میں آئے .

شمس سرد مہری کا مظاہرہ کرتا ان کے پاس جا کھڑا ہوا.

یس۔۔۔

مجھے باتیں الجھانے کی عادت نہیں۔۔۔۔

میں بھی صاف گوئی پسند کرتا ہوں۔۔۔۔

چلیں یہ تو ہم دونوں کے لئے اچھا رہے گا۔۔۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ کل رات کہاں تھے۔۔۔

وہیں جہاں سب تھے۔۔۔۔ مس ھدیل کو ڈھونڈنے میں مصروف۔۔۔

کیا کوئی ہے جو آپ کی گواہی دے سکے۔۔۔۔

کیا میں جان سکتا ہوں کہ مجھ سے یہ تفتیش کس بنا پہ کی جارہی ہے۔۔۔

وہ سرد مہری سے کہنے لگا۔۔۔

مسٹر شمس تبریز خان۔۔۔ میں کوئی تفتیش نہیں کررہا بس جاننا چاہتا ہوں کہ آپ کہاں تھے کیونکہ مجھے آپ کل رات کہیں نہیں دکھے.

اگر آپ کو واقعی جاننا ہے تو جائیں اور شھیر خان سے پوچھ لیں وہ میرا اسٹوڈنٹ ہے اور اسی نے مجھے سوتے میں جگایا تھا کہ مس ھدیل غائب ہے۔۔۔۔

نعیم صاحب کچھ دیر اس کا چہرہ دیکھتے رہے لیکن وہ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑا رہا تو وہ سر کو ہلاتے ہوئے وہاں سے چل دیئے.

ان کے جاتے ہی وہ کسی کو کال کرنے لگا.

-------

وہ دونوں اس کی مدد کرتے ہوئے پروفیسر شمس کی کار تک لیجارہی تھیں .

وہ چونکہ اپنی ذاتی گاڑی میں آئے تھے اس لئے ان کا کہنا تھا کہ وہ گاڑی میں بس سے بہتر محسوس کرے گی.

پروفیسے نعیم نے عکاشہ کو بھی اس کے ساتھ جانے کا کہا تھا.

وہ گاڑی کی طرف بڑھ رہی تھیں جب شھیر اسے دیکھتا بھاگا آیا.

ھدیل کیسی ہو تم۔۔۔کل تو تم نے سب کو ڈرا ہی تھا .

وہ پریشانی سے اسے دیکھتا پوچھنے لگا .

آنکھیں سرخ تھیں جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ساری رات جاگتا رہا ہے.

ھدیل اسے نظروں میں شک لئے دیکھنے لگی .

عکاشہ کو لگا شاید وہ ابھی بھی اس سے ناراض ہے اس لئے فورا بولی.

ھدیل۔۔۔ہم سب پریشان تھے اور خاص طور پہ شھیر۔۔۔وہ ساری رات نہیں سویا اور لگاتار تمہیں خراب موسم میں ڈھونڈتا رہا.

ھدیل عکاشہ کی بات سے چونکی تھی اور پھر شھیر کو دیکھنے لگی جس کے چہرے پی تھکاوٹ واضح تھی.

شرمندگی کے احساس نے آگھیرا۔۔۔وہاس کے لئے اتنا پریشان رہا اور وہ اسی پہ شک کر رہی تھی.

مجھے معاف کر دو شھیر۔۔۔۔ اور میرے لئے اتنا پریشان ہونے کا بہت شکریہ۔۔۔

وہ خفیف سا مسکراتی کہنے لگی تو شھیر بھی مسکرا دیا.

کوئی بات نہیں۔۔۔۔ دوست تو ہوتے ہی اسی لئے ہیں نا۔۔۔۔

وہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھیں لیکن پروفیسر شمس ہارن بجانے لگے جس پہ مجبوراا نہیں آگے بڑھنا پڑا.

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

عکاشہ اور نور اسے کار تک لے گئیں اور پھر نور بس کی جانب بڑھ گئی .

شمس نے ھدیل لئے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول دیا تو وہ عکاشہ کی شکل دیکھنے لگی .

اس نے کندھے اچکا دیئے تو وہ بھی منہ بسورتی احتیاط سے بیٹھنے لگی .

سیٹ بیلٹ۔۔۔۔۔

اس کے بیٹھتے ہی شمس نے اشارہ کیا تو وہ بیلٹ کو کھینچ کر لگانے کی کوشش کرنے لگی اس کی زخمی بازو چونکہ اجڑ چکی تھی اس لئے اس کے لئے مشکل ہو رہا تھا.

شمس اس کی جانب جھکتا بیلٹ خود لگانے لگا تو ھدیل نے یکدم اپنے ہاتھ پیچھے کھینچے .

وہ یک ٹک اسے دیکھنے لگی لیکن شمس اسے نظر انداز کرتا سیٹ بیلٹ لگا کر کار سٹارٹ کرنے لگا.

عکاشہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ چکی تھی اور ان کا سامان ڈکی میں موجود تھا .

وہ خاموشی سے گاڑی سٹارٹ کرتا وہاں سے نکل گیا .

-----

وہ لوگ دو سے تین گھنٹے کا سفر خاموشی سے تہہ کر چکے تھے .
شمس کی موجودگی سے وہ آپس میں بھی بات نہیں کر پا رہی تھیں .
عکاشہ اپنے موبائل پہ گیمز کھیلنے لگی تو ھدیل کھڑکی سے سر ٹکائے نیند کے جھونکے لینے لگی.

وہ ساری رات اس کی ساتھ جاگتا رہا تھا مبادا کوئی جنگلی جانور بچنے کے لئے کیبن کا رخ نا کرے .
اور اب ڈرائیونگ کے دوران اسے شدت سے نیند آ رہی تھی.

اس نے گاڑی کو شاہراہ سے اتارتے ہوئے قریب شہر کا رخ کیا۔

گاڑی ایک دم رکی تو عکاشہ نے اپنے اطراف میں نظریں دوڑائیں وہ کسی ہوسپٹل کے سامنے کھڑے تھے .
ھدیل میں کار کے رکھنے سے ایک جھٹکے سے جاگی اور شمس کو ناسمجھی کے انداز میں دیکھنے لگی.

تمہیں اپنا معائنہ کروانا چاہئیے۔۔۔۔ ورنہ مسئلہ بھی ہو سکتا ہے۔۔

نہیں میں ٹھیک ہوں۔۔۔۔
وہ مزید کچھ کہتی اس سے پہلے شمس کار اے اترتا اس کی سمت کا دروازہ کھولنے لگا.

وہ عکاشہ کو دیکھنے لگی تو ان میں تب سے پہلی بار کلام ہوا.

سر ٹھیک کہہ رہے ہیں یار۔۔۔ کوئی انفیکشن ہو گیا تو۔۔۔اور تم پین کلر لے لو گی تو پھر آرام سے سو پاؤ گی.

عکاشہ بھی ان کی تائید کرنے لگی تو ھدیل سہارا لیتی کار سے باہر نکلنے لگی .

وہ عکاشہ کے سہارے لنگڑاتی ہوئی ہوسپٹل مین داخل ہوئی.

شمس اسے ڈاکٹر کے کمرے میں چھوڑ کر خود کافی کی تلاش میں چل دیا.

جب تک وہ دوست تین کپ کافی پی کر واپس آیا ھدیل کی بازو پہ نئی پٹی کی جا چکی تھی اور اس کے گھٹنہ کا معائنہ بھی کیا جا چکا تھا.

کیا کہا ڈاکٹر نے۔۔۔۔۔۔

وہ عکاشہ کے پیچھے کھڑا پوچھنے لگا تو وہ اس کی موجودگی سے بے خبر ایک دم اچھل پڑی.

وہ۔۔۔وہ سر۔۔۔

آگے بھی کچھ بولو گی۔۔۔

شمس سرد مہری سے پوچھنے لگا تو عکاشہ خود پہ قابو پاتے گویا ہوئی.

سر ان کا کہنا ہے کہ بازو کچھ دنوں میں ٹھیک ہو جائے گا لیکن گٹھنہ کا خاص خیال رکھنا ہو گا .

فیالحال تو صرف سوجن ہے لیکن پرانے زخم میں دوبارہ تکلیف ہو سکتی ہے۔۔۔۔

وہ ایک ہی سانس میں بول دی تو شمس سر ٹیڑھا کرتا اسے دیکھنے لگا.

پرانے زخم۔۔۔۔وہ بھرے ہی کب تھے۔۔۔۔۔۔

سر یہ دوائیاں۔۔۔۔

عکاشہ نے اڈے نسخہ تھمایا تو وہ سر ہلاتا اس کے لئے میڈیسن لینے چلا گیا.

باقی کا راستہ ان دونوں نے سوتے ہوئے گزارا تھا جبکہ شمس بار بار اس کی چہرے کو دیکھتا جو پہلے سے کافی زرد دکھائی دے رہا تھا.

وہ جانتا تھا کہ اس نے غلط کیا ہے۔۔۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ صحیح اور غلط کا فرق نہیں جانتا تھا لیکن وہ ان اصولوں پہ کام نہیں کرتا تھا.

وہ شمس تھا۔۔۔۔ سورج کی طرح۔۔۔۔ دور سے روشنی دیتا اور اگر کوئی اس کے قریب آتا تو اسے جلا دینا ہی اس کا کام تھا.

اور اس کی نظر اس لڑکی پہ آٹھہری تھی. اس کی قید سے نکلنے کا صرف ایک ہی راستہ تھا اور وہ

ھدیل کی موت تھی.۔۔۔

اور ھدیل کو مرنے کی اجازت نہیں تھی۔۔۔۔۔

وہ چہرہ کا رخ پلٹتا پھر سے ڈرائیونگ کرنے لگا.

۔۔۔۔۔۔۔۔۔

بابا۔۔ آپ اپنا خیال بلکل نہیں رکھتے۔۔۔۔

اسے آج واپس آئے دوسرا دن تھا اور وہ گھٹنے کے سبب ہوسٹل میں ہی تھی .

ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ کل تک وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے گی.

اب ایسا تو نہیں ہے۔۔۔۔ آخر انسان کتنی پرہیز کرے۔۔۔۔۔۔

اعظم صاحب نے جواب دیا تو وہ مسکرا دی.

پھر بھی بابا اپنا خیال رکھا کریں۔۔۔

اس نے اپنے حادثے کے علاوہ تمام باتیں انہیں بتائی تھیں اور اب بات کرتے ہوئے ساتھ ساتھ

انہیں لیپ ٹاپ پہ تصاویر بھی بھیج رہی تھی.

عکاشہ کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ وہ انہیں الوداع کہنے لگی .

خیر تو ہے تمہارا رنگ کیوں اڑا ہوا ہے۔۔۔۔ کہیں حارث سے پھر لڑائی تو نہیں ہو گئی۔۔۔

نہیں یار۔۔۔۔ تمہیں نہیں پتا۔۔۔۔

وہ کانپتے ہوئے کہنے لگی تو ھدیل تجسس کے مارے کھسکتی ہوئی پاؤں بیڈ سے لٹکا کر بیٹھ گئی.

بتاؤ تو کیا ہوا۔۔۔۔۔۔

یار وہ جو یونی کے راستہ میں ایک بلڈنگ آتی ہے نا جہاں کام چل رہا ہے۔۔۔۔۔

ہاں۔۔۔۔ اسے کیا ہوا۔۔۔۔

ارے اسے کچھ نہیں ہوا۔۔۔۔ وہ سے دو نوجوان لڑکوں کی لاش ملی ہے۔۔۔۔ اور انہیں بہت بری طرح قتل کیا گیا ہے۔۔۔۔۔

وہ اسے بتاتے ہوئے ایک دم پھر کپکپا اٹھی. نیوز چینلز پہ یہی خبر چل رہی ہے اور ساری یونی میں بھی یہی باتیں ہو رہی ہیں.

میں مزید نہیں سن سکتی تھی اس لئے آ گئی.

کوئی وحشی ہی کسی کے ساتھ ایسا کر سکتا۔۔۔۔

ھدیل خاموشی سے اسے سنتی رہی اور ان دونوں مقتول کے لئے افسوس کرنے لگی.

کچھ دیر تک عکاشہ بستر میں دبک کر سو گئی تو ھدیل بنا کچھ سوچے اس واقع کے بارے میں سرچ کرنے لگی.

جو چیز دیکھ کر اسے جھٹکا لگا وہ ان پہ کیا گیا ظلم تھا.
وقعی یہ کوئی وحشی یا پاگل ہی کر سکتا تھا.

ان دونوں کا چہرہ بری طرح بگاڑا گیا تھا .
ایک شخص کی ایک ٹانگ کاٹ دی گئی تھی اور جسم پہ تشدد کے ابھرے ہوئے نشان تھے جبکہ دوسرا شخص کی ثالت اس سے بھی بری تھی.

اس کی ہڈیاں توڑ کر ان کا رخ بدل دیا گیا تھا. ٹانگیں پچھلی طرف موڑ کر سر کو چھو رہی تھی .
انہیں دیکھ کر ھدیل کی آنکھوں میں آنسو دوڑنے لگے اور وہ منہ پہ ہاتھ رکھ کر اپنی سسکیاں روکنے لگی.

ان لوگوں کو چار سے پانچ دن پہلے قتل کیا گیا تھا. لیکن جس چیز سے دنیا اپنی گرد گھومتی محسوس ہوئی وہ ان دونوں لڑکوں کی پہچان تھی.

یہ تو وہی دو لڑکے تھے جنھوں نے اسے مارکیٹ میں تنگ کیا تھا. ھدیل ان کی اصل تصاویر دیکھ کر کانپنے لگی .
ایک سیکنڈ لگا تھا اسے انہیں پہچاننے میں.

کوشش کے باوجود وہ سسکنے لگی تھی.

االس دن تبریز نے ان پہ حملہ کیا تھا اور ان کی موت کا وقت بھی اسی دن کا بتایا گیا تھا.

تو اس کا مطلب یہ سب تبریز نے کیا تھا.

خوف اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرایت کرنے لگا تو وہ بری طرح کپکپانے لگی .

ھدیل نے لیپ ٹاپ ایک جھٹکے سے بند کیا اور دیوار سے ٹیک لگاتی جبازوا پنی گرد حمائل کر لیں.

وہ اب ایک قاتل بھی بن گیا تھا۔۔۔اس نے ساری رات اس قاتل کے ساتھ

گزاری۔۔۔۔کیا وہ اپنے پاگل پن میں اتنا آگے بڑھ چکا تھا.

وہ کانپتی اور روتی جارہی تھی .

وہ شخص صرف اس کے لئے نہیں بلکہ اس کے اطراف میں موجود لوگوں کے لئے بھی دہشت

بنتا جارہا تھا.

کیا اسے پولیس کے پاس جانا چاہئیے۔۔۔۔۔۔۔ن۔۔۔نہیں اگر اسے بھی مار دیا تو۔۔۔۔

وہ کئی گھنٹے وہیں بیٹھی رہی اور روتی رہی .

آخر جب آنسو خشک ہو گئے تو بستر میں دبک گئی. اور آنکھیں بند کر دیں.

ان دونوں کی لاش اس کی آنکھوں کے سامنے گھومتی جارہی تھی.

جو خوف تبریز کے ساتھ کیبن میں رہنے سے کم ہوا تھا وہ پھر سے اس کے حواس پہ چھانے لگا تھا۔

-------------

اگلے روز اسے یونی جانا تھا .

اس کی آنکھوں سے صاف ظاہر ہو تا تھا کی وہ ساری رات روتی رہی ہے .

عکاشہ اس سے کئی بار پوچھ چکی تھی لیکن وہ ہر بار ٹال دیتی .

کتابوں کو اپنے سینے سے لگائے وہ ہر کسی کو شک کی نگاہ سے دیکھ رہی تھی .

آنکھیں پھیلائے ہر چیز کو دیکھتی۔۔۔اگر چڑیا بھی اس کے پاس پر مارتی تو وہ بوکھلا جاتی .

وہ آہستہ سے چلتی ایک کلاس سے دوسری کلاس میں جاتی رہی الفاظ اس کی سماعت سے ٹکراتے لیکن دماغ تک نا پہنچ پاتے .

سائیکالوجی کی کلاس میں بھی اس کا یہی حال تھا جب ایک لفظ نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا .

سٹالکز لڑکے بھی ہو سکتے ہی لڑکیاں بھی۔۔۔لیکن خواتین اس معاملہ میں زیادہ تشدد پسند نہیں ہوتیں .

اکثر لوگ جو سٹالکنگ کرتے ہوئے پائے گئے ان میں حسد کا عنصر پایا گیا.

پروفیسر شمس مہارت سے سب کو اپنی جانب متوجہ کئے تھے .

ھدیل بھی انہیں مکمل طور پہ متوجہ ہو کر سننے لگی.

ان میں سے بھی چند لوگ کچھ ہی عرصے میں کسی کا پیچھا کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔۔۔

سر۔۔۔جو لوگ پیچھا نہیں چھوڑتے ان کے بارے میں کچھ بتائیں۔۔۔
کسی لڑکی نے پوچھا تھا.

ویل۔۔۔وہ لعگ خطرناک ہوتے ہیں اور ایسے لوگ اپنے شکار سے زیادتی کرتے پائے گئے ہیں.

وہ ان کی بات پہ کانپ اٹھی تھی .

ان سے مزید سوالات بھی کئے جا رہے تھے جب کے وہ جوابات دے رہے تھے.

وہ بڑے انہماک سے آج کا لیکچر سن رہی تھی جب ھدیل ایک دم کھڑی ہوتی پروفیسر شمس سے سوال کرنے لگی.

سر ایک سٹالکر کس حد تک خطرناک ہو سکتا ہے۔۔۔

اس نے اپنے خوف پہ قابو پاتے سوال کیا.

جیسا کہ میں نے بتایا زیادہ سٹالکرز خطرناک نہیں ہوتے۔۔۔

لیکن وہ ایسا کرتے کیوں ہیں۔۔۔

کینو کہ شکاری ہمیشہ پہلے شکار سے کھیلتا ہے اور جب شکار تھک جاتا ہے تو وہ اس کی گردن پی جھپٹ جاتا ہے۔۔۔۔

شھیر نے تمسخرانہ انداز میں کہا تو ھدیل کانپنے لگی اس کی پیشانی پہ ننھے قطرے نمودار ہونے لگے.

جبکہ کلاس میں موجود باقی سب اس کے تاثرات دیکھ کر ہسنے لگے .

ھدیل نے اپنا سامان کانپتے ہاتھوں سے اٹھایا اور کلاس سے چلی گئی عکاشہ اسے دیکھتی رہ گئی اور پھر شھیر کو گھورنے لگی .

-----------

وہ بینچ میں بیٹھی کچھ سوچتے ہوئے لگاتار ہل رہی تھی جب کسی کے پکارنے پہ چانک کر اسے دیکھنے لگی.

عکاشہ اور شھیر اس کے قریب کھڑے تھے شاید وہ اس کے تعاقب میں وہاں آ گئے تھے.

ھدیل یار کیا ہوا۔۔۔

عکاشہ اس کے سامنے جھکتی کہنے لگی تو ھدیل سر انکار میں ہلانے لگی.

ایم۔۔۔ سوری۔۔۔ مجھے نہیں پتا تھا کہ تم میرا مذاق اتنا سیریس لے لو گی۔۔۔

وہ اپنا کان کھجاتا ہوا کہنے لگا تو ھدیل اس کا چہرہ دیکھنے لگی جس پہ شرمندگی کے تاثرات واضح تھے.

انہیں لگ رہا تھا کی شاید اس پہ ہنسنے کی وجہ سے وہ یوں کلاس سے باہر آ گئی.

جب ھدیل نے اس کا کوئی جواب نا دیا تو وہ زانوں بل اس کے سامنے بیٹھ گیا.

ھدیل ایم رئیلی سوری۔۔۔ دیکھو اپنے کان پکڑ تا ہوں۔۔۔۔

وہ کان پکڑنے لگا تو ھدیل مسکرا دی .

کوئی بات نہیں۔۔۔ میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔۔۔

شھیر پہ شک کرنے کے دن گزر چکے تھے وہ ایک بہترین شخص اور اس کا اچھا دوست تھا.

شکر ہے۔۔۔ مجھے تو لگا تھا کہ مرغا ہی بننا پڑے گا۔۔۔

وہ آنکھ دباتا کہنے لگا تو وہ دونقں ہنس دیں .

چلو اب کیفے چلتے ہیں۔۔۔ ویسے بھی کلاس ختم ہونے میں کچھ منٹ ہی رہتے ہیں.

نہیں یار تم دونوں جاؤ میں واپس ہوسٹل جاؤں گی.

اس کی بات پی عکاشہ کچھ کہتے ہوئے رک گئی۔

ٹھیک ہے میں بھی ساتھ چلتی ہوں۔۔۔۔۔۔عکاشہ اس کے ساتھ واپس جانے کے لئے تیار ہونے لگی تو ھدیل نے اسے منع کر دیا.

نہیں میں خود چلی جاؤں گی۔۔۔۔تم میری وجہ سے خود کو تنگ مت کرو۔۔۔۔

چلو یار۔۔۔۔میں تمہیں ہوٹل ڈراپ کر دیتا ہوں۔۔۔۔۔
شھیر ان دونوں کو حل بتانے لگا جب اس کا موبائل بجنے لگا.

اس پہ کچھ دیکھ کر وہ اسے دوبارہ جیب میں رکھنے لگا.

ویل۔۔۔۔لگتا ہے میں ڈراپ نہیں کر پاؤں گا۔۔۔۔ایم سوری۔۔۔۔

وہ پھر سے اس سے معافی مانگنے لگا تو ھدیل شرمندہ ہونے لگی.

کوئی بات نہیں نا۔۔۔۔۔۔تم دونوں جاؤ۔۔۔۔میں ٹیکسی پہ جاؤں گی پیدل تھوڑی نا جاؤں گی۔۔۔۔۔۔

وہ ان دونوں کو گھورتے ہوئے کہنے لگی تو شھیر مسکراتا ہوا اسے الوداع کرتا چلا گیا.

اور ھدیل نے عکاشہ کو بھی زبردستی وہاں سے بھیج دیا .

-------

وہ سارے راستہ یہی سوچتی رہی کہ تبریز اس حد تک کیسے جا سکتا ہے .

اب یہ معاملہ کچھ اور ہی نوعیت اختیار کر چکا تھا .

لیکن وہ جو بات سمجھ نہیں پا رہی تھی وہ یہ تھی کہ کیا اسے پولیس کے پاس جانا چاہئیے .

اگر وہ جاتی بھی تو انہیں کیا بتاتی۔۔۔۔کون تھا وہ۔۔۔۔۔اور کیوں جانتی تھی وہ ان لوگوں کو۔۔۔۔۔

اور اگر پولیس اسے ہی مجرم سمجھنے لگی تو۔۔۔۔۔۔

یہ بھی تو ہو سکتا ہے تبریز نے یہ نا کیا ہو۔۔۔۔۔اسے کوئی غلط فہمی ہو رہی ہو۔۔۔۔۔

اس کے دل نے جیسے آواز دی تھی۔۔۔۔

جیسے ہی اسے یہ احساس ہوا کہ اس کا دل تبریز کے ثق میں گواہی دے رہا ہے اس کے دھڑکن تیز ہوئی تھی.

نہیں۔۔۔۔مجھے اس سے کوئی اچھی امید نہیں رکھنی چاہئیے۔۔۔۔۔

وہ یہ خیال اپنے دل سے نکالنے لگی لیکن یہ کس قدر مشکل ہو گا اس کا احساس اسے ابھی نا تھا.

وہ اپنا لیپ ٹاپ سامنے رکھے بیٹھی تھی جب موبائل پہ اسی انجان نمبر سے فون آنے لگا.

ھدیل اپنا ہونٹ چبانے لگی اور اس کا موبائل بجتے بجتے خود ہی بند ہو گیا .

اس کا سانس معمول کی رفتار پی آنے لگا جب موبائل پھر سے بجنے لگا۔

اب کی بار وہ کال ریسیو کر کے سر گوشی سی کرنے لگی.

ہیلو۔۔۔۔

دوسری طرف مکمل خاموشی تھی. لیکن وہ اس کے سانسوں کی آواز سن سکتی تھی.

ھدیل نے دوبارہ اسے مخاطب کرنا چاہا لیکن مقابل نے کال کاٹ دی .

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

شہیر ھدیل اور عکاشہ کو الوداع کہتا شمس کے آفس کی جانب بڑھنے لگا.

بھائی۔۔۔ آپ نے مجھے بلایا۔۔۔

وہ دروازہ بند کرتے ہی اس سے مخاطب ہوا.

شہیر میں نے تمہیں کتنی بار کہا ہے یہاں مجھے سر کہہ کر مخاطب کیا کرو۔۔۔۔
وہ مدہم لہجہ اختیار کرتا کہنے لگا تو شہیر اس کے سامنے والی کرسی پہ بیٹھ گیا

ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔۔۔ ناراض کیوں ہوتے ہیں۔۔۔۔۔۔
ویسے یہ تو سمجھ آتا ہے کی مجھے آپ کو سر کہہ کر مخاطب کرنا چاہئیے۔۔۔۔ لیکن آپ چہرے پہ یہ مصنوعی جلد کیوں پہنتے ہیں۔۔۔۔

اس نے وہی سوال دیرایا تھا جو وہ اب تک اس سے کئی بار کر چکا تھا.

کیونکہ ہمارے چہرے بہت ملتے ہیں۔۔۔ایک لمحے میں سب سمجھ جائیں گے کہ ہم بھائی ہیں۔۔۔اور پھر انہی لگے گا کی تم جو یہ اے پلس گریڈ کے ساتھ کامیاب ہوتے ہو وہ میں اس لئے دیتا ہوں کیونکہ تم میرے بھائی ہو۔۔۔۔

آپ کو پتا ہے بھائی۔۔۔۔یہ بہت لیم ایکسکیوز ہے۔۔۔آپ اس سے بہتر کر سکتے ہیں۔۔۔۔۔اور مجھ سے جھوٹ نہیں کہیں۔۔۔

شھیر میں نے تمہیں اس لئے نہیں بلایا۔۔۔۔تبریز ہر وقت کی بحث سے زچ ہوتا کہنے لگا.

وہ جانتا تھا کہ شھیر کو بتانے کے لئے اس کے پاس کوئی وجہ نا تھی۔۔۔لیکن وہ اپنے بھائی کو ایسے معاملات میں الجھانا بھی نہیں چاہتا تھا.

جی جی۔۔۔فرمائیں کیا بات ہے۔۔۔۔

تم نے مس ھدیل کو ساری کلاس کے سامنے انسلٹ کیا جو کہ مجھے بہت ناگوار گزرا ہے۔۔۔۔

وہ مدعہ پہ آیا تو شھیر اس جا چہرہ دیکھتا رہ گیا۔۔۔اس نے زندگی میں پہلی بار اسے ٹوکا تھا.

وہ میری دوست ہے اور میں محض مذاق کر رہا تھا۔۔۔۔

لیکن تمہارے مذاق نے اسے پریشان اور شرمندہ کیا۔۔۔

وہ اسے باور کروانے لگا تو شھیر بے یقینی سے ادھر ادھر دیکھنے لگا

مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ ایسے ایکٹ کرے گی۔۔۔اور کلس میں سب ایک دوسرے سے مذاق کرتے ہی ہیں اگر میں نے۔۔۔۔۔

شھیر۔۔۔آئندہ ایسا نہیں ہونا چاہئیے۔۔۔۔۔

وہ جتاتے ہوئے انداز میں کہنے لگا تو اسے خاموش ہونا پڑا.

جی۔۔۔

ایک اور بات۔۔۔کیا پروفیسر نعیم نے تم سے کچھ پوچھا میرے بارے میں۔۔۔۔

جی۔۔۔انہوں نے پوچھا کہ کیا آپ کو میں نے ھدیل کو ڈھونڈنے کے لئے کہا تھا۔۔۔

شمس اس کی بات پی سر ہلانے لگا۔۔۔جانتا تھا کہ پروفیسر نعیم اس کی بات پی یقین نہیں کریں گے.

تو تم نے کیا کہا۔۔۔

وہی جو آپ نے کہا تھا۔۔۔کہ آپ میرے ساتھ تھے۔۔۔

وہ سرد لہجے میں کہنے لگا تو شمس نے اس کے ناراضگی بھانپ لی.

مجھے معاف کر دو۔۔۔لیکن میں۔۔۔

میں سمجھ گیا۔۔۔مجھے آپ کے معاملات میں دخل اندازی کی ضرورت نہیں۔۔۔

لیکن آپ نے مجھ سے جھوٹ بولنے کو کیا تو آپ نے یہ میرا بھی معاملہ بنا دیا۔

کیا میں جان سکتا ہوں۔۔۔کی آپ کہاں تھے۔۔۔۔۔۔

وہ اسے شک کی نگاہ سے دیکھتا ہوا پوچھنے لگا.

میں مس ھدیل کو ڈھونڈ رہا تھا۔۔۔

شور۔۔۔۔

وہ طنز سے کہتا اس کے آفس سے چلا گیا اور شمس کرسی پہ اپنے سر کی پشت ٹکا گیا۔

--------

اگر اسے کوئی بھی معلومات حاصل کرنی تھی تو اس کا واحد زریعہ وہ نمبر ہی تھا۔۔۔

وہ ہاتھ میں موبائل تھامے اسے نمبر کو گھور رہی تھی.

اپنا ہونٹ چباتی وہ کچھ سوچ کر پولیس اسٹیشن کال کرنے لگی.

کال اٹھاتے ہی سلام کے بعد اس سے اس کا مسئلہ پوچھا گیا تھا.

ج۔۔۔جی ہیلو۔۔۔میں ھدیل اعظم بات کر رہی ہوں۔۔۔کچھ ہفتے پہلے میں ایک رپورٹ درج کروانے آئی تھی اور ایک نمبر دیا تھا.

کونسی رپورٹ۔۔۔۔

مقابل نے مصروف لہجہ میں پوچھا۔۔۔۔

وہ اصل میں میری رپورٹ نہیں درج کی گئی تھی۔۔

میڈیم جی۔۔۔ یہاں تو روز کئی لوگ آتے ہیں اب ہمیں کیا پتا کون سا نمبر۔۔۔۔

ھدیل جلدی سے سارا معاملہ بتانے لگی اور تبریز کا نمبر دہرانے لگی.

اچھا اچھا تو آپ وہی ہیں۔۔۔۔

شاید وہ اسے پہچان گئے تھے .

جی۔۔۔ آپ کے آفیسر نے کیا تھا کہ وہ نمبر کی معلومات پتا کروالیں گے.

جی میڈیم جی پتا تو کروالیا ہے۔۔۔۔ اور اگر اب آپ نے ہمارا وقت ضائع کرنے کی کوشش کی تو الٹا آپ پہ کیس ڈالیں گے.

اس نے سختی سے کہا تو ھدیل بوکھلا گئی .

ک۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔

مطلب یہی کہ آپ ہمیں پاگل سمجھتی ہیں کیا اپنے نام پہ رجسٹر نمبر دے کر کہتی ہو کہ رونگ کالز آتی ہیں۔۔۔۔

نمبر بانٹنے کا اتنا شوق ہے تو انٹرنیٹ پہ دے دو بہت ملیں گے.

وہ اسے سناتا ہوا کھٹ سے فون بند کر گیا جبکہ ھدیل صرف اتنا ہی سن پائی کہ وہ نمبر اس کے نام پہ رجسٹر ہے.

۔۔۔۔۔۔۔۔

ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ نمبر اس کے نام پہ رجسٹر ہو.

کیا ایسا کیا جا سکتا تھا۔۔۔۔

وہ یہی سوچ رہی تھی جب کمرے کا دعوازہ کھلا اور عکاشہ اندر داخل ہوئی.

کیا کر رہی ہو تم۔۔۔۔

وہ تھکے سے انداز میں آتی ہی بستر پی گر گئی.

کچھ نہیں بس تھوڑا کام کر رہی تھی۔۔۔۔ ھدیل اپنے تاثرات کو نارمل کرتی کہنے لگی.

یار آج تو بہت تھک گئی ہوں میں۔۔۔۔۔

عکاشہ اسے باقی دن کی ساری ڈیٹیل بتانے لگی تو وہ سرسری سے انداز میں اسے سنتی رہی.

عکاشہ کا موبائل بجنے لگا تو وہ اپنے بیگ میں سے اسے موبائل نکالنے لگی.

ہیلو۔۔۔۔جی امی۔۔۔۔

شاید اس کے گھر سے کال تھی .

عکاشہ پریشان تاثرات لئے ایج دم اٹھ بیٹھی تو ھدیل بھی اس کے پاس آگئی.

وہ ایک دم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تو ھدیل کو کچھ گڑبڑ کا احساس ہوا وہ اس کی بازو تھامے اسے تھپکنے لگی.

جی امی میں بس ابھی آرہی ہوں۔۔۔۔ ابھی حارث بھی۔۔۔۔

وہ ہچکیاں بھرتے کہنے لگی اور پھر موبائل بند کر کے مزید رونے لگی.

کیا ہوا عکاشہ۔۔۔۔سب ٹھیک تو ہے نا۔۔۔۔

ھدیل۔۔۔۔میرے بابا کو ہارٹ اٹیک۔۔۔۔۔مجھے ابھی جانا ہو گا۔۔۔۔

وہ سانس تیزی سے لینے لگی اور ھدیل اسے خاموش کروانے لگی.

حوصلہ رکھو عکاشہ۔۔۔۔کچھ نہیں ہو گا انہیں۔۔۔۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔۔پریشان نہیں ہو.

وہ ھدیل کو امید سے دیکھتی سر ہلانے لگی اور پھر یکدم کھڑی ہو گئی .

مجھے پیکنگ کرنی ہے۔۔۔۔

رکو بیٹھو یہاں۔۔۔۔ میں پیکنگ کرتی ہوں تم ایسے رو نہیں۔۔۔۔

وہ بیڈ کے نیچے سے عکاشہ کا بیگ کھینچتی پیکنگ کرنے لگی.

ابھی کچھ ہی وقت گزرا تھا جب ثارث کی کال آنے لگی شاید اس تک خبر بھی پہنچ چکی تھی اور وہ اسے ہوسٹل لینے آ رہا تھا جہاں سے وہ دونوں بس اسٹینڈ کے لئے روانہ ہوتے.

ھدیل عکاشہ کو حوصلہ دیتی ہوسٹل کے باہر تک چھوڑنے آئی. وہ اس کے بابا لے لئے دعا گو تھی. عکاشہ اس سے گلے ملتی حارث کے ساتھ ٹیکسی میں سوار ہو گئی.

جب ان کی ٹیکسی ھدیل کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئی تو وہ ہوسٹل واپس آ گئی.

عکاشہ کے جاتے ہی اسے وہ کمرہ سنسان سا لگنے لگا تھا۔۔ وہ اپنے خیالات کو پس پشت ڈالتی ٹیلی کمیونیکیشن کمپنی کال کرنے لگی.

اس نے انہیں مطلوبیلہ نمبر اور اپنا نام بتایا تو انہوں نے بھی اس بات کی تصدیق کر دی کہ یہ نمبر اسی کے نام پہ رجسٹر ہے اور گزشتہ چھ ماہ سے استعمال میں ہے.

ھدیل اپنا غصہ پیتی اس نمبر کو بند کرنے کا کہہ کر فون کاٹ گئی .

--------

وہ سوئی ہوئی کتنی خوبصورت لگتی تھی .

ہر فکر سے آزاد------

شمس اس کے بیڈ کے قریب کھڑا نیم روشنی میں اسے دیکھ رہا تھا.

وہ کس بے فکری سے سو رہی تھی-----اس کی نیند حرام کر کے.

کیا وہ اسے سوچتی تھی-----کیا وہ بھی اس کے اعصاب پہ ایسے ہی چھایا تھا جیسے ھدیل اس کے-----

وہ اس کے چہرے پہ پھیلے آوارہ بال اپنی انگلیوں کے پور سے ہٹانے لگا.

اور پھر اس کا رخسار چھونے لگا .

وہ کب اس کے لئے ان جذبات کو رکھنے لگا تھا----

کیا تب جب وہ پہلی بار اس سے ٹکرائی-------یا تب جب اس نے اسے پہلی خوفزدہ کیا-----

وہ اس کے رخسار چھوتا اب ہونٹوں کی جانب بڑھنے لگا.

یاتب جب اس نے اس کے وجود پہ چادر اوڑھائی۔۔۔۔۔یاتب جب اسے پہلی بار مسکراتے دیکھا۔۔۔۔۔یاتب جب وہ اس کے بانہوں کے حصار میں تھی.

کب۔۔۔۔آخر کب۔۔۔۔۔۔

اس کے جذبات میب شدت تو شروع سے تھی۔۔۔لیکن وہ اس طرح بدلیں گے اس کا اندازہ تو اسے بھی نا تھا.

اس کے جذبہ پہلو بدل لیا تھا۔۔۔۔کیا ھدیل کے جذبہ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی.

وہ اس پہ جھکنے لگا تو جیسے ھدیل اس کی موجودگی محسوس کرتی کسمائی تھی.

وہ واپس کھڑا ہوا اور جیکٹ میں رکھے پھول نکال کر اس کے بالوں پہ پھیلا دیئے.

ان میں سے ایک پھول اس کے لبوں سے مس کیا اور پھر اسے چوم لیا .
اسے ھدیل کے سینے پہ رکھا اور پھر پلٹ گیا .

___________

وہ جب جاگی تو پہلی چیز جو اس کے حواس سے ٹکرائی وہ گلاب کی بھینی سی خوشبو تھی.

فضامیں پھیلی وہ خوشبو کسی کو بھی اپنے سحر میں قید کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی.

ھدیل بے اختیار مسکرادی تو پھر آنکھیں کھولنے لگی.

نیند کی وادی سے باہر نکلی تو احساس ہوا کہ اس کے کمرے میں یہ خوشبو کیوں آ رہی ہے .

اٹھ کر بیٹھی تو کوئی چیز اس کے ہاتھ کو چھوتی نیچے گری جسے وہ جھک کر دیکھنے لگی.

گلاب کا پھول زمین پہ گرا اس کا منہ چڑھا رہا تھا۔

گلاب کا پھول۔۔۔۔۔گلاب کا پھول۔۔۔۔۔گلاب کو پھول۔۔۔۔

اس کا دماغ جیسے کام کرنے لگا ھدیل کی آنکھیں پھیلنے لگیں.

وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی تو بہت سے پھول اپنے بستر پہ پائے. کچھ پنکھڑیاں اس کے بالوں میں الجھ گئی تھیں.

وہ اچھلتی ہوئی بیڈ سے اتری اور بالوں میں انگلیاں چلاتی انہیں پنکھڑیوں سے آزاد کرنے لگی.

عمل تنفس بگڑنے لگا اور خوف کی سرد لہر اس میں سرایت کرنے لگی.

وہ اس کے کمرے میں تھا۔۔۔۔۔وہ رات کو یہاں پہ تھا۔۔۔

یہ احساس جان لیوا تھا اور وہ گہرا سانس لینے کی کوشش کرنے لگی تو پھولوں کی خوشبو پھر سے اس کے نتھنوں سے ٹکرائی.

ھدیل نے اپنے کمرے کا ایک ایک کونہ چھان مارا اور پھر ان تمام پھولوں کو اکٹھا کر کے پھینک دیا.

ان کے کمرے میں ایک چھوٹی کھڑکی تھی لیکن اس میں سے تبریز جیسا شخص اندر نہیں آسکتا تھا مطلب وہ دروازے سے آیا تھا .

وہ ایک دم لرز اٹھی اور پھر تیار ہو کر یونی کے لئے جانے لگی.

لیکن جانے سے پہلے اس نے اپنے کمرے میں چوری کی شکایت درج کرواکر لاک بدلنے کی استدعا کی.

ہوسٹل انتظامیہ کے مطابق اس کام کے لئے کچھ دن درکار ہوتے جس پہ لعنت ڈالتی اس نے خود ہی لاک بدلوانے کا فیصلہ کیا.

------,---

اس نے آگے پیچھے کئی چھٹیاں کی تھیں جن کا ہرجانہ اب وہ لائبریری میں بیٹھی بھر رہی تھی .
شھیر بھی اس کی ساتھ ہی تھا اور پھر قہ اپنی دیگر دوستوں سے ملنے چلا گیا.

نور بھی اڈی کے ساتھ ہو لی تو وہ اکیلی وہاں رہ گئی .
وہ پوری کوشش کر رہی تھی اس واقعہ کو اپنے ذہن سے نکالنے کی.

وہ جب حالات سے گزر چکی تھی اس کے بعد یہ سب اس کے لئے عام سی بات ہو جانی چاہئیے تھی لیکن اسے ہر بار نئے سرے سے جھٹکا لگتا تھا.

اگلے لیکچر کا وقت ہونے لگا تو وہ سامان سمیٹتی وہاں سے جانے لگی اچانک کسی سے ٹکر ہوئی تو اس کی بکس نیچے گر گئیں

ایم سوری۔۔۔۔۔۔۔

مقابل فوراً جھکا اور اس کی بکس اٹھا کر اس کے سامنے کیں

ھدیل۔۔۔۔ کیسی ہیں آپ۔۔۔۔

اس شخص نے مسکراتے ہوئے پوچھا تو ھدیل کو بھی وہ یاد آنے لگا.

یہ وہی آئی۔ٹی کا سٹوڈنٹ تھا جس کے ساتھ وہ لائبریری میں اس دن بیٹھی تھی.

اوہ۔۔۔۔ کیسے ہیں آپ۔۔۔۔ اور آپ کا سوفٹ ویئر بن گیا۔۔۔۔

وہ کتابیں پکڑتی ہوئی مسکراتے ہوئے پوچھنے لگی.

ارے نہیں ابھی تو سسٹم تیار ہونے میں کچھ وقت لگے گا.

وہ اس سے سرسری سی بات کرنے لگی جب وہاں سے گزرتے شمس نے انہیں مسکراتے ہوئے دیکھا.

اس کا جسم ایک دم تناؤ کا شکار ہوا. گردن میں نسیں ابھرنے لگیں اور وہ کسی جانور کی مانند اپنے مقابل کو چیر دینے کا جذبہ محسوس کرنے لگا.

مس ھدیل۔۔۔۔آپ ابھی تک یہاں کیوں ہیں۔۔۔۔

کسی پہ رعب دار آواز پہ وہ چونکی تھی اور سامنے کھڑے پروفیسر شمس کو دیکھنے لگی.

سر وہ میں بس جارہی۔۔۔

اس بات مکمل ہونے سے پہلے شمس اسے کاٹتے ہوئے خود گویا ہوا.

آپ کی اٹینڈنس پہلے ہی بہت کم ہے۔۔۔اگر آپ کو کلاس نہیں لینی ہوتی تو ایم۔فل کرنے کی بھی کیا ضرورت ہے۔۔۔۔

س۔۔سر وہ۔۔۔

آپ ابھی بھی یہیں کھڑی ہیں۔۔۔۔

اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اسے بالوں سے کھینچ کر دور کر دے۔۔۔اور پھر سب کو چیخ چیخ کر بتائے کی وہ اس کی ہے۔۔۔

اس کی تھی۔۔۔۔اور اس کی رہے گی۔۔۔۔

روز اول سے۔۔۔۔روز آخرت تک۔۔۔۔۔

وہ لڑکا اسے مشکل میں دیکھ کر خود ہی اجازت لیتا چلا گیا تو ھدیل بھی سر جھکائے تیز تیز قدم لیتی وہاں سے چل دی جبکہ شمس اس لڑکے کو سرخ آنکھوں سے دیکھتا رہا.

------,-----

وہ جب ہوسٹل ایک لاک ماسٹر کو لے کر پہنچی تو ہوسٹل انتظامیہ نے ایسا کرنے پہ مکمل انکار کر دیا۔

جس پہ ھدیل نے خوب شور شرابہ کیا .

اس کا کہنا تھا کہ وہ ایسی جگہ کیسے محفوظ محسوس کر سکتی ہے جہاں کوئی بھی اس کے کمرے میں گھس پائے اور کسی کو کچھ پتا بھی نا ہو.

جب معاملہ پھیلنے لگا تو انتظامیہ نے اسی دن اس کے کمرے کا لاک بدلنے کی حامی بھر لی .

لیکن ھدیل نے تب تک ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا جب تک اس کے کمرے شروع نہیں ہوا.

پھر انہیں اسی آدمی نیا لاک لگوانا پڑا جس سے ھدیل کو کچھ سکون محسوس ہوا.

------------

اسے امید تھی کہ یہ نیا لاک اسے کمرے سے باہر رکھنے میں کامیاب رہے گا .

یونی کا کام نمٹانے اور پھر نہانے کے بعد وہ اب سونے کے لئے تیار تھی.

شام سے بارش بھی ہو رہی تھی جس وجہ سے اس نے کھڑکی کو بھی بند کر دیا اور پھر سونے کے لئے لیٹ گئی.

کوئی اس کی پیچھے تھا اور بھاگ رہی تھی۔۔۔۔وہ اس تک پہنچنے ہی والا تھا.ھدیل کا تنفس بگڑنے لگا تھا۔۔۔۔عہ تھک چکی تھی جب کسی نے اس کے بال دبوچے.

وہ ایک چیخ کے ساتھ اٹھ کر بیٹھ گئی تو اتساس ہوا کہ وہ محض ایک خواب تھا.

پیشانی پہ آیا پسینہ ٹھنڈی ہوا سے خشک ہونے لگا تو اس کا بگڑہ سانس بھی بحال ہونے لگا.

لیکن پھر خوف کی ایک نئی لہر اس کے جسم میں پھیلی تھی .

کھڑکی سے ٹھنڈی ہوا کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔۔۔۔اور اس نے تو کھڑکی بند کی تھی.

اسے احساس ہوا کہ اس کی پیچھے کوئی ہے .

عمل تنفس پھر سے بگڑنے لگا تھا دل جیسے سینے سے باہر آنے کو تھا.

آنکھوں میں پانی آنے لگا اور وہ اپنا رخ پلٹنے لگی جب کسی نے ایک دم اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ کر اس کی آواز وہیں روک دی تھی.

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

ھدیل کا جسم لرزنے لگا اور سانس اٹکنے لگی.

وہ اس کے قریب ہوتا کان میں سرگوشی کرنے لگا.

کیا تمہیں لگا کہ یہ چھوٹا سا دروازہ مجھے روک سکتا ہے۔۔۔ میرے راستہ میں کوشی رکاوٹ حائل نہیں ہو سکتی.

وہ مسکراتے ہوئے کہنے لگا. اور پھر ہاتھ اس کے چہرے سے ہٹانے لگا.

ھدیل نے ایک گہری سانس بھری اور اس کی سمت پلٹنے لگی .

وہ اس کے کافی قریب تھا لیکن اندھیرے میں کچھ دیکھ نا پائی.

تمہیں لگتا ہے میں خوفزدہ ہو جاؤں گی۔۔۔ نہیں مجھے تم سے کوئی خوف نہیں آتا۔۔۔ تمہارا یہ کھیل مزید نہیں چلے گا.

وہ مٹھیاں بھینچتی خود کو اکڑاتے ہوئے کہنے لگی .

ھدیل کھڑی ہونے لگی تو شمس نے اسے دونوں شانوں سے تھام لیا.

اور اگر یہ کوئی کھیل نہیں رہا ہو تو۔۔۔

وہ اس پہ جھکتا ہوا کہنے لگا. ھدیل کو اندھیرے میں وہ کسی ہیولے کی مانند دکھ رہا تھا.

کس نے کہا میں تمہیں خوفزدہ کرنا چاہتا ہوں۔۔۔۔ وہ شہادت کی انگلی سے اس کا رخسار چھانے لگا تو ھدیل اس کی پکڑ میں مچلنے لگی.

چھوڑو مجھے ورنہ میں چلاؤں گی اور آج تم نہیں بچو گے۔۔۔۔

وہ اپنے لرزتے وجود پہ قابو پاتی کہنے لگی. اس کے چھونے سے ھدیل کا تنفس بگڑنے لگا تھا.

اور تم کیا بتاؤ گی رات کے وقت کوئی تمہارے کمرے میں کیوں ہے۔۔۔

وہ چہرہ مزید اس کے سامنے لیجاتا کہنے لگا تو ھدیل کی آنکھوں میں پانی آنے لگا.

بس کر دو۔۔۔ کیا بگاڑا ہے میں نے تمہارا۔۔ کیوں کر رہے ہو یہ سب۔۔۔

وہ ٹوٹ ٹوٹ کر کہنے لگی.

ششش۔۔۔ بتاؤ کیا تم مجھے یاد نہیں کرتی۔۔۔ کیا ہر شب تمہارے اعصاب پر میں نہیں چھایا رہتا.

وہ جاننا چاہتا تھا۔۔۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ کیا ھدیل بھی اس کے بارے میں ویسے ہی سوچتی تھی۔۔۔ اسے اس سے سننا تھا۔۔۔ اسے اس کی ضرورت تھی آج اسے کسی لڑکے کے ساتھ باتیں کرتا دیکھ وہ جھلس گیا تھا.

بتاؤ ھدیل۔۔۔

وہ اس کے مزید قریب ہوا تو ھدیل گھبراتی اس کے سینے پہ ہاتھ رکھتی دھکا دینے لگی.

ہاں میں یہ سوچتی ہوں کہ تم نے کیسے میرا بچپن برباد کیا۔۔۔ کیسے میرا کل اور آج تباہ کر رہے ہو۔۔۔

جھوٹ۔۔۔۔میں تمہارے لئے اس سے کہیں زیادہ ہوں۔۔۔۔

اس کے لہجے میں اب درشتی آچکی تھی.

ھدیل اسے آنکھیں سکیڑتی دیکھنے لگی.

ایک قاتل کے لئے میرے پاس کچھ بھی نہیں۔۔۔۔

اس کی بات پہ شمس چونکا تھا اور پھر اس کی پکڑ میں سختی در آئی ھدیل تکلیف سے سٹپٹا اٹھی.

شمس نے ایک ہاتھ سے اس کے بال جکڑے اور شدت جذبات سے کہنے لگا.

تو یہ بھی یاد رکھنا مائی ڈیئر یہ قاتل تمہیں حاصل کرنے کے لئے کچھ بھی کرے گا۔۔۔۔کچھ بھی۔۔۔۔

اس نے ایک ہاتھ سے ھدیل کے بال جکڑے جبکہ دوسرے پنجے سے اس کی گردن دبانے لگا.

ھدیل اپنی جان کے خوف میں تڑپنے لگی. سانس رکنے لگا تو آنکھوں میں پانی بھر آیا لیکن شمس کی پکڑ مضبوط ہوتی گئی.

جب آکسیجن کی کمی سے وہ بیہوش ہونے لگی تو شمس نے اسے آزاد کر دیا .

اندھیرے میں کھونے سے پہلے ھدیل نے اس کا لمس اپنی پیشانی پہ محسوس کیا تھا.

---------

اسے جب ہوش آیا تو وہ بیڈ پہ لیٹی ہوئی تھی جیسے رات کچھ ہوا ہی نا ہو .
ھدیل اپنی گردن پہ ابھی بھی اس کی پکڑ محسوس کر سکتی تھی .
خوف سرایت کرے لگا تو وہ کانپنے لگی اور اپنے کٹھنوں کے گرد بازو حمائل کر لئے.

اس نے انکار نہیں کیا تھا۔۔۔ مطلب وہ قتل اسی نے کئے تھے۔۔۔ یہ سوچ اسے مزید خوفزدہ کر رہی تھی.

اور جس طرح تبریز نے اس کی گردن دبوچی کیا وہ اسکا اگلا نشانہ تھی.

یہ سوچ سوچ کر وہ مزید گھبراہٹ کا شکار ہوتی جا رہی تھی. قہ کیا کہتا تھا کیا نہیں اس سے زیادہ ہمیشہ ھدیل کی توجہ اس کے عمل کی جانب رہی تھی.

ابھی وہ اس کی باتوں پی نہیں بلکہ اس کی حرکات کو ہی سوچ رہی تھی اور خوفزدہ تھی .
وہ ایک پاگل شخص تھا۔۔۔ جو احساسات اس کے دل میں کچھ عرصہ پہلے پنپنے لگے تھے وہ اب اس کے اعتراف کے بعد پھر سے منجمد ہو گئے تھے .
لیکن اصل بات تو یہ تھی کہ وہ اب تھک چکی تھی. وہ کب تک اس طرح زندگی گزارتی۔۔۔ ایک سائے سے خوفزدہ رہتی۔۔۔ کب تک ایک انجان شخص اسے زندگی کی جانب بڑھنے سے روکے رکھتا۔۔۔

یہ ایسے سوال تھے جن کا جواب وہ نہیں جانتی تھی۔۔۔اور شاید وہ مزید برداشت بھی نا کر پاتی۔

اسے خوف تھا کہ وہ ٹوٹ جائے گی۔۔۔۔وہ تبریز کے سامنے ٹوٹ جائے گی.

اور وہ اس ٹوٹی ہوئی رانی کے ساتھ کیا کرے گا یہ بات اسے خوفزدہ کر دیتی تھی .

--------

وہ تھکی سی یونیورسٹی پہنچی. اس کے چہرے پہ سالوں کی تھکاوٹ نمایاں ہوتی تھی.

جو پانچ سال اس نے گزارے وہ اب دھوکہ لگنے لگے تھے. اس کی غائب دماغی شجیر اور نور نے بھی محسوس کی تھی.

نور کو لگا کہ شاید وہ عاشہ کی غیر موجودگی کے سبب اکیلا محسوس کر رہی ہے.

جبھی شھیر نے اس کا موڈ ٹھیک کرنے کے لئے اسے اپنی جانب متوجہ کیا.

ویسے تو میں یہ بات ابھی نہیں کرنا چاہتا لیکن مجھے ایک ڈیکوریٹر کی اشد ضرورت ہے۔۔۔

ہاں تو ہمیں کیوں کہہ رہے ہو۔۔۔نور نے اچنبھے سے پوچھا.

تو تم لوگوں کو کیا مفت میں دوست رکھا ہے۔ آدھی سیٹنگ اس دن کر دہ اور باقی کی۔۔۔

وہ شکایتی انداز اپناتا کہنے لگا تو ھدیل ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ ٹکاتی اسے دیکھنے لگی.

کیا تم اتنے کام چور ہو۔۔۔اتنے دنوں سے کچھ کر ہی لیتے۔۔۔۔۔

جو مرضی کہتی پھرو لیکن جو نفاست لڑکیوں کی سجاوٹ سے آتی ہے وہ کہیں اور ممکن ہی نہیں.

اس کے یوں مکھن لگانے پہ ھدیل اور نور دونوں آنکھیں گھما گئیں.

باہر بارش ہونے لگی تھی تو یونی کا کئی سٹوڈنٹ واپس چلے گئے تھے جبکہ کچھ اکٹھے ہو کر کہیں سیر و تفریح لے لئے نکل چکے تھے .

باقی کلاسز اور ہالز میں دبکے بیٹھے تھے. گراؤنڈ ویران معلوم ہوتے تھے.

کہیں کوئی بارش سے لطف اندوز ہوتا دکھ جاتا لیکن اس تیز بارش میں کوئی ہی ایسی ہمت کرتا تھا.

وہ نور اور شھیر کی بحث قدرے نظر انداز کرتی کیفے کی کھڑکی سے باہر تکنے لگی .

برسوں پہلے ایک ایسی ہی بارش نے اس سے اس کے خواب چھین لئے تھے.

وہ جیسے پانچ سال پیچھے چلی گئی تھی .

رانی کھیل کو بدل دیتی ہے۔۔۔

یہی کہا تھا نا اس نے۔۔۔اور اس وقت وہ سمجھ نا پائی تھی.

شھیر اسے پھر سے غائب دماغ دیکھتا کسی کام کے سبب وہاں سے چل دیا اسے لائبریری جانا تھا.

نور اسے بازو سے پکڑ کر ہلانے لگی تو وہ حال میں واپس آئی.

میں سوپ لینے جا رہی ہوں تم پیو گی۔۔۔۔

اس کے سوال پہ ھدیل نے سر انکار میں ہلا دیا.

اسے ایسا نوسم برا لگتا تھا ہر بار کچھ غلط ہونے کا احساس ہوتا تھا.

نور کے جاتے ہی اس کا موبائل بجنے لگا تو وہ اسے بیگ سے نکالتی نمبر دیکھنے لگی۔

وہ کوئی انجان نمبر تھا .

ھدیل نے کال پک کی لیکن سگنل خراب ہونے کی وجہ سے وہ کٹ گئی یا شاید مقابل نے کاٹ دی تھی.

وہ موبائل ہاتھ میں پکڑے بیگ وہیں چھوڑتی کیفے سے باہر آ گئی کہ شاید وہاں سگنل ٹھیک سے آ جائیں.

موبائل ایک بار پھر بجنے لگا تو اس نے کال پک کر لی لیکن دوسری طرف جب خاموشی چھائی رہی تو احساس ہوا کہ یہ یقیناً تبریز ہے جو اب نئے نمبر سے رابطہ کر رہا ہے.

وہ واپس پلٹنے لگی جب اسی نمبر سے اسے ایم ایم ایس موصول ہونے لگے.

اس کی پیشانی پہ بل نمودار ہونے لگے وہ ان میسجز کو چیک کرنے لگی تو اس کے ہاتھ شدت سے کانپنے لگے.

کیوں آخر کیوں۔۔۔۔۔

اسے لگا کہ جیسے سب کی نظریں اسی پر ہیں۔۔۔۔یا کوئی ان تصاویر کو دیکھ لے گا.

ایک کے بعد ایک تصویر سب اس کی ذات کو بکھیرتی ہوئیں.

اپنے کمرے میں.۔۔۔۔ کھاتی ہوئی۔۔۔۔کچھ کام کرتی ہوئی لباس بدلتی ہوئی.

ہر طرح کی تصویر تھی. وہ کانپتے ہاتھوں سے انہیں ڈیلیٹ کرتی جلدی جلدی قدم اٹھاتی بارش کے نیچے آ کھڑی ہوئی.

کچھ ہی دیر میں اس کا موبائل پانیسے بھیگ چکا تھا اور وہ بند ہو گیا.

وہ چلتی ہوئی کب کیفے سے دور نکل آئی اسے احساس بھی نا ہوا .

ھدیل اپنے بال نوچتی چلانے لگی اور پھل موبائل قریب موجود درخت پہ دے مارا .

وہ ٹکڑے ہوتا بارش کے پانی میں گر گیا.

نہیں نہیں۔۔۔۔پھر سے نہیں۔۔۔۔

اس نے اسے توڑ دیا تھا۔۔۔۔برباد کر دیا تھا۔۔۔۔کیا اب وہ خوش تھا۔۔۔

وہ گھٹنوں کے بل وہیں گرتی دھاڑیں مارتی رونے لگی .

بارش اور سردی سے اس کا وجود نیلا پڑنے لگا لیکن اس کی پرواہ کسے تھی.

وہ گھٹنوں کے بل چلتی موبائل تک آئی اور کانپتے ہاتھوں سے اس کے حصے مٹی سے گندے پانی سے نکالنے لگی.

شمس موبائل بند کرتا اپنے آفس سے نکلا تھا. ایک ہاتھ میں چھتری تھامے پارلنگ کی جانب بڑھ رہا تھا.

سٹوڈنٹ کم ہونے کی وجہ سے وہ لیکچر کینسل کر چکا تھا.

کسی کی دردناک چیک نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا تھا.

وہ قریب بڑھا تو ھدیل گھٹنوں کے بل گری رو رہی تھی.

اسے پہلی بار خود سے نفرت ہوئی تھی۔۔۔ کیا اس نے کیا تھا یہ سب۔۔۔۔ کیا وہ اتنا آگے بڑھ چکا تھا۔۔۔۔ اپنے جنون میں کہ اس نے ھدیل کو یوں توڑ دیا.

ہوا کا جھونکا اس کے کمزور پڑتے ہاتھ سے چھتری اڑاتا لے گیا.

شھیر پارکنگ کے پاس کھڑا اسے روتے ہوئے دیکھ رہا تھا.

وہ بھیگتا ہوا اس کے قریب پہنچا.

شھیر۔۔۔۔ تمہاری دوست رو رہی ہے۔۔۔۔ جاؤ اس کی مدد کرو.

لیکن وہ غائبدماغی سے وہاں کھڑا ایک ٹک ھدیل کو دیکھتے جارہا تھا

شھیر۔۔۔۔۔

شمس نے اسے بلند آواز سے پکارا لیکن اس کے منجمد وجود میں کوئی حرکت ناہوئی.

شمس اسے وہیں چھوڑتا ھدیل کی جانب بڑھا .

ھدیل کے سامنے زانوں بل بیٹھتا اسے ہلانے لگا۔

ھدیل کیا ہوا ہے۔۔۔۔۔

لیکن اس کی حالت غیر ہونے لگی تھی. وہ اس کی سردی سے سست پڑتے وجود کو دیکھتا خود کو کوسنے لگا.

ھدیل میری طرف دیکھو۔۔۔۔

وہ اسے حواس میں لانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن وہ ہاتھوں میں پکڑے موبائل کو دیکھتی جارہی تھی.

شمس نے ادھر ادھر مدد کے لئے نظریں دوڑائیں .

ھدیل کے دانت کٹکٹانے لگے تھے اور ہاتھ برف کی مانند ہوچکے تھے.

شمس نے اسے اپنی بازوؤں میں اٹھایا اور شھیر کے قریب سے گزرتا ہوا اپنی کار تک لے گیا.

وہ جب تک اسے لے کر کار میں پہنچا ھدیل بیہوش ہو چکی تھی .

اس کی سیٹ بیلٹ باندھتے ہی شمس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور ہیٹر چلا دیا.

اس کی کار زناٹے بھرتے ھدیل کو وہاں سے لے کر نکلی تھی.

شہیر وہیں کھڑا اسے دیکھ رہا تھا. اس کا وجود حرکت نہیں کر پا رہا تھا.

وہ وہیں کھڑا اسے روتے دیکھ رہا تھا جب شمس وہاں آیا.

وہ تب بھی حرکت نہیں کر پایا اور پھر وہ ھدیل کو اپنی بانہوں میں بھرتا وہاں سے لے گیا اور وہ تب بھی وہیں کھڑا ان دونوں کو خود سے دور جاتے دیکھتا رہا.

ایک اس کا بھائی تھا اور دوسری اس کی دوست۔۔۔۔۔ ایسا کیسے ہو سکتا تھا.

وہ دونوں اس کے تھے۔۔۔۔ تو وہ ایسے کیسے کر سکتے تھے۔۔۔۔ وہ دونوں شہیر کے تھے۔۔۔۔ ان پہ صرف اسکا حق تھا.

---------

وہ جیسے ہی اسے لئے اپنے گھر پہنچا اپنی ملازمہ کو آوازیں لگانے لگا .

کچن میں موجود نائلہ شمس کی آوز سنتے ہی وہاں آئی.

اسے بیڈ پہ لٹاتی انجان لڑکی دیکھ وہ چونکی تو ضرور لیکن خاموش رہی.

اپنے ملازم کو وہ پہلے ہی ہیٹر لانے کا کہہ چکا تھا.

نائلہ ۔۔۔۔ اپنے کپڑے لاؤ اور اس کا لباس تبدیل کرو .

وہ بیہوش ھدیل کے ہاتھ اور پاؤں رگڑتے ہوئے کہنے لگا. وہ خود ارش سے بھیگا ہوا تھا .

جاؤ۔۔۔۔۔۔

جب نائلہ حیرانگی کے باعث وہاں سے نا جا پائی تو تبریز دھاڑا تھا.

وہ ھدیل کا ہاتھ رگڑتا اس کے چہرے سے بال ہٹانے لگا جو گیلے ہو جر چپک چکے تھے.

ایک بار پہلے بھی ایسی ہی بارش میں اپنی بیوقفی کے سبب اس سے کچھ بہت اہم ھین چکا تھا لیکن اب اسے خوف تھا کہ وہ اس سے نا چھین لی جائے.

خوف ۔۔۔ خوف ۔۔۔۔۔ برسوں بعد اس نے خوف کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سرایت کرتا پایا تھا .

اس کا سانس پھولنے لگا تو ھدیل کا چہرہ دونوں ہاتھوں سے تھام لیا.

ایم سوری ایم سو سوری ۔۔۔۔۔

آج اسے اپنی ہر حرکت بیوقوفی محسوس ہو رہی تھی .

پروجیکٹ کی خاطر اس کی ذات سے کھیلنا پھر کورٹ میں اس پہ الزام لگانا ۔۔۔۔۔ بدلے کی نیت

سے واپس آنا۔۔۔۔۔ پھر اسے دیکھتے ہی اپنی نیت بدل لینا۔۔۔۔ اور اب اس کی محبت میں گرفتار ہو جانا.

لیکن اس سب میں ہمیشہ ہی ھدیل کو تکلیف دی تھی اس نے .

اوہ میرے خدایا۔۔۔۔ مجھے معاف کر دے۔۔۔۔

وہ اس کے لئے دعا کرنے لگا جب اس کا ملازم سٹور سے ہیٹر نکال لایا.

شمس ھدیل سے دور ہوا اور بیڈ کے قریب ہی ہیٹر رکھوا دیا .

کچھ ہی دیر میں نائلہ کپڑے لے کر آ گئی تو وہ دونوں دروازہ بند کرتے باہر چلے گئے۔

اس دوران شمس اپنے کمرے میں گیا اور اپنا لباس تبدیل کرنے لگا. بارش کی وجہ سے نکلی جلد چہرے سے اکھڑنے لگی تھی .

وہ اسے ڈسٹ بن میں پھینکتا نئی جلد ڈھونڈنے لگا .

--------

وہ جب تک واپس آیا ڈاکٹر اس کا چیک اپ کر رہا تھا .

ادھر ھدیل بخار میں جھلس رہی تھی اور ادھر شمس اسے اس حالت میں دیکھ کر.

ڈاکٹر اس کا مکمل چیک اپ کر تا دوائیاں لکھ کر دے گیا .

شمس اس کے قریب بیٹھا بار بار پیشانی کو چھوتا اور کبھی اس کی سستی کا شکار نبض چیک کر تا.

وہ لگاتار دو گھنٹہ سے کبھی کمرے میں ادھر سے ادھر چہل قدمی کر تا تو کبھی اس کے قریب آ بیٹھتا.

اس نے کب سوچا تھا کہ وہ حدیل کو اس مقام پر لے آئے گا .

کیا وہ اسے کبھی تبریز کے علاوہ کسی اور نگاہ سے دیکھ پائے گی۔۔۔۔۔۔

کیا وہ کبھی اس کے دل میں وہ جذبات پیدا کر پائے گا جو وہ اس کے لئے محسوس کر تا تھا .

وہ جب بھی یہ سوچتا اس کا دل و دماغ ایک ہی جواب دیتا .

نہیں۔۔۔۔ہبھی بھی نہیں۔۔۔۔

یہ سوچ ہی اب اس کے لئے جان لیوا تھی .

شاید۔۔۔۔شاید تبریز نہیں۔۔۔۔لیکن شمس۔۔۔۔۔وہ تو اس کے دل میں جذبات پیدا کر سکتا ہے۔۔۔۔۔

یقینا۔۔۔وہ ایسا کر سکتا ہے۔۔۔۔وہ حدیل کے چہرے کے نشیب و فراز میں کھونے لگا تھا.

تبریز کے مرنے کا وقت آ چکا تھا۔۔۔اس کے خاتمے سے ہی ھدیل اور وہ نئی شروعات کر سکتے تھے .

------

پہلی چیز جو اس نے محسوس کی وہ سر میں اٹھتی تکلیف تھی. وہ بہت مشکل سے اپنی سوزش کا شکار آنکھیں کھولنے کی کوشش کرنے لگی.

شمس صوفے پہ آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا جب کسی احساس کے تحت اس نے آنکھیں کھولیں .
ھدیل کے وجود میں ہلکی سی جنبش دیکھ وہ تیزی سے اس کی جانب بڑھا .
وہ اپنی آنکھیں کھولنے کی کوشش کر رہی تھی.

نائلہ۔۔۔ھدیل کے لئے کچھ لے کر آؤ۔۔۔

وہ دروازہ کھولتا ہال میں موجود نائلہ کو دھیمی آواز سے کہتا پھر واپس آ گیا۔

آخر وہ اپنی آنکھیں کھولنے میں کامیاب رہی تھی. روشنی کی شدت سے درد کی ایک شدید لہر اس کے سر میں اٹھی تھی.

ھدیل۔۔۔ھدیل۔۔۔شکر ہے کہ تمہیں ہوش آئی۔۔۔
شمس اس کی جانب بڑھا اور بیڈ پر بیٹھ کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا.

وہ اپنے سامنے کسی کا دھندھلا عکس دیکھ سکتی تھی. کوئی اسے پکار رہا تھا لیکن سب کچھ آپس میں الجھ رہا تھا.

شمس اس کا ہاتھ بے خودی سے اپنے لبوں کی جانب بڑھانے لگا جب ھدیل اسے پہچاننے لگی.

پروفیسر۔۔۔اس نے بمشکل اپنے خشک ہونٹوں سے ادا کیا تو شمس وہیں رک گیا.

یہ وہ کیا کر رہا تھا۔۔۔وہ ھدیل کے لئے اس کا پروفیسر تھا۔۔۔اور وہ یہ کیا کر رہا تھا .

اس نے ھدیل کا ہاتھ نرمی سے بیڈ پر ٹکایا اور اس سے کچھ فاصلہ اختیار کیا.

مس ھدیل۔۔۔اب آپ کیسی ہیں۔۔۔

وہ جواب دیتی اس سے پہلے نائلہ اس کے لئے سوپ لاتی کمرے میں داخل ہوئی.

وہ سائیڈ ٹیبل پہ ڈش رکھتی اسے سہارا دے کر بٹھانے لگی.

ھدیل آنکھیں بند کرتی انہیں پھر سے کھولنے لگی. اب وہ پہلے سے بہتر دیکھ پا رہی تھی لیکن سر ابھی بھی درد سے پھٹا جا رہا تھا.

وہ ایک دم سردی سے کانپنے لگی تو شمس اس پہ کمبل درست کرنے لگا۔

وہ آنکھیں پھیلائے اپنے اطراف کا جائزہ لینے لگی یہ جگہ اس کے لئے انجان تھی.

اس نے نظریں پھر سے سامنے کھڑے شمس اور کچھ فاصلہ پہ موجود ایک خاتون پی ٹکالیں.

شمس کے اشارے سے وہ وہاں سے چلتی بنی تو وہ دونوں پھر سے وہاں اکیلے رہ گئے.

مجھے آپ پارکنگ کے قریب بارش میں بیہوش ملیں تو میں آپ کو اپنے گھر لے آیا۔۔۔

وہ لہجہ کو قدرے نارمل بناتا کہنے لگا .

ھدیل اپنے ذہن پہ زور دینے لگی تو وہ تصاویر پھر سے اس کے ذہن میں گھوم گئیں.

وہ اپنی ٹانگیں سکیڑتی ان پہ پیشانی ٹکا گئی .

اسے مر جانا چاہیئے تھا۔۔۔وہ ابھی تک زندہ کیوں تھی .

اس شخص نے یہ زندگی ھدیل کے لئے اجیرن کر دی تھی.

اسے خاموش دیکھ کر شمس کو اپنی سانسیں رکتی محسوس ہوئیں .

وہ حلق تر کرتا اس سے مخاطب ہوا.

آپ آرام کرو میں کچھ دیر میں آؤں گا۔۔

مجھے واپس جانا ہے۔۔۔ہوسٹل۔۔۔

وہ سر ویسے ہی گھٹنوں پہ ٹکائے کہنے لگی تو شمس اپنی مٹھیاں بھینچ گیا وہ ایسی حالت میں اسے اکیلے اس جگہ نہیں رہنے دیتا.

آپ آرام کریں مس ھدیل۔۔۔بارش جیسے ہی رکے گی میں آپ کو واپس چھوڑ آؤں گا۔۔۔

اس بار وہ لہجے میں سختی لاتے کہنے لگا تو ھدیل بے اختیار رو دی.

اسے تو لگا تھا اب یہ خشک ہو چکے ہوں گے.

شمس دروازے سے واپس پلٹا اور سوپ کا پیالا اٹھاتا چمچ بھر کر اس کے قریب کرنے لگا.

ھدیل۔۔۔سوپ پی لیں کچھ بہتر محسوس کریں گی.

وہ سر اٹھاتی اسے نم نظروں سے تکنے لگی اور پھر اس کا اپنی جانب بڑھتا ہاتھ دیکھ ان نظروں میں ایک سوال در آیا.

شمس چمچ واپس رکھتا پیالا اس کے ہاتھوں میں تھماتا صالوفے پہ جا بیٹھا۔

یہ وہ کیا کر رہا تھا اسے خود پہ قابو رکھنے کی ضرورت تھی.

وہ آنسو پیتی اپنے سامنے موجود گرم سوپ کو دیکھنے لگی اور پھر اسے چمچ سے ہلانے لگی.

وہ صوفے پہ بیٹھا اسے دیکھتے ہوئے اپنی ہتھیلیاں رگڑنے لگا۔

ھدیل سوپ واپس رکھتی یک دم کھڑی ہو گئی مجھے یہاں گھٹن ہو رہی ہے۔۔۔اس کا سانس بھی یکدم اکھڑنے لگا تھا.

وہ دروازہ ایک جھٹکے سے کھولتی باہر ہال میں بھاگ گئی اور اونچی اونچی سانس لینے لگی.

شمس پریشانی سے اس کے تعاقب میں آیا تھا .

ھدیل تم ٹھیک ہو۔۔۔۔ گہرہ سانس لو۔۔۔۔ آرام سے۔۔۔۔

وہ اسے بے آواز روتا دیکھ کر کہنے لگا .

وہ سردی سے دوبارہ کانپنے لگی تھی جب شمس کو کچھ سمجھ نا آیا تو وہ کمرے سے کمبل لاتا اس کے گرد لپیٹ کر ھدیل کو خود می بھینچ گیا.

وہ اسے سختی سے خود میں سمیٹے کھڑا تھا.

کچھ سال قبل ایسے ہی اس نے اسے چادر اوڑھائی تھی لیکن تب نتائج کچھ اور نکلے تھے.

ھدیل کا سانس بحال ہونے لگا تو خود کو شمس کے حصار میں پا کر شرمندہ ہو گئی .

وہ خود کو ڈپٹتی ہوئی اس سے دور ہوئی اور رخ پلٹ کر کھڑی ہوئی.

شرمندگی سے وہ اس کی جانب چہرہ بھی نا کر پائی.

میں تمہارے لئے کچھ لاتا ہوں۔۔۔۔

شمس نے اسے اس وقت اکیلا چھوڑنا ہی مناسب سمجھا .

اس کے جاتے ہی ھدیل اپنے اطراف کا جائزہ لینے لگی.

محدود فرنیچر کے علاوہ وہاں کچھ بھی نہیں تھا .

دیوار پہ عجیب و غریب قسم کی پینٹنگز چسپاں تھیں لیکن جس چیز نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا وہ شطرنج کی پینٹنگ تھی .

اسے لگا جیسے وہ پانچ سال پہلے کہیں پہنچ گئی ہو لیکن پھر سر جھٹکنے لگی .

ان تصاویر اور اس تصویر میں ایک فرق تھا .

ان میں اکیلی رانی فاتح تھی لیکن اس تصویر میں رانی اور راجہ دونوں فاتح تھے .

رانی کھیل کو بدل دیتی ہے ۔۔۔ وہ کچھ سوچتے ہوئے یہ الفاظ دہرانے لگی .

شمس کے میز پہ کافی رکھنے کی آواز پہ وہ اپنے خیالات سے نکلی تھی .

سر ۔۔۔ کیا آپ کو شطرنج پسند ہے ۔۔۔

وہ اس تصویر کے بارے میں جاننا چاہتی تھی .

وہ اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا اور اس تصویر کو دیکھنے لگا .

ہاں مجھے پسند ہے ۔۔۔

یہ تصویر آپ نے کیوں لگائی ۔۔۔

وہ اس کی سرد آنکھوں میں دیکھتی پوچھنے لگی .
کیونکہ رانی اپنے راجہ کے بغیر فتح یاب نہیں ہو سکتی.

وہ مسکرا کر کہتا پلٹ گیا. تو ھدیل پیشانی پہ بل ڈالے صوفے پہ جا بیٹھی.

بخار سے اس کے سارے بدن میں تکلیف ہو رہی تھی جسے وہ مسلسل نظر انداز کئے تھی.

کیا وہ کھیل بدل سکتی تھی. وہ کپ سے اڑتی بھاپ دیکھتے ہوئے سوچ سکتی تھی.

کیا وہ ابھی بھی کھیل کا پاسا پلٹ سکتی تھی .
تبریز کی آواز ایک دم اس کے ذہن میں گونجی تھی.

اگر یہ کھیل نا رہا ہو تو۔۔۔۔۔۔

اگر یہ کھیل نہیں تھا تو کیا تھا۔۔۔

اگر آپ کسی شخص کے باعث پریشان ہوں تو کیا کریں گے۔۔۔۔
وہ شمس سے پوچھنے لگی جو اسے ہی دیکھ رہا تھا.

تو یہ جانو کہ وہ پیادہ ہے یا راجہ۔

میں کچھ سمجھی نہیں۔۔۔۔

اس کی کمزوری ڈھونڈو۔۔۔۔ اسے استعمال کرو۔۔۔۔ اس سے پہلے کہ وہ اسے اپنی طاقت میں

بدل لے۔۔۔۔۔

لیکن اس کی کمزور کیا ہے۔۔۔۔اس میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئیے۔

بارش رک چکی ہے۔۔۔۔ چلیں میں آپ کو ہوسٹل چھوڑ آؤں۔۔۔

وہ مزید کچھ کہتی اس سے پہلے شمس کھڑا ہو گیا .

نائلہ اس کے دھلے ہوئے کپڑے لے آئی تو اسے تب سے پہلی بار احساس ہوا کہ وہ کسی انجان کے لباس میں ہے.

وہ شرمندگی اور تشکر سے اسے دیکھنے لگی اور پھر شمس کے ساتھ چل دی .

\-\-\-\-\-\-\-\-

ہوسٹل تک کا سفر ان دونوں نے خاموشی سے تہہ کیا تھا. وہ اس کی باتوں کی وضاحت چاہتی تھی لیکن چاہ کر وہ خاموشی توڑ نا پائی.

کار سے اترتے ہوئے شمس نے اسے اس کا ٹوٹا ہوا موبائل اور ڈاکٹر کے مشورے سے منگوائی ادویات تھمائی تھیں .

\-\-\-\-\-\-\-\-

وہ واپس آتے ہی سو گئی اور اگلے روز دوپہر کے وقت اس کی آنکھ کھلی .

یونیورسٹی سے تو وہ پہلے ہی لیٹ ہو چکی تھی اور اب اس کا کوئی ارادہ بھی نہیں تھا. ویسے بھی یہ آخری بات تھی جو اس کے ذہن پہ سوار ہوتی.

ھدیل لہراتی ہوئی واشروم تک گئی اور پھر فریش ہو کر واپس آگئی. بیڈ پہ تکیہ کے ساتھ رکھی دوائی اٹھائی اور ایسے ہی نگل گئی.

ٹیک لگا کر وہ اپنی اب تک کی زندگی پہ نظر ثانی کرنے لگی.

اتنا تو وہ جان چکی تھی کہ تبریز با آسانی اس کے کمرے میں آسکتا ہے۔۔۔
یہ بھی جانتی تھی کہ وہ دروازے کا استعمال کرتا ہے کھڑکی کا نہیں.

کچھ سوچتے ہوئے وہ کھڑکی تک گئی اور وہاں کھڑی ہو کر اچھے سے ہر سمت دیکھنے لگی.

وہ دوسری منزل پہ تھی. اور دوسری بلڈنگز میں کافی فرق تھا. کوئی کھڑکی کے ذریعے اتنی صاف تصاویر کیسے لے سکتا ہے۔۔۔

وہ جتنا سوچتی اتنا ہی جھنجھلا جاتی.

ھدیل پلٹ کر کھڑکی سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی اور دیوار کو گھورنے لگی. سامنے ہی اس کی اور عکاشہ کی تصویر لٹک رہی تھی.

جس میں وہ دونوں سیاہ ٹوپیاں پہنے ہاتھ میں ڈگری تھامے کیمرے کو دیکھتی مسکرا رہی تھیں.

اچانک اس کے دماغ میں جھماکا ہوا تھا. وہ تصاویر کھڑکی سے نہیں لی گئیں. کیونکہ اگر لی گئی ہوتیں تو اس میں یہ دیوار دکھائی دیتی جس پہ ان کی تصویر تھی۔

وہ موبائل کی جانب بڑھی اور اس میں بیٹری لگا کر چیک کرنے لگی لیکن وہ اون نہیں ہوا. ھدیل نے اسے چارجنگ پہ لگایا اقران تصاویر کی چھوٹی سے چھوٹی ڈیٹیل بھی یاد کرنے لگی.

بیڈ۔۔۔ان تصاویر میں وہ آدھا بیڈ دیکھ سکتی تھی جس پہ ٹیڈی بیئر موجود تھا.

حارث نے عکاشہ کو پچھلی برتھ ڈے پہ وہ گفٹ کیا تھا. وہ اندازہ لگاتی اس کی مخالف سمت میں دیکھنے لگی.

لیکن وہاں تو اس کا اپنا بیڈ اور اس کے پیچھے دیوار تھی جس پہ سوئچ بورڈ اور بلب لگا تھا.

وہاں سے کوئی اس کی تصاویر کیسے لے سکتا تھا۔۔۔لیکن کسی سوچ کہ تحت وہ اپنے بیڈ پہ پھلانگتی بلب کے آس پاس چیک کرنے لگی.

شاید تبریز نے وہاں کوئی کیمرہ لگایا ہو۔۔۔لیکن وہاں ایسا کچھ نا تھا.

وہ بیڈ کے چاروں طرف اور اس کی نیچے بھی چیک کرنے لگی۔۔۔حتی کہ اس نے پورا کمرہ چھان مارا لیکن ایسی کوئی چیز دریافت نا کر پائی جس سے کچھ معلوم ہو کہ اس کی تصاویر کیسے لی گئیں.

شاید وہ کیمری اتار لیا گیا ہو۔۔۔ہاں یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ اس کی غیر موجودگی میں یا سوتے ہوئے۔۔۔۔۔

اس کے علاوہ اور کوئی وضاحت نہیں تھی.

کچھ سوچ کر اس نے اپنا لیپ ٹاپ اٹھایا اور میں ہیڈن کیمرہ کے بارے میں سرچ کرنے لگی.

لیکن اسے کوئی خاطر خواہ جواب نا ملا .

وہ جو بھی کر لیتی لیکن ہمیشہ زیرو پہ ہی پھنس جاتی تھی .

تھک کر اس نے تکیہ سے ٹیک لگائی اور آنکھیں بند کر لیں.

موبائل چیک کیا پر وہ خراب ہو چکا تھا. اسے نئے موبائل کی ضرورت تھی.

یہ سب سوچتے ہوئے وہ اس جانب گھوری جا رہی تھی جہاں اس کی تصاویر لی گئی تھیں .

اس بند کمرہ میں کیسے آخر کیسے۔۔۔۔

اس کا سر پھر سے دکھنے لگا تھا لیکن ایک سوچ کے آتے ہی وہ سیدھی ہو بیٹھی.

اپنا لیپ ٹاپ کا رخ ہلکا سا گھمایا اور پھر اس کا بیک کیمرہ آن کیا .

کمرے کی وہ سائیڈ صاف دکھائی دے رہی تھی جہاں اس کی تصاویر لی گئیں.

شٹ۔۔۔شٹ۔۔۔۔شٹ۔۔۔۔۔۔۔

اس کا لیپ ٹاپ۔۔۔۔وہ اکثر کام کرتی جلدی میں جب اکیلی ہوتی تو کمرہ میں لباس بدل لیتی تھی اور لیپ ٹاپ کھلا ہوتا تھا.

شٹ۔۔۔۔۔وہ سب تصاویر اس کے لیپ ٹاپ سے لی گئی تھیں.

جیسے ہی اسے یہ احساس ہوا وہ اپنے بال نوچنے لگی. فوراً عکاشہ کی سٹیشنری کی جانب بڑھی اور اس میں سے ٹیپ نکال کر لے آئی.

وہ جو کوئی بھی تھا مزید اس کا فائدہ نہیں اٹھا سکتا. اس نے لیپ ٹاپ کے فرنٹ اور بیک دونوں کیمرہ پہ ٹیپ لگا دی .

--------

وہ یہ جان کر دیوانہ وار ہنسنے لگی یہاں تک کہ اس کی آنکھوں میں پانی آنے لگا.

اس آئی۔ٹی والے لڑکے کی باتیں اس کے دماغ میں گھومنے لگیں.

سوفٹ ویئر۔۔۔۔ہیک۔۔۔۔سٹالک۔۔۔۔

کم از کم وہ اب سمجھ پا رہی تھی کہ وہ کیا ذریعہ استعمال کر تا رہا ہے .

-----

ساری رات وہ ٹھیک سے سو نہیں پائی اور اگلے دن لیپ ٹاپ اٹھاتی یونی کے لئے روانہ ہو گئی.

یار تم کہاں غائب تھی پرسوں اچانک غائب ہو گئی۔۔۔بیگ بھی یہیں چھوڑ گئی۔۔۔

نور اسے کلاس میں داخل ہوتے دیکھ ہی تپے ہوئے لہجے میں بولنے لگی.

میری طبیعت کچھ خراب ہو رہی تھی اس لئے چلی گئی .

اتنی کونسی ایمرجنسی تھی جو بیگ بھی یہی چھوڑ گئی.

میں تمہیں کال کر کر کے تھک گئی لیکن موبائل بھی بند تھا.

ہاں وہ خراب ہو گیا ہے۔۔۔۔مجھ سے گر گیا تھا۔۔۔

ھدیل نے جھوٹ سے کام لیا۔۔۔

بخار کی وجہ سے ابھی بھی اس کا رنگ زرد تھا. نور نے اسے مزید کچھ کہنا مناسب نا جانا.

ٹھیک ہے۔۔۔تمہارا بیگ میرے گھر ہے۔۔۔۔آج شام ہم شھیر کے اپارٹمنٹ مل رہے ہیں نا تو میں وہاں لے آؤں گی۔۔۔

شھیر کے اپارٹمنٹ۔۔۔۔کیوں۔۔۔۔

وہ پیشانی پہ بل سجائے پوچھنے لگی. لگتا ہے تم بھول گئی۔۔۔اانے کہا تھا نا کہ کچھ سامان سیٹ کرنا ہے۔۔۔۔

اوہ ہاں میں تو بھول ہی گئی تھی۔۔۔

اور پلیز انکار مت کرنا۔۔مجھے پتا ہے کہ تم بیمار ہو لیکن تم بس وہاں آجانا سب کام میں دیکھ لوں گی پلیز۔۔۔۔

وہ شھیر کو شدت ست چاہتی تھی اور اس طرح اس کے قریب آنے کا موقع ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی.

ھدیل محض مسکرا دی اور اثبات می سر ہلا دیا.

کچھ ہی دیر میں لیکچر سٹارٹ ہونے لگا تو شھیر بھی نمودار ہوتا دکھائی دیا .
وہ ان دونوں کو دیکھ ان کی جانب بڑھنے لگا اور پھر ان سے پچھلی سیٹ پہ بیٹھ گیا .

________

وہ اپنی لیکچر کے نکل رہا تھا جب ھدیل کو آئی۔ٹی ڈپارٹمنٹ کی جانب بڑھتے ہوئے دیکھا.

ہاتھ میں لیپ ٹاپ تھامے وہ ہر چیز سے بے نیاز دکھائی دیتی تھی.

شمس گھڑی پہ ٹائم دیکھتا اسے دیکھنے لگا یہ اس وقت کہاں روانہ تھی اور آئی۔ٹی میں اس کا کیا کام.

وہ اس سے کافی فاصلہ رکھے ھدیل کا پیچھا کرنے لگا.

وہ آئی۔ٹی ڈیپارٹمنٹ میں اپنا لیپ ٹاپ چیک کروانا چاہتی تھی. اس کے سامنے موجود گراونڈ سے گزری جب کسی نے اس کا نام پکارتے ہوئے اپنی جانب متوجہ کیا.

ھدیل۔۔۔۔

عفان ہاتھ لہراتا اس کی جانب بڑھ رہا تھا .

وہ چہرے پہ مسکراہٹ سجائے اس کے سامنے آ گیا.

آپ یہاں آئی۔ٹی ڈیپارٹمنٹ میں خیر تو ہے نا۔۔۔

وہ میں آپ کو ہی ڈھونڈ رہی تھی .

ان سے کچھ فاصلہ پہ اس کے موجود بھی موجود تھے.

ھدیل کی بات پہ وہ دلکشی سے نسکرانے لگا تو ھدیل جلدی سے اپنا مقصد واضح کرنے لگی.

میرا لیپ ٹاپ کچھ مسئلہ کر رہا ہے۔۔۔ اور مجھے اسے چیک کروانا ہے.

وہ ایک طرف پکڑا موبائل اس کے سامنے کرتی کہنے لگی .

اوہ۔۔۔ دکھاؤ میں چیک کر لیتا ہوں۔۔۔

وہ ہاتھ آگے بڑھاتا کینے لگا تو ھدیل نے وہ لیپ ٹاپ اسے تھما دیا.

وہ وہیں گراونڈ میں بیٹھ گیا تو ھدیل بھی کچھ فاصلہ پہ بیٹھ گئ.

عفان لیپٹاپ کا سسٹم چیک کرنے لگا جب اچانک بولا.

اس میں وائرس ہے کافی زیادہ۔۔۔ کیا تم نے کوئی لنک اوپن کیا تھا۔۔۔

ھدیل اپنے ذہن پی زور ڈالتی سوچنے لگی .

کچھ مہینے قبل مجھے ایک ای۔ میل آئی تھی اس میں لنک تھا میں نے سوچا کوئی ورک ریلیٹڈ ہو گا۔۔۔

غلط کیا ھدیل۔۔۔ ایسے لنک بہت خطرناک ہوتے ہیں کوئی بھی لنک ایسے ہی اوپن نہیں کرتے اور نا ہی کوئی ایپلیکیشن ڈاؤنلوڈ کرتے ہیں.

کیا میرا لیپ ٹاپ ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔

وہ اس کی بات پہ سر ہلاتی کہنے لگی.

وہ لیپ ٹاپ بند کرتے ہوئے ھدیل سے مخاطب ہوا.

اس میں کچھ وقت لگے گا آپ کسی بھی شاپ سے ٹھیک کروا سکتی ہو یا پھر میں فری ٹائم میں کر دوں گا اور آپ آف ٹائم تک اسے لے جانا۔۔۔

ھدیل کو کسی شاپ کو ڈھونڈ کر لیپ ٹاپ ٹھیک کروانے سے یہ طریقہ زیادہ بہتر لگا اس لئے حامی بھر لی.

مجھے خوشی ہے کہ آپ نے مجھ سے ہیلپ لی۔۔۔

ھدیل اس کے لہجہ پہ گڑبڑا گئی تو الوداعیہ کلمات ادا کرتی اٹھ گئی .

-------

وہ پھر سے اس کے ساتھ تھی۔۔۔۔۔

کیا اسے تکلیف پہنچا کر ھدیل کو اچھا لگتا تھا۔۔۔۔۔

یقیناً اچھا لگتا تھا۔۔۔۔ شمس مسکراتے ہوئے سوچنے لگا۔۔۔۔ لیکن وہ مسکراہٹ زہر خندہ تھی.

اگر وہ اس رح کی حرکات کرنے کا ارادہ رکھتی تھی تو اسے بھی شمس سے تبریز بننے میں کوئی قباحت نہ تھی .

-------

وہ واپس اپنے ڈپارٹمنٹ میں آتی سکون سے لیکچر کے لئے بڑھ گئی .

کلینکل سائیکالوجی کا لیکچر ہونے لگا لیکن اس کا دھیان کہیں اور ہی تھا.

ایسے حالات میں اس کے لئے لیکچر سمجھنا مشکل ہو چکا تھا۔

شھیر کو وہ پریشان سی لگی تو وہ نور اور ھدیل کو اپنا پلان بتانے لگا

ایسا کرتے ہیں کہ پہلے لنچ کرنے جاتے ہیں اور پھر میرے اپارٹمنٹ کا کام نمٹانے جائیں گے کیا کہتی ہو تم دونوں۔۔۔۔۔

آئیڈیا تو اچھا ہے۔۔۔نور نے فوراحامی بھری تھی لیکن شھیر ھدیل کے جاب کا منتظر تھا.

تم دونوں جاؤ۔۔۔میری طبیعت ویسے بھی کچھ خاص نہیں۔۔۔۔

اگر تم نہیں جاؤ گی تو پروگرام کینسل۔۔۔۔شھیر نے صاف کہا تو نور ھدیل کی جانب رخ کرتی بیٹھ گئی .

اسے تو ہر اس موقع کی تلاش رہتی تھی جو وہ شھیر کے ساتھ گزار سکے.

چلو نا یار۔۔۔گھومو پھرو گی تو اچھا لگے گا تمہیں۔۔۔۔وہ ھدیل جو منانے لگی لیکن اس کا دل بوجھل سا تھا.

گھبراؤ نہیں لنچ میری طرف سے ہو گا۔۔۔۔شھیر نے جیسے اسے لالچ سا دیا اور وہ متبسم سی اسے دیکھنے لگی.

کوئی بات نہیں تم دونوں چلے جانا۔۔میں شام تک تمہارے اپارٹمنٹ آ جاؤں گی۔۔۔

اس نے اپنی رف سے حل نکالا تھا لیکن شھیر نے لنچ کروانے سے صاف انکار کر دیا تو نور منہ پھلا کر بیٹھ گئی.

وہ ھدیل کو ایک ایسی بلی کی مانند لگتی تھی جو اپنے مالک کی توجہ چاہتی ہو.

اگر عکاشہ ہوتی تو تم ضرور جاتی۔۔۔۔ میں تو صرف نام کی دوست ہوں۔۔۔۔ وہ ناراض ہوتی وہاں سے اٹھ گئی تو ھدیل نے اسے بازو سے تھام لیا.

اچھا نا یار چلیں گے خفا کیوں ہوتی ہو۔۔۔۔

وہ اس کی ضد کے سامنے ہار گئی تو نور خوشی سے واپس بیٹھ گئی .

-------

پروفیسر شمس کا لیکچر ختم ہوتے ہی وہ ان کے آفس کی جانب بڑھنے لگی .

شھیر اور نور اپنی اگلی کلاس کے لئے جا چکے تھے اور اس وقت فارغ تھی.

اس کا ارادہ ان کا شکریہ ادا کرے کا تھا. انہوں نے اس دن ھدیل کی کافی مدد کی تھی.

وہ جیڈے جیسے ان کے آفس کی جانب قدم بڑھاتی ھدیل کے رخسار گلابی پڑتے جاتے.

جس طرح انہوں نے اسے کمبل اوڑھا کر اپنے قریب کیا وہ سب انہیں دیکھتے ہی ذہن میں گردش کرنے لگا تھا .

وہ ان کے دروازے کے باہر کھڑی اس الجھن کا شکار تھی کہ اسے ان کے آفس جانا چاہئیے یا نہیں.

اسی پریشانی میں وہ اپنا ہونٹ چبانے لگی .

لیکچر کے دوران بھی وہ اپنی نظروں کا رخ ان کی جانب نا کر پائی .

تبریز کے علاوہ اس نے پہلی بار خود کو کسی میں دلچسپی لیتے پایا تھا اور وہ شخص اس کا پروفیسر تھا یہی سوچ کر وہ شرم سے لال ہو رہی تھی.

میں بھلا کونسا پروپوز کر رہی ہوں۔۔۔۔ محظ شکریہ ہی تو ادا کرنا ہے۔۔

وہ خود کو ڈپٹتی ہاتھ بڑھا کر نوک کرنے لگی جب اندر سے آقاز سنائی دی۔

کب تک وہاں کھڑے رہنے کا ارادہ ہے تمہارا۔۔۔۔

ھدیل یکدم چونکی۔۔۔۔ کیا وہ اس سے مخاطب تھے۔۔۔۔۔ لیکن انہیں کیا پتا کہ میں یہاں ہوں۔۔۔۔۔

یہ سوچ کر ھدیل تھوڑا سا دروازہ کھولتی سر آفس میں گھسا کر دیکھنے لگی .

شمس اپنی کرسی پہ بیٹھا تیزی سے سی پیپر پہ سائن کر رہا تھا.

سر کیا میں آجاؤں۔۔۔۔۔

اس نے پھر بھی اجازت لینا ضروری سمجھا تو وہ اسے سرد مہری سے دیکھنے لگا.

میرے خیال سے میں پہلے یہی کہہ چکا ہوں۔۔۔۔۔۔ وہ بے رخی سے بولا تو ھدیل اپنا حلق تر کرنے لگی.

نجانے اسے اس کا یہ رویہ دکھی کیوں کر گیا تھا۔۔۔ کل اور آج والے شخص میں جتنا فرق تھا.

یس۔۔۔یس۔۔۔سر۔۔۔۔

وہ دھیرے سے قدم بڑھاتی کہنے لگی .

اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ بات کہاں سے شروع کرے.

کیا سارا دن یہیں کھڑے رہنے کا ارادہ ہے۔۔۔۔۔۔

وہ اپنی مٹھیاں سختی سے بھینچتے ہوئے کہنے لگا. اسے اس وقت ھدیل پہ بہت غصہ آرہا تھا.

وہ۔۔۔میں آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتی تھی۔۔۔۔آپ نے جو کیا اس کے لئے میں شکر گزار ہوں۔۔۔

وہ جلدی جلدی کہنے لگی تو شمس اسے آنکھیں سکیڑ کر دیکھنے لگا.

ٹھیک ہیں اب آپ جاسکتی ہیں۔۔۔۔

ھدیل نے تب سے پہلی بار نظریں اٹھا کر اس کی جانب دیکھا .

شاید وہ بیٹھی جو پتا نہیں کیا کیا سوچ رہی تھی۔

ج۔۔۔جی۔۔۔۔سر۔۔۔۔

وہ تیزی سے وہاں سے نکلتی پارکنگ کی جانب بڑھ گئی. جہاں شھیر اور نور اس کا انتظار کر رہے تھے. اس دوران وہ یہ بھی بھول گئی تھی کہ اسے عفان سے لیپ ٹاپ واپس لینا ہے.

-----

وہ تینوں ایک اچھے ریسٹورنٹ میں بیٹھے کھانے کا انتظار کر رہے تھے.

اچھا ہی تھا کہ وہ ان کے ساتھ آگئی شاید اس سے اس کا دھیان کسی اور جانب مبذول ہو جاتا .
پھر چاہے وہ کچھ دیر کے لئے ہی ہوتا.

اسے ریسٹ روم جانا تھا لیکن نور اور شھیر کو باتیں کرتا دیکھ کچھ دیر میں آنے کا کہ کر چلی گئی.

وینیٹی ایریا کے سامنے کھڑی وہ اپنا زرد چہرہ دیکھنے لگی اور پھر سر جھکا کر ہاتھ دھونے لگی.

وہ ہاتھ دھو کر پلٹی ہی تھی جب کوئی دروازے کے عقب سے نکلا اور اسے بالوں سے دبوچ لیا۔
ہوڈ سے اس شخص کا چہرہ ڈھکا ہوا تھا۔

اس نے تیزی سے اسے پلٹا اور ھدیل کا چہرہ دیوار میں دے
مارا. پ------پلیز-----ن-----نہیں-----

خوف سے وہ کانپنے لگی تھی.

وہ اس پہ جھکا اور اپنے سینے سے اس کی پشت پہ دباؤ ڈالنے لگا تو وہ گھبراہٹ سے چیخ اٹھی.

اس سے دور رہو---ورنہ میں کسی حیوان کی طرح اسے چیر ڈالوں گا---میری نظر ہمیشہ تم
پر ہے---

وہ اسکے کان میں خوفناک طریقے سے کہنے لگا .

ھدیل اس اچانک آفت پہ بھونچکارہ گئی تھی اور یوں اس اسے اپنے قریب پاکر وہیں سن ہو چکی تھی۔

حواس اور سانس بحال کرنے میں اسے کچھ وقت لگا جس دوران وہ غائب ہو چکا تھا .

شمس کسی آسیب کی طرح اس زندگی میں شامل ہو چکا تھا.

ھدیل نے اپنے ثواس سمبھالے اور پلٹی تو اس جگہ کو خالی پایا۔۔۔وہ سب اتنی تیزی سے ہوا کہ وہ سمجھ بھی ناپائی کہ کیا یہ سچ تھا یا محض اس کا خیال.

لیکن آدھے چہرے اور سر میں اٹھتی ٹیسیں اس بات کا ثبوت تھیں کہ وہ اس کا خام خیال نا تھا.

ھدیل لرزتی ٹانگوں پہ چلتی واپس پہنچی اور پھر ان دونوں کے کئی بار کوشش کرنے پہ بھی وہاں نا رکی.

تبریز نے اس طرح سے کوئی حکم پہلی بار صادر کیا تھا .

یہ بات اس کو سوچ میں مبتلا کر گئی تھی. وہ ہمیشہ سے ایسا ہی تھا لیکن اس کی شدت بڑھتی جا رہی تھی.

پہلے وہ اس کی حرکات پہ محظوظ ہوتا تھا لیکن اب۔۔۔۔۔وہ اس کی زندگی میں مداخلت کرنے لگا تھا.

اور وہ کس سے دور رہنے کا کہہ کر گیا تھا۔۔۔ کیونکہ وہ زیادہ تر وقت تو شہیر کے ساتھ گزارتی تھی۔۔۔۔

کیا شہیر کی جان خطرے میں تھی۔۔۔۔۔یہ سوچ اسے خوف میں مبتلا کرنے لگی لیکن اس نے اپنا سر جھٹک دیا۔

نہیں۔۔۔وہ اسے محظ ڈرا رہا تھا۔۔۔۔۔جو کچھ اس نے کیا تھا اس کے بعد تو اب کچھ کھونے کو بھی نا بچا تھا۔۔۔۔اگر اس شہیر سے مسئلہ تھا تو یہ تبریز کا مسئلہ تھا اسکا نہیں.

وہ کیوں اپنے دوست سے دور ہوتی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔

شام ہوتے ہی وہ اپنے وعدے کے مطابق شمس کے اپارٹمنٹ موجود تھی .
نور اس سے پہلے ہی سے وہاں تھی اور شہیر سے شرما رہی تھی .
شاید ان کے درمیان کچھ وقوع پذیر ہوا تھا جس سے وہ انجان تھی.

خیر اسے جاننے کی خواہش بھی نا تھی. جبکہ شہیر میں ایسا کوئی بدلاؤ اس نے نا دیکھا تھا.

نور نے اسے بیگ تھمایا تو اسے اچانک اپنے لیپ ٹال کا یاد آیا۔۔۔

وہ اتنی غیر ذمیدار کب سے ہو گئی تھی.

اوکے۔۔۔۔تو ھدیل تم بس یہ کچن کا سامان اور ڈیکوریشن دیکھ لو۔۔۔سب چیزیں ان ڈبوں میں ہیں باقی وزنی کام میں اور نور کر لیں گے.

وہ مسکراتا ہوا کہنے لگا تو ھدیل حامی بھرتی ان ڈبوں کی جانب بڑھ گئی .

کچن میں کچھ سامان کے علاوہ باقی سب ابھی تک ڈبوں میں ہی پڑا تھا. وہ انہیں کھول کر برتن سیٹ کرنے لگی اور پھر سٹور میں جا کر باقی ڈبے دیکھنے لگی۔

اچانک اسے تبریز کی ساتھ وہاں ہوئی ملاقات یاد آئی. آخر وہ اتنی آسانی سے ہر جگہ کیسے پہنچ جاتا تھا۔

یہی سوچتے ہوئے وہ سامان دیکھنے لگی کہ اسے کہاں رکھے. ان میں گلدان اور شھیر کی چند فریم میں جڑی تصاویر تھیں.

اس نے انہیں اس کے کمرے اور لاؤنج میں لگانے کا فیصلہ کیا.

ان میں اس کی بچپن اور جوانی دونوں کی تصاویر شامل تھیں .
وہ انہیں دیکھتی مسکرانے لگی .

ایک تصویر نے خاص طور پہ اس کی توجہ کھینچی تھی لیکن اس میں شھیر کی آنکھیں براؤن نہیں گرے تھیں.

سرد۔۔۔کسی جذبہ سے عاری۔۔۔

شاید کوئی اور دیکھتا تو اسے شھیر ہی سمجھتا۔۔۔لیکن وہ جانتی تھی کہ وہ شھیر کی نہیں تبریز کی تصویر تھی.

لیکن تبریز کی تصویر اس کے پاس کیوں تھی۔۔۔اس کا تنفس بگڑنے لگا اور ہاتھ کانپنے لگے تھے.

ھدیل نے پورا ڈبہ الٹا دیا لیکن مزید کچھ نا ملا. قریب موجود دوسرا ڈبہ کھینچا اور اسے بھی فرش پہ الٹا کر دیا.

ایک البم فرش پہ گری تو وہ گھٹنوں کے بل بیٹھی کانپتے ہاتھوں اور سن پڑتے ذہن کے ساتھ اسے کھولنے لگی.

بچپن۔۔۔۔جوانی۔۔۔۔اور پھر مرد۔۔۔۔

کہیں اکیلا۔۔۔۔کہیں شھیر کے ساتھ۔۔۔۔کتنی ہی تو تصاویر تھیں اس کی۔۔۔

وہ بری طرح کانپنے لگی۔۔۔۔شھیر۔۔۔۔شھیر۔۔۔۔تو کیا وہ بھی ملوث تھا۔۔۔

وہ لرزتی ٹانگوں پہ اس البم کو تھامے کھڑی ہوئی اور نم آنکھیں لیے وہاں سے بھاگی.

شہیر نور کی کسی بات پہ ہنس رہا تھا اور دونوں مل کر پردے لٹکا رہے تھے جب ھدیل نے غصہ سے وہ البم فرش پہ پھینکی.

اس کے تاثرات دیکھ کر وہ دونوں چونکے اور شہیر کرسی سے فرش پہ پھلانگتا اسے غصہ سے دیکھنے لگا.

یہ کیا حرکت ہے ھدیل۔۔۔۔

وہ بہت محبت سے البم اٹھاتا اسے دیکھنے لگا.

نور بھی اس رویہ پہ کھڑی ہی رہ گئی تھی.

نہیں۔۔۔۔ تم مجھے بتاؤ کہ یہ کیا ہے۔۔۔۔ تم سب جانتے تھے ہے نا۔۔۔۔ تم ملوث تھے اس میں۔۔۔۔

وہ چیخ ہی تو اٹھی تھی۔۔۔۔ اتنے عرصے کی بے بسی۔۔۔ دکھ۔۔۔ خوف سب ہی تو دکھ رہا تھا اس کے تاثرات میں.

ھدیل۔۔۔۔ مجھے نہیں پتا کہ تمہیں اچانک کیا ہوا۔۔۔۔ لیکن تحمل سے بات کرو۔۔۔۔

شہیر ناسمجھی سے اسے دیکھنے لگا تو ھدیل اسے گھورنے لگی.

تم بتاؤ یہ کون ہے۔۔۔کون ہے یہ شخص تمہارے ساتھ۔۔۔

اس نے البم میں کھلی تصویر کی جانب اشارہ کیا جو کہ شھیر کے ہاتھمیں تھی.

میر ابھائی۔۔۔

شھیر نے بنا کسی جھجھک کے جواب دیا۔۔۔

ھدیل کو اس کا اندازہ تو تھا لیکن اس کے چہرے پہ کوئی پریشانی کے تاثر نا ابھرے تھے.

---------

ھدیل نے اسے بے یقینی سے دیکھا .

یقین ٹوٹا تھا اس کا شاید اسے اس پہ یقین کرنا ہی نہیں چاہئیے تھا.

تم نے آج تک کیوں نہیں بتایا اس کے بارے میں.۔۔۔۔

اس کی تفتیش پہ شھیر پیشانی پہ بل نمودار ہونے لگے .

آخر یہ سب کیوب پوچھ رہی ہو۔۔۔کبھی اس بارے می ذکر نہیں ہوا۔۔اور دنیا میں سب کے بہن بھائی ہوتے ہیں کہ میں انوکھا ہوں۔۔۔

ھدیل کی مشکوک نگاہوں اور رویہ سے شھیر بھی بگڑنے لگا تھا جبکہ نور پریشانی سے ان دونوں کو دیکھتی کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی.

ھدیل اپنی نظروں کا زاویہ بدلتی آنکھوں میں اترا پانی اندر اتارنے لگی .

ہاں سب کے بہن بھائی ہوتے ہیں لیکن انہوں نے اس کے زندگی اجیرن نہیں کی تھی.

کہاں ہے تمہارا بھائی اس وقت۔۔۔

وہ اپنا لہجہ مضبوط بناتی کہنے لگی اور شھیر اس پہ ایک نگاہ ڈال کر ایلبم ایک طرف رکھنے لگا.

میں کیا جانوں۔۔۔ اپنے گھر ہوں گے۔۔۔۔ اور مجھے یہ سمجھ نہیں آ رہی تمہیں ان میں اتنی دلچسپی کیوں ہو رہی ہے۔۔۔۔

اب کی بار وہ اسے مشکوک نظروں سے دیکھنے لگا تو ھدیل اپنی مٹھیاں بھینچتی ضبط کرنے کی ناکام کوشش کرنے لگی.

پلیز شھیر۔۔۔۔ مجھے نہیں پتا کہ تم کتنے معصوم ہو۔۔۔ پلیز اپنے بھائی کو بلاؤ۔۔

وہ اپنے ہر لفظ پہ زور دیتی کہنے لگی تو اب کی بار شھیر اس کے لئے پریشان ہونے لگا.

کل مل لینا۔۔۔ یونیورسٹی میں۔۔۔

وہ سرسری سے انداز میں کہتا چلا گیا.

یونیورسٹی۔۔۔ ھدیل کی آنکھیں پھیل گئیں۔۔۔ ظاہر ہے وہ یونی ہی ہوتا تھا لیکن پھر بھی اسے جھٹکا لگا تھا.

وہ بھی اس کا پیچھا کرتی شھیر کے تعاقب میں ہال میں آگئی نور اب سب کچھ دلچسپی سے دیکھ رہی تھی.

کہاں۔۔۔۔کون۔۔۔۔کہاں ملے گا یونی میں۔۔۔۔

یار ھدیل تمہیں کیا ہو گیا ہے۔۔۔۔ صبح ملوا دوں گا نا۔۔۔۔

وہ اب ایک ہی بات سے جھنجھلا گیا تھا.

ھدیل اپنے بال نوچنے لگی تھی .

ٹھیک ہے یہ بتا دو کیا میں اسے جانتی ہوں۔۔

نجانے اسے کیوں شبہ تھا کہ وہ اسے جانتی تھی.

شھیر نے ایک گہری سانس بھری اور ان دونوں کا چہرہ دیکھنے لگا.

تم دونوں انہیں پروفیسر شمس کے نام سے جانتی ہو۔۔۔۔

ھدیل کو لگا کسی نے ٹھنڈا پانی اس کے اوپر انڈھیلا ہو. کچھ لمحات کہ لئے اس کا ذہن منجمد اور جسم سن پڑ گیا تھا.

کیا۔۔۔۔پروفیسر شمس تمہارے بھائی ہیں۔۔۔۔۔نور تب سے پہلی بار بولی تھی۔اس کے لئے بھی یہ بات کسی شاک سے کم نا تھی.

رانی کھیل بدل دیتی ہے۔۔۔۔۔۔ لیکن اب اگر یہ کھیل نا رہا ہو۔۔۔۔۔۔۔ راجہ کے بغیر رانی کچھ بھی نہیں۔۔۔۔۔۔۔ سوال یہ ہے کہ وہ راجہ ہے یا پیادہ۔۔۔۔۔۔۔ میں پاگل نہیں ہوں۔۔۔ میری حقیقت بس تم سے مختلف ہے۔۔۔۔۔۔۔

وہ الفاظ تھے یا ہتھوڑے۔۔۔ جو ایک کے بعد ایک اس کے سر پہ برس رہے تھے.

پروفیسر شمس۔۔۔۔ پروفیسر شمس۔۔۔ تبریز ہے۔۔۔۔۔

اسے اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا پاس موجود میز کا سہارا لیتے ہوئے اس نے خود کو گرنے سے بچایا تھا.

وہ تصاویر شمس نے بھیجیں۔۔۔۔ وہ دو لوگوں کا قاتل تھا۔۔۔۔ اس کے خواب اور وجود کا قاتل تھا۔۔۔۔

وہی شمس جس نے اسے توڑا اور پھر اس کو حالت سے محظوظ ہونے اپنی گھر لے گیا۔۔

اس کا تنفس بگڑنے لگا تو نور اور شہیر دونوں اس کی جانب بڑھے .
آنکھوں سے خاموش آنسو رواں تھے. وہ شخص اس کے اتنا قریب تھا لیکن وہ پہچان نا پائی۔۔۔۔

نہیں۔۔۔ وہ شہیر کے بھائی کیسے ہو سکتے تھے۔۔۔۔ وہ تبریز کیسے ہو سکتا تھا۔۔۔

شہیر نے اسے تھام کر صوفے پہ بٹھایا اور نور پانی لینے بھاگ گئی.

ھدیل۔۔۔۔ادھر میری طرف دیکھو ھدیل۔۔۔۔

وہ اس کا چہرہ تھپکتا ہوا اپنی جانب متوجہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا .

آہستہ آہستہ شمس کا چہرہ اس کی نظروں سے چھٹنے لگا اور وہ شہیر کو دیکھنے لگی.

کتنے ہی لمحے سکوت سے گزر گئے جب اس نے وہ خاموشی توڑی.

اس کے لئے یہ جاننا ضروری تھا کہ کیا شہیر بھی اس سب میں ملوث تھا.

وہ تمہارے بھائی کیسے ہو سکتے ہیں۔۔۔۔تصاویر میں ان کا چہرہ تم سے کافی ملتا ہے۔۔۔

اس کے سوال سے شہیر کو کچھ تسلی ہوئی کہ وہ ٹھیک ہے۔۔۔۔وہ اس کے سامنے زانوں بل بیٹھا تھا.

نور نے اس کی جانب پانی بڑھایا لیکن وہ انکار کر گئی۔۔۔۔اسے محض جوابات چاہئیے تھے جو اس وقت صرف شہیر ہی دے سکتا تھا.

دیکھو ھدیل میرے خیال سے اس وقت تمہیں آرام کرنا چاہئیے۔۔۔وہ پریشانی سے گویا ہوا.

نہیں شہیر پلیز بتاو مجھے۔۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔۔ میں سب بتایا ہوں لیکن وعدہ کدو تم کسی کو نہیں بتاؤ گی کہ وہ میرے بھائی ہیں۔۔۔۔ ورنہ وہ ناراض ہو جائیں گے۔۔۔۔

شہیر ان دونوں کے چہرے دیکھتا ہوا کہنے لگا۔۔۔۔

میں وعدہ کرتی ہوں۔۔۔۔

ھدیل فورا بولی تھی اور نور کے وعدہ کرنے کے بعد وہ دوبارہ مخاطب ہوا.

وہ چہرے پہ ماسک پہنتے ہیں۔۔۔۔ نکلی جلد۔۔۔۔۔ وہ وضاحت دینے لگا۔۔۔۔

تا کہ کوئی ہمارے چہرے میں مماثلت نا دیکھ پائے۔۔۔۔

نور کے تاثرات بدلے تھے۔۔۔۔

لیکن وہ ایسا کیوں کرتے ہیں۔۔۔۔ مطلب بھلا کوئی بھی ایسا کیوں کرے گا۔۔۔۔

نور کا جواب ھدیل جانتی تھی۔۔۔ تا کہ وہ اسے پہچان نا پائے۔۔۔۔ لیکن خاموش رہی۔۔۔وہ شہیر سے سننا چاہتی تھی.

شہیر ان کے سامنے سے کھڑا ہوا اور بیزار سا دکھائی دیا.

یہ بات تو مجھے بھی سمجھ نہیں آتی۔۔۔۔ وہ مجھے یہی کہتے ہیں کہ وہ ایسا اس لئے کرتے ہیں کیونکہ میں ان کا سٹوڈنٹ ہوں۔۔۔۔ اور ایسا نا کرنے سے سب یہی سوچیں گے کہ میرے اچھے مارکس صرف ان کی وجہ سے ہیں.

اس کے جواب پہ نور ابرو اچکا گئی جبکہ ھدیل بھی گھور کر اسے دیکھنے لگی.

ہاں میں جانتا ہوں۔۔۔۔ یہ سننے میں بہت فضول لگتا ہے۔۔۔۔
نہیں میں سمجھتی ہوں۔۔۔۔ لیکن اس کے لئے وہ اتنی حد تک کیوں جائیں گے۔۔۔۔

ھدیل مشکوک نگاہوں سے دیکھتی پوچھنے لگی .

اسے جاننا تھا کہ اس کا دوست وقت پہ اس کی مدد کرے گا یا اپنے بھائی کا مددگار ثابت ہو گا.

مجھے نہیں معلوم۔۔۔۔ سیریسلی۔۔۔۔ مطلب میں ہمیشہ سے امیریکہ تھا اور وہ یہاں پہ مری رہتے تھے۔۔۔۔۔
پھر کچھ سال پہلے وہ وہاں شفٹ ہوئے لیکن تب بھی ہم الگ جگہ مقیم تھے کیونکہ انہیں ماما پسند نہیں.

اور پھر ہم اسی سال یہاں شفٹ ہوئے ہیں سو آئی رئیلی ڈونٹ نو۔۔۔۔

وہ کندھے اچکاتا کہنے لگا تو ھدیل کو اس کے الفاظ میں سچائی دکھائی دی.

وہ محض سر ہلا گئی .

لیکن تم مجھے بتاؤ۔۔۔۔۔ تم ان میں اتنا انٹرسٹڈ کیوں ہو۔۔۔۔۔

وہ اس کے سامنے صوفہ پہ بیٹھتا کہنے لگا .

کیونکہ وہ میرا قصوروار ہے۔۔۔۔۔

مزید کوئی وضاحت دیئے بنا وہ وہاں سے اٹھ گئی جبکہ نور اور شہیر اسے پکارتے رہ گئے.

شمس تبریز۔۔۔۔ شمس تبریز۔۔۔۔

یہ نام اس کے دماغ میں کب سے گردش کر رہا تھا .

رات کے دو بجے بھی وہ جاگی ایک نقطہ پہ نظریں مرکوز کئے بیٹھی تھی.

یک دم فضا اس کے قہقہے سے گونجی تھی .

اس نے اسے کتنے اچھے سے بیوقوف بنایا تھا.

یقیناوہ اس کی پیٹھ پیچھے اس پہ ہنستا ہو گا .

قہقہہ بھرتے ہوئے اس کی آنکھیں نم ہوئی تھیں اور پھر وہ قہقہہ اس کی ہچکیوں میں بدل گیا تھا.

---------

وہ یونی سیدھا اس کے آفس کی جانب بڑھی تھی. دروازہ ایک جھٹکے سے کھولا لیکن وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔

وہ پلٹی جب سویپر اس جانب آیا.

انکل۔۔۔۔پروفیسر شمس کہاں ہیں۔۔۔۔

آج وہ اس سے ہر معاملہ صاف کرنے آئی تھی. بتانے آئی تھی کہ وہ اس کی اصلیت سب کے سامنے لائے گی.

آہ۔۔۔۔مجھے تو نہیں پتا بیٹی۔۔۔۔ان کے پی۔اے سے پوچھ لو۔۔۔۔

ھدیل ان کی بات مانتی قریب موجود حجرے کی جانب بڑھی جہاں انہی کے ڈپارٹمنٹ کے لیکچرار موجود تھے

میم۔۔۔۔پروفیسر شمس کب تک آئیں گے۔۔۔۔۔وہ اس کا نام لیتے ہوئے خود کو بمشکل تلخی سے روک پائی.

وہ تو شاید آج اور کل نا آئیں۔۔۔۔

کیوں۔۔۔۔اس کی پیشانی پہ کئی بل نمودار ہوئے.

وہ لاہور کسی کام کے سلسلے میں گئے ہیں. ڈیٹیلز تو نہیں پتا لیکن پروفیسر نعیم بھی ساتھ ہی گئے ہیں۔۔۔۔

اوہ۔۔۔اوکے میم۔۔۔۔

وہ یقیناً یونی کے کسی کام سے گیا تھا .

--------

پنجاب یونیورسٹی کے ایک سیمینار میں ان کی شرکت مطلوب تھی .

آج سارا دن وہ ھدیل کو نا دیکھ پایا تھا اسے امید تھی کہ وہ اس لڑکے سے دور ہی رہے گی لیکن وہ کوئی بھی شک نہیں چھوڑنا چاہتا تھا.

اسی لئے پروفیسر نعیم سے اجازت لیتا وہ واپسی کی راہ پہ گامزن تھا .

اپنے کام کو سرانجام دے کر اس کا ارادہ مری جانے کا تھا .

وہ اس بنگلہ کو بیچنے کا ارادہ کر چکا تھا اسی سلسلے میں کسی اسٹیٹ ایجنٹ سے ملنا تھا.

لیکن اس سے پہلے اس بات کو یقینی بنانا تھا کہ عفان دوبارہ کبھی ھدیل کی جانب پیش قدمی نا کر پائے.

اسے دیکھ کر عفان کا کیا حال ہو گیا یہ سوچ اس کے چہرہ پہ مسکراہٹ بکھیر گئی تھی۔

---------

وہ عفان سے لیپ ٹاپ لینے گئی تو معلوم ہوا کہ وہ بھی آج نہیں آیا تھا اس لئے وہ اس کے دوست سے عفان کا نمبر لے کر واپس آ گئی.

راستہ سے نیا موبائل لیا اور اس میں سم ڈالتے ہی اس کے والدین کے میسجز موصول ہونے شروع ہو گئے.

وہ اپنی پریشانی میں ان کی پریشانی تو بھال ہی بیٹھی تھی فوراانہیں کال کی اور دوسری جانب سے اعظم صاحب کی گرجدار آواز سنائی دی.

ان سے تسلی سے بات کر کے موبائل خراب ہونے کا یقین دلوایا کیونکہ وہ تو پریشانی سے راولپنڈی آنے کا ارادہ کر چکے تھے.

ھدیل کے بار بار سمجھانے پہ آخر وہ اس کی بات مان ہی گئے اور تنبیہہ کرتے ہوئے فون کاٹ دیا.

-------

رات کے وقت وہ بستر پہ لیٹا ہوا چھت کو گھور رہا تھا.

بارش میں شمس جس طرح ھدیل کو اپنے ساتھ لے کر گیا یہی سب اس کے دماغ میں چل دہا تھا.

شھیر نے کروٹ بدل کر اپنا موبائل اٹھایا اور نور کو ملانے لگا.

ہیلو۔۔۔۔نور۔۔۔۔کیسی ہو۔۔۔

دوسری جانب سے نور کی خوشی سے بھرپور آواز گونجی تھی.

کیسی ہو تم۔۔۔۔وہ اس کی خبر گیری کرنے لگا

میں ٹھیک ہوں۔۔۔ تم کیسے ہو۔۔۔۔

میں تو ٹھیک ہوں۔۔۔ لیکن اگر تم پاس ہوتی تو مزید ٹھیک ہو جاتا۔۔۔۔

وہ لہجہ میں تپش پیدا کرتا کہنے لگا تو دوسری جانب کچھ دیر خاموشی چھا گئی۔شاید وہ شرما رہی تھی.

کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے پاس آ جاؤں۔۔۔۔

نور نے گھبراتے ہوئے پوچھا تھا۔اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ شہیر اسے مس کر رہا ہے.

ہاں میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔۔۔۔

ٹھیک ہے میں۔۔۔۔کچھ دیر کے لئے آ سکتی ہوں۔۔۔

وہ جھجھکتے ہوئے کہنے لگی تو شہیر مسکرا دیا

ٹھیک ہے۔۔۔میں تمہیں ایڈریس بھیجتا ہوں۔۔۔۔

وہ کال کاٹتا ہوا پھر سے اپنی پشت پہ لیٹ گیا اور نور کو ایڈریس بھیجنے لگا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اگلے روز وہ یونی پہنچی لیکن اسے شہیر اور نور دونوں کہیں دکھائی دے رہے تھے.

وہ کچھ دیر پارکنگ میں انہی کا انتظار کرنے لگی. اس کے علاوہ اور بھی کئی سٹوڈنٹس اپنے دوستوں کا انتظار کر رہے تھے.

اسے اپنے عقب سے ہارن کی آواز آنے لگی تو پلٹ کر جیسے ہی دیکھا وہ اس کار کے مالک کو گھورنے لگی.

شمس اپنی تمام تر وجاہت لئے ہارن پہ ہارن دے کر اسے راستے سے ہٹنے کا کہہ رہا تھا.

اسے دیکھتے ہی ھدیل کا خون کھولنے لگا. وہ اسے مجرم ثابت کر کے اس عہدہ سے تو فارغ کروانا ہی چاہتی تھی لیکن جیل میں بھی دیکھنا چاہتی تھی.

کچھ سیکنڈز وہ وہی کھڑی رہی لیکن شمس کے بار بار ہارن دینے پہ سب اس کی جانب متوجہ ہو رہے تھے،۔

آخر وہ ایک جانب ہٹی تو شمس اپنی گاڑی پارکنگ میں لگانے لگا.

حد ہو گئی اس لڑکی کی۔۔۔۔ کیا وہ مرنا چاہتی ہے۔۔۔وہ کار سے نکلا لیکن تب تک ھدیل وہاں سے جا چکی تھی.

شمس غصے سے گاڑی کا دروازہ بند کرتا خود بھی ڈیپارٹمنٹ کی جانب بڑھ گیا .

---------

پروفیسر شنس کا لیکچر شروع ہوئے آدھا گھنٹہ ہو چکا تھا لیکن وہ ابھی تک لیکچر لینے نہیں آئے تھے.

شھیر اور نور بھی غیر حاضر تھے وہ کئی بار ان دونوں کو میسج کر چکی تھی.

کافی سارے سٹوڈنٹ تو اب جا بھی چکے تھے لیکن اسے اس کا انتظار تھا .

کہیں شھیر نے اسے بتا تو نہیں دیا کہ وہ سچ سے واقف ہو چکی ہے.

اس نے اپنا بیگ اٹھایا اور شمس کے آفس کی جانب بڑھ گئی.

میں اس طرح سے آپ کو اپنی کسی سٹوڈنٹ سے ملنے کی اجازت نہیں دوں گا۔۔۔۔

شمس کی دھاڑ دروازے کو پار کرتی ہوئی اس تک پہنچی تھی. ہینڈل کی جانب اس کا اٹھتا ہاتھ وہیں تھم گیا تھا۔

وہ اتنے غصے میں کیوں تھا۔۔۔۔ اور کس سے بات کر رہا تھا۔۔۔۔

ہمیں تفتیش کے لئے آپ کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ لیکن اگر آپ تعاون کریں گے تو بہتر ہو گا۔۔۔

اسے کے لہجے میں کوئی شخص اس سے بولا تھا .

آفس کے باہر ہجوم ہونے لگا تھا.

پروفیسر شمس یہ ٹھیک کہ دہے ہیں۔۔۔۔ آخر یہ معاملہ ہماری یونیورسٹی کے طالبعلم کا ہی ہے۔۔۔۔

آخر یہ کیا ہو رہا تھا۔۔۔۔ اور وہ لوگ کس بارے میں بحث کر رہے تھے۔۔۔۔

آپ اپنے پی۔اے کو بھیجیں اور ھدیل اعظم کو یہاں بلوائیں۔۔۔۔

اسی شخص کی آواز پھر سے سنائی دی جو تعاون کے لئے کہ رہا تھا.

اپنا نام سن کر ھدیل بری طرح کانپنے لگی۔۔۔ سٹوڈنٹ کا معاملہ۔۔۔۔ کہیں شمس نے اس کی تصاویر۔۔۔۔

یہ سوچ آتے ہی ھدیل کپکپا پڑی تھی۔۔۔۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ یقیناخودکشی کر لیتی.

وہ وہاں کھڑے لوگوں کے چہرے دیکھتی دھندھلائی آنکھوں سے قدم پیچھے کو اٹھانے لگی. اس کی آنکھوں میں ایک خوف اتر آیا تھا.

آفس کا دروازہ کسی نے جھٹکے سے کھولا اور شمس باہر نکلا تھا .

ھدیل کو وہاں کھڑے دیکھ اس کی پیشانی پہ موجود بل مزید گہرے ہوئے تھے.

وہ آنکھیں سکیڑ تا اسے دیکھنے لگا اور اس کے سامنے آ کھڑا ہوا.

تم یہاں کیا کر رہی ہو۔۔۔۔ چلو میرے ساتھ۔۔۔۔۔

ھدیل اس گردن میں ابھرتی شریانیں دیکھ سکتی تھی وہ اس کے یوں کہنے پہ یکدم خوفزدہ اور الجھن کا شکار ہوئی تھی.

شمس اس کا ہاتھ تھام کر وہاں سے جاتا اس سے پہلے ان کے وائس ہیڈ اور دو پولیس آفیسر آفس سے نمودار ہوئے.

مس ھدیل۔۔۔۔ یہ آفیسر آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔۔۔

وائس ہیڈ نے اسے فورا پہچان کر کہا اور پھر وہاں موجود مجمع کو جانے کا کہنے لگے.

شمس نے اپنی آنکھیں زور سے بھینچی تھیں۔۔۔۔ صاف ظاہر تھا وہ خود پہ قابو پانے کی ناکام کوشش کر رہا ہے۔

ھدیل اس کی نظروں میں کسی چیز کی متلاشی تھی اور پھر تیزی سے دھڑکتے دل کے ساتھ ان دونوں آفیسرز کو دیکھنے لگی.

پولیس۔۔۔۔ لیکن پولیس کو اس سے کیا کام ہو سکتا ہے۔۔۔۔

آپ ھدیل اعظم ہیں۔۔۔۔۔

ان میں سے قدرے باوقار شخص سامنے آتا کہنے لگا۔

ج۔۔۔جج۔۔۔جی۔۔۔

وہ ہکلاتی ہوئی بڑبڑائی۔۔۔۔اسے اپنے اوسان خطا ہوتے محسوس ہو رہے تھے

ہمیں آپ سے ایک قتل کے بارے میں تفتیش کرنی ہے۔۔

وہ آنکھیں پھاڑے انہیں دیکھنے لگی۔

قق۔۔۔قتل۔۔۔۔

کیا اس نے صحیح سنا تھا۔۔۔لیکن اس سے کیوں۔۔۔۔

پیشانی پہ ننھے قطرے نمودار ہونے لگے.

دیکھیں آفیسر۔۔۔۔آپ ایسے کسی سٹوڈنٹ کو نہیں ڈرا سکتے۔۔۔

شمس اس کے راستے میں آتا کہنے لگا اور ھدیل کی سانسیں مزید الجھنے لگی۔

وہ شمس کے چوڑے جسم کے پیچھے خود کو چھپانے لگی.

لیکن اس کی بات کا نظر انداز کرتا وہ پھر سے ھدیل سے مخاطب ہوا.

دیکھیں مس۔۔۔۔ہمارا ارادہ آپ کو خوفزدہ کرے کا نہیں لیکن شاید آپ کچھ مدد کر سکیں۔۔۔۔

وہ شمس کے کندھے کی اوٹ سے اس آفیسر کو دیکھنے لگیجبس کا لہجہ نرم تھا۔

شاید اسے اتنا بھی خوفزدہ نہیں ہونا چاہئیے۔۔۔۔

پلیز آفس میں چل کر بات کرتے ہیں۔۔۔

ان کے وائس ہیڈ نے کہا تو وہ سب واپس شمس کے آفس داخل ہونے لگے جبکہ اس نے ھدیل کا

ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں تھام لیا.

جیسے وہ اسے اپنی موجودگی سے پر سکون کرنا چاہتا اور نجانے کیوں لیکن ھدیل واقعی پہلے سے

پر سکون محسوس کرنے لگی.

آفیسر واڈیا نے شمس کی یہ حرکت بخوبی دیکھی تھی جس کے جواب میں وہ اس کڑے تیوروں سے

نوازنے لگا.

شمس نے اسے کرسی پہ بٹھایا تو وہ سب کے سنجیدہ چہرے دیکھنے لگی.

آپ پلیز جائیں۔۔۔۔ ہمیں ان سے اکیلے میں بات کرنی ہے۔

وہ لوگ جو تجسس کے مارے وہاں تھے فوراً لے گئے جبکہ شمس نے جانے سے صاف انکار کر دیا.

اب آپ میرا صبر آزما رہے ہیں۔۔۔۔ ہمیں ہمارا کام کرنے دیں۔۔۔۔

میں نے آپ کو روکا نہیں لیکن میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا۔۔۔۔۔

وہ اٹل لہجہ میں بولا تو ھدیل کو اپنے رخسار سرخ پڑتے محسوس ہوئے.

پ۔۔۔۔پلیز۔۔۔۔انہیں یہیں رہنے دیں۔

وہ نظریں جھکائے کہنے لگی تو آفیسر واڈیا خاموشی سے اسے گھورنے لگے.

آپ یہ بتائیں۔۔۔۔کیا یہ آپ کا لیپ ٹاپ ہے۔۔۔۔۔

ان کے اشارے سے دوسرے انسپکٹر نے ایک لیپ ٹاپ اس کے سامنے رکھا جسے وہ فورا پہچان گئی.

ج۔۔۔جی یہ میرا ہی ہے۔۔۔۔

لیکن وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اس کا لیپ ٹاپ ان کے پاس کیوں تھا.

یہ میں نے عفان کو دیا تھا۔۔۔۔اس میں کچھ وائرس تھا۔۔۔۔۔لیکن آپ کے پاس کیوں ہے۔۔

ہر لفظ کے بعد اس کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی.

مجھے انتہائی افسوس ہے لیکن کل رات کسی نے عفان کو بے دردی سے قتل کر دیا ہے۔۔۔۔

وہ اس کے تاثرات کا جائزہ لیتے کہنے لگے۔

ھدیل تو جیسے وہیں سن ہو گئی تھی۔۔۔۔عفان کا قتل۔۔۔۔

شمس کے بدن میں بھی ایک عجیب تناؤ سا آ گیا تھا.

ھدیل کی سانس بگڑنے لگی تو وہ اس کے سامنے پانی کا گلاس رکھنے لگا۔

اس کے ہاتھ کانپنے لگے تھے .

عفان کا قتل۔۔۔۔کوئی اس بیچارہ کو کیوں قتل کرے گا۔۔۔

وہ اپنے گرد بازو حمائل کرتی کہنے لگی .

اس کی تفتیش ابھی چل رہی ہے۔۔۔۔ہم ہر کسی سے معلومات اکٹھی کر چکے ہیں اور آپ سے بات بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔۔۔۔

پلیز ہمارے جوابات سوچ سمجھ کر دیجیئے گا۔۔۔۔

وہ تو بس سر ہلا کر رہ گئی تھی۔۔۔ابھی بھی یقین نہیں کر پا رہی تھی کہ عفان اس دنیا میں نہیں رہا تھا.

آپ عفان کو کب سے جانتی ہیں۔۔۔

شمس ساری کاروائی غصہ سے سن رہا تھا۔۔اس کی ھدیل کو یہاں نہیں ہونا چاہئیے تھا۔

زیادہ نہیں۔۔۔ ہم یہیں کالج لائبریری میں ملے تھے۔۔۔

وہ ابھی سسکیاں روکتی ہوئی بولی.

اس کے بعد ہم چند بار ہی ملے۔۔۔ میرا لیپ ٹاپ میں کچھ مسئلہ تھا تو اس لئے دیا۔۔۔

اور یہ کب کی بات ہے۔۔۔۔۔

وہ اپنے ذہن پہ زور ڈالنے لگی شاید ایک ہفتہ۔۔۔۔

پر میں بھول گئی اور پھر بیمار ہو گئی اور کل وہ نہیں آیا۔۔۔۔

وہ ایک سانس میں بولتی چلی گئی۔۔۔

ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔۔۔۔

ہمیں یہ ان کی لاش کے قریب بیگ سے ملا۔۔۔۔

ھدیل نے خود کو مزید مضبوطی سے جکڑ لیا۔

اگر آپ ہماری ایک مدد کر سکیں تو۔۔۔

وہ کچھ توقف کے بعد گویا ہوئے اور شمس کی آنکھیں سکڑنے لگیں.

جس وقت قتل ہوا اس وقت ایک کیمرے نے ساری رکورڈنگ کر لی کیا آپ دیکھ کر تا سکتی ہیں

کہ وہ کون ہے۔۔۔ شاید آپ کو کوئی اندازہ۔۔۔۔

بالکل بھی نہیں۔۔۔۔

اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے شمس بولا تھا۔۔۔

کیوں نہیں۔۔۔۔۔

وہ دلچسپی سے شمس کو دیکھنے لگا۔

آپ جس ویڈیو کی بات کر رہے ہیں وہ ایک قتل کی ویڈیو ہے۔۔۔۔ آپ جانتے ہیں اس کا کتنا برا اثر ہو سکتا ہے ھدیل پہ۔۔۔

ویڈیو کا نام سن کر وہ بھی اپنی جگہ ساکت ہو گئی تھی۔۔۔۔وہ اتنی بہادر نہیں تھی کہ عفان کا قتل ہوتے دیکھ سکتی۔۔۔۔

یہ سوچتے ہی وہ کانپ اٹھی تھی۔۔۔۔ لیکن اگر وہ مدد کر سکے تو۔۔۔۔۔اگر اس سے عفان کا قاتل پکڑا جائے تو۔۔۔۔۔

دیکھیں شمس صاحب۔۔۔۔ آپ انہیں اپنا فیصلہ خود کرنے کا موقع دیں۔۔

میں دیکھوں گی ویڈیو۔۔۔

وہ کچھ کہتا اس سے پہلے ھدیل بولی تھی.

کیا تم پاگل ہو گئی ہو ھدیل۔۔۔۔۔ تم ایسا کچھ نہیں کرو گی۔۔۔۔۔

وہ ھدیل کی جانب متوجہ ہو جبکہ وہ اسے نظر انداز کرنے لگی.

انسپکٹر نے شمس کے کمپیوٹر پہ وہ ویڈیو چلائی اور رخ اس کی جانب موڑ دیا.

آپ غور سے دیکھیں۔۔۔۔ اس شخص نے ہوڈ پہنن رکھی ہے لیکن شاید آپ کچھ جانتی ہوں

۔۔۔۔۔

شمس ان سے کچھ فاصلہ پہ کھڑا اسے دیکھ رہا تھا.

ہوڈ کا نام سنتے ہی ھدیل کی آنکھیں پھیلی تھیں اور اس کا نچلا ہونٹ کانپنے لگا تھا.

کمپیوٹر پہ ویڈیو میں ایک شخص نمودار ہوا تھا جو کہ کسی بلڈنگ سے ٹیج لگائے سکون سے کھڑا تھا.

اندھیرے اور ہوڈ نے اسے ڈھانپ رکھا تھا جب اسی سنسان گلی میں ایک اور شخص نموار ہوا.

عفان۔۔۔۔

ھدیل نے اسے پہچانتے ہی سرگوشی کی تھی۔

وہ بے فکری سے ٹہلتا ہوا اب اس شخص کے قریب پہنچ چکا تھا جب ہوڈ پہنے اس شخص نے اپنی

پشت سے ہاتھ نکالے.

ان میں سے ایک ہاتھ میں اینٹ تھی جو اس نے زور سے عفان کے چہرے پہ دے ماری.

ھدیل چیک مارتے ہوئے کرسی سے کھڑی ہوگئ۔ اس کی سانسیں تیز ہوچکی تھیں لیکن نظریں ہنوز سکرین پہ ٹکی تھی.

وہ پھٹی ہوئی آنکھوں سے وہ دردناک منظر دیکھ رہی تھی.

اچانک حملہ پہ عفان کے ہاتھ سے ایک بیگ چھوٹ کر گرا اور وہ لڑکھڑاتا وہ پیچھے کو ہٹا.

لیکن وہ ظالم شخص اس کی جانب بڑھا اور پہ سر پہ اینٹ سے اس کے چہرے اور سر پی وار کرنے لگا.

ھدیل نے اپنے چہرے کا رخ فورا پلٹا تھا اور سامنے موجود شمس کی جانب دیکھا جس کی نظریں سکرین پہ جمی ہوئی تھی.

ھدیل پھر سے پلٹی تو وہ شخص اب ٹہلتا ہوا واپس جارہا تھا. جبکہ عفا کا چہرہ اس کے وار سے دھنس چکا تھا اور صرف خون ہی دیکھا جاسکتا تھا.

انسپیکٹر نے ویڈیو روک کر اس کی ہوڈ کی جانب اشارہ کیا جس کی پشت پہ بڑے الفاظ میں W لکھا ہوا تھا.

عفان کی حالت دیکھ ھدیل کو مطلی ہونے لگی اور وہ اچانک وہیں الٹی کرنے لگی.

اسے سمجھ نہیں آیا کہ اس نے کب رونا اور لانا شروع کیا جبکہ انسپکٹر واڈیا اسے ہمت کرنے کا کہہ رہے تھے.

شمس اپنی جگہ منجمد کھڑا اس ویڈیو کو گھور رہا تھا اور پھر ھدیل کی جانب پلٹا .
لیکن اس کی بدلی ہوئی نظریں دیکھ کر رک گیا

وہ خوف سے بری طرح کانپ رہی تھی۔ آخر اس ہوڈ کو اچھے سے پہچانتی تھی اور اس قاتل کو بھی.

وہ کانپنے لگی خوف۔۔۔غصے۔۔۔ نفرت۔۔۔ ہر احساس تھا اس کی نظروں میں۔

شمس اپنی جگہ پہ رک گیا تھا۔۔۔۔وہ اسے ایسے کیوں دیکھ رہی تھی۔۔۔۔اس کے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔۔۔۔
کسی احساس کے تحت شمس کی پتلیاں پھیلی تھیں. وہ جانتی تھی کہ وہی تبریز ہے۔۔۔۔اس کی آنکھیں گواہی دیتی تھیں.

ان کی نظریں انسپکٹر واڈیا سے چھپ نہیں پائی تھیں .
ھدیل نے اپنا بیگ پکڑا اور وہاں سے بھاگ گئی. شمس اس کے تعاقب میں جانے لگا جب انسپکٹر واڈیا نے اسے روک دیا.

-------------

وہ یونی سے بھاگتی ہوئی کانپتے ہاتھوں سے شہیر کو کال کرے لگی.

پہلی ہی بل پہ اس نے فون اٹھالیا تھا---

شہیر---شہیر تم کہاں ہو-----

وہ اپنے بال نوچتی کہ رہی تھی جبکہ سب اسے عجیب نظروں سے دیکھنے لگے.

میں ٹھیک ہوں---لیکن تمہیں کیا ہوا---

اس کی آواز میں حیرت کا عنصر تھا۔شہیر---م---میں یہاں ہوں یونی----پلیز مجھے لے جاؤ----

اس وقت وہ سمجھ بھی نہیں پا رہی تھی کہ کیا کرے----اگر شمس کا نام لیتی بھی تو کیا ثبوت دیتی۔

اور اگر اس نے اسے بھی مار دیا تو----

وہ ایک بار پھر رونے لگی---نہیں شہیر اس کی مدد ضرور کرے گا---ہاں وہ اسے اس کے بھائی کی حقیقت بتائے گی تو وہ ضرور اس کی مدد کرے گا---

اچھا ر کو-----

میں ابھی آرہاہوں اوکے۔۔۔۔

پلیز جلدی آؤ۔۔۔

بس بیس منٹ۔۔۔۔ تم ایسا کروتک کسی کیفے جاؤاور میراانتظار کرو۔۔۔

پلیز جلدی۔۔۔۔پلیز۔۔۔۔

وہ منت کرتی کہنے لگی تو شہیر نے فون کاٹ دیا۔۔۔

ہاں اسے یہاں نہیں رکنا چاہئیے۔۔۔وہ ضرور اسے ڈھونڈے گا۔۔۔وہ اپنا بیگ مضبوطی سے پکڑتی یونی کے قریب کسی کیفے کی جانب بڑھ گئی .

------

ھدیل کی آواز سے ظاہر تھا کہ وہ پریشان تھی. شہیر نور کے بالوں میں انگلیاں پھیرتا اسے دیکھنے لگااور پھر جھک کراس کے سرد ہونٹوں کو چھولیا.

مجھے اب جاناہوگا۔۔۔۔بائے۔۔۔۔۔

وہ اس کے پاس زمین پہ لیٹا تھااور پھر اٹھ کھڑاہو۔۔۔

مائیکل جکسن کا گانا چلاکر جلدی سے فریش ہوااور وہاں موجود اپنے کپڑے پہن کر دھن پہ ناچتا ہوانور کے بدن کے اوپر سے پھلانگتاوہاں سے چل دیا۔

--------------

اس گھر جانا تھا۔۔۔۔اس ہوڈ کو جلانا تھا اور اس کے بعد وہ ھدیل سے بات کرتا.

انسپکٹر نے جان بوجھ کر اسے روکے رکھا اور اب وہ اپنی گھر کے پارکنگ ایریا میں تھا.

اسے اپنا ملازم کہیں نا دکھا تو وہ سیدھا اندرونی دروازہ کی جانب بڑھا .
لیکن سامنے کے منظر سے تو جیسے اس کی کائنات الٹ گئی ہو.

اس کی ملازمہ اور ملازم دونوں کا سر دوجود وہاں گرا ہوا تھا.

خون ان کے وجود سے بہتہ ہوا دروازہ تک پہنچ چکا تھا. کسی نے انہیں بے دردی سے قتل کیا تھا.

وہ لڑکھڑاتا ہوا اپنے کمرے کی جانب بڑھا جہاں ایک اور ٹھنڈا وجود گرا ہوا تھا.

وہ اسے پیچانتا تھا۔۔۔۔وہ نور تھی۔۔۔۔ھدیل کی دوست۔۔۔۔
اس کے جسم پہ تشدد کے نشان تھے اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اسے زیادتی کا نشانہ بنایا گیا ہو .
کسی نے اس کا سینہ چاک کر کے انتڑیاں اور اندرونی اعضاء باہر نکال دیئے تھے.

اس درندگی کو دیکھ ایک لمحہ وہ بھی کانپ اٹھا تھا.

شھیر۔۔۔۔۔۔

وہ زیر لب بڑبڑایا جب اسے پولیس کے سائرن کی آواز سنائی دی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ کیفے کے باہر کھڑی دوبارہ اسے کال ملا رہی تھی جب کچھ ہی فاصلہ پہ شھیر کی کار کو رکتا دیکھا.

وہ موبائل واپس بیگ میں ڈالتی اس کے پاس بھاگتے ہوئے آئی تھی.

شھیر۔۔۔اوہ مائی گاڈ۔۔۔شکر ہے تم آ گئے۔۔۔

اس کیسانس پھولی ہوئی تھی جبکہ آنکھیں خوف سے پھیلی ہوئیں۔

ھدیل کیا ہوا ہے تمہیں اور مجھے ایسے کیوں بلایا۔۔

وہ اسے کندھوں سے مضبوطی ست تھامتا ہوا پوچھنے لگا جسے ھدیل نے اپنی پریشان میں نظر انداز کر دیا.

شھیر وہ۔۔۔۔میں کیسے بتاؤں مجھے سمجھ نہیں آ رہی۔۔۔

وہ اپنا چہرہ رگڑتے ہوئے کہنے لگی.

گہرہ سانس لو۔۔۔۔ہاں اب دیکھو میری جانب۔۔۔اب ایسا کرو کہ شروع سے بتاؤ کیا بات ہے۔۔۔۔تم اتنا بوکھلائی ہوئی کیوں ہو۔۔۔

ھدیل نم آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی۔۔۔۔وہ اسے کیسے بتاتی کہ اس کا بھائی ایک قاتل ہے۔۔۔۔

شھیر پلیز۔۔۔۔میری بات کا یقین کرنا پلیز۔۔۔۔

ھدیل مجھے تم پہ یقین ہے۔۔۔۔اور تم مجھے سکون سے ساری بات بتاؤ۔۔۔

کسی خوف کے تحت وہ اپنے اطراف میں دیکھنے لگی۔

یہاں نہیں پلیز۔۔۔۔

شھیر کچھ لمحے اسے دیکھنے لگا اور پھر اسے کار میں بٹھا دیا۔۔۔

وہ اپنا بیگ جکڑتے ہوئے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی.

شھیر نے ڈرائیونگ شروع کر دی اور کچھ لمحہ ان کے درمیان سکوت چھایا رہا۔

اب بتاؤ کیا بات ہے۔۔۔۔

وہ کسی پارک کے باہر گاڑی روکتے ہوئے پوچھنے لگا.

ھدیل ابھی بھی اسے بے یقینی سے دیکھ رہی تھی۔

ھدیل۔۔۔۔جو بھی بات ہے بے جھجک کہو۔۔۔۔میں تم پہ پورا یقین رکھتا ہوں۔۔۔۔

اس کی تسلی پہ وہ مسکرا بھی نا پائی.

شھیر۔۔۔۔وہ۔۔۔آئی۔ٹی کا سٹوڈنٹ عفان۔۔۔۔۔وہ قتل ہو گیا ہے۔۔۔۔

ھدیل ہونٹ کو کاٹتی ہوئی سسکیاں روکتی ہوئی کہنے لگی .

شھیر نے اسے چونک کر دیکھا۔۔چہرہ پہ دکھ کے تاثرات واضح تھے۔۔

کب۔۔۔۔کیسے۔۔۔۔

ایک بار پھر وہ اندوہناک منظر اس کی نظروں کے سامنے آیا تو وہ سر جھٹکنے لگی.

شھیر م۔۔۔مجھے لگتا ہے کہ پروفیسر شمس اس میں۔۔۔م۔۔۔۔ملوث ہیں۔۔۔۔

وہ اسے کانپتے ہوئے بتانے لگی.

شھیر نے اسے ایسے دیکھا جیسے وہ مزاق کر رہی ہو۔۔۔

شمس۔۔۔۔میرا بھائی۔۔۔۔

اس کے سوال پہ ھدیل صرف سر ہلا گئی۔۔

پلیز شھیر۔۔۔۔میرا یقین کرو۔۔۔۔میں جھوٹ کیوں کہوں گی۔۔۔۔۔میں نے ویڈیو دیکھی ہے اس کے قتل کی۔۔۔۔

وہ ہذیانی انداز میں کہنے لگی تو شھیر اسے پرسکون کرنے کی ناکام کوشش کرنے لگا.

ھدیل تمہیں کوئی غلطی ہوئی ہو گی۔۔۔

مجھے کوئی غلطی نہیں ہوئی۔۔۔۔تم نے کہا تھا بھروسہ ہے مجھ پہ۔۔۔۔۔

ہاں لیکن تم میرے بھائی کی بات کر رہی ہو ھدیل۔۔۔۔

ھدیل ہتھیلیوں سے اپنے آنسو صاف کرتی گویا ہوئی۔

تم تو بھائی ہو۔۔۔۔جانتے ہو گے اس کے پاس ایک ہوڈ ہے۔۔۔۔بلیک کلر میں۔۔۔۔۔پشت پہ ایک w لکھا ہے۔

وہ بتانے لگی تو شھیر اپنے ذہن پہ زور دینے لگا۔

ہاں۔۔۔۔۔ہے تو۔۔۔۔

وہی ہوڈ اس ویڈیو میں پہن رکھی تھی اس نے۔۔۔۔۔شھیر پلیز۔۔۔۔وہ بہت خطرناک ہے۔۔۔۔

ھدیل پلیز۔۔۔۔بھائی تو کل مری میں تھے وہ کیسے ہو سکتے ہیں۔

یہ بھی تو ہو سکتا ہے وہ اس کے بعد وہاں گیا ہو۔۔۔۔ھدیل چیخی تو شھیر اسے ناگوار نظروں سے دیکھنے لگا.

اگلے ہی لمحہ اس نے کار سٹارٹ کی اور اسے مین روڈ پہ ڈال دیا۔

ہم کہاں جارہے ہیں۔۔۔ھدیل نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

مری۔۔۔۔تاکہ ہم یہ جا۔سکیں کہ تم سچ کہ رہی ہو یا یہ محض تمہارا وہم ہے۔۔۔۔

وہ ڈرائیونگ پہ دھیان دیتا ہوا کہنے لگا تو ھدیل بھی خاموش ہو گئی۔

شاید اسے مری سے کچھ ثبوت مل سکیں۔۔۔لیکن اس بنگلہ میں واپس جاتے ہوئے اس کی روح کانپتی تھی.

--------

سائرن کی اواز سے صاف تھا کہ پولیس اس کے گھر کے باہر موجود ہے۔

اگر وہ لوگ اسے اس طرح پاتے تو یقینا قاتل مان لیتے.

شمس تیزی سے کچن کی جانب بڑھا اور وہاں سے پچھلے احاطے میں داخل ہوا.

تبھی اسے پولیس کی اس کے گھر داخل ہونے کی آواز آئی۔وہ لوگ نعشیں دیکھ چکے تھے

شمس احاطے سے ہوتا پچھلے دروازے ی جانب بڑھا سڑک پہ نکلتے ہی وہ مخالف سمت میں چل دیا لیکن اس کے گھر کا جائزہ لیتے ہوئے ایک انسپکٹر نے اسے پہچان لیا تھا.

اوئے۔۔۔۔۔رک۔۔۔۔۔۔

اس نے شمس کو دیکھتے ہی آواز لگائی تو شمس اپنی رفتار بڑھاتے ہوئے وہاں سے بھاگنے لگا.

اسے ہر حال میں شہیر یا ھدیل تک پہنچنا تھا۔ اسے بہت سارے سوالات کا جواب چاہئیے تھا.

وہ بیک سائیڈ سے چکر لگاتا ہوا انسپکٹر کو بہکا کر اپنی کار تک پہنچا تھا.

لیکن اسے سٹارٹ کرتا اس سے پہلے کسی نے اسے دبوچا تھا.

شمس پھرتی سے پلٹا اور انسپکٹر کے ناک پہ ایک گھونسا رسید کیا.

وہ لڑکھڑاتا ہوا اس سے دور ہوا تو شمس تیزی سے کار میں بیٹھ گیا.

موبائل پہ ایک ایپلیکیشن میں ھدیل کا نمبر ڈالا تو وہ اسے مری کی جانب بڑھتا ظاہر کر رہا تھا.

شمس ایک لمحہ کے لئے چونکا تھا۔۔وہ مری کیوں جا رہی تھی.

-----------

وہ اس بنگلہ کے باہر کھڑی تھی جہاں اس نے دوبارہ کبھی نا جانے کا ارادہ کیا تھا۔

بیرونی دروازہ ایک تالہ سے بند تھا جسے شہیر نے ایک بڑے پتھر سے توڑ دیا تھا اور اب وہ اندرونی دروازہ کی سمت بڑھ رہا تھا.

یہی کھڑی رہو گی اب کیا۔۔۔

وہ پلٹ کر اس سے مخاطب ہوا تو ھدیل ماضی کی تلخ یادوں سے واپس لوٹی تھی.

وہ اپنے قدم ایک بار پھر اس سمت بڑھانے لگی تھی جہاں سے کچھ سال بعد بہت مشکل سے فرار ہوئی تھی.

لیکن کیا وہ اس دن خطرہ میں تھی یا آج۔۔۔۔اس کا فیصلہ تو وقت ہی کر سکتا تھا.

درختوں کے پتے سوکھ کر راستے پہ گرے ہوئے تھے اس ے قدموں کے نیچے آتے تو آواز پیدا ہوتی .

اسے بھی اپنا آپ اس پتے کی طرح ہی لگا تھا.

شھیر نے کیاریوں کی اوٹ سے چابی نکالی اور اندرونی دروازہ وا کیا۔۔۔ھدیل نے ایک گہری سانس بھری تھی.

اندر داخل ہوتے ہی شھیر نے دروازہ بند کر دیا اور ھدیل اطراف کا جائزہ لینے لگی.

ہر چیز دھول مٹی سے بھری ہوئی تھی۔۔۔۔شطرنج کی تصاویر ابھی بھی وہیں لٹکی تھیں .

ھدیل نے خود میں خوف سرایت کرتا پایا تو کانپ اٹھی.

شھیر۔۔۔ہمیں یہاں کوئی ثبوت کیسے ملے گا۔۔۔۔

وہ میز پہ پڑی دھول کو انگلیوں سے چھوتی ہوئی کہنے لگی.

نہیں ہمیں یہاں کوئی ثبوت نہیں ملے گا۔۔۔۔۔

نہیں ملے گا۔۔۔۔۔تو پھر ہم یہاں کیوں آئے۔۔۔۔۔

وہ پیشانی پہ بل چڑھائے اس سے مخاطب ہوئی. اور اوپر جاتی سیڑھیاں تکنے لگی۔

شھیر کے چہرے پہ ایک عجب مسکراہٹ پھیلی تھی۔

تم ابھی بھی نہیں سمجھی۔۔۔۔۔ تمہیں یہاں لانے کا مقصد ثبوت ڈھونڈنا نہیں تھا۔۔۔۔۔

وہ ہنستے ہوئے کہنا لگا تو ھدیل کی گردن کے بال تک کھڑے ہونے لگے.

وہ ایک دم اس کی جانب پلٹی جب شھیر کے زوردار تھپڑ سے وہ بل کھاتی ہوئی فرش پہ گری۔

-------------

ھدیل کا سر بری طرح چکرا رہا تھا۔

اسے سمجھ نہیں آئی کہ یہ ایکدم کیا ہوا۔ وہ دھول مٹی سے بھرے فرش پہ گری ہوئی ے ھی اور چہرے پہ ہاتھ رکھا ہوا تھا۔

ھدیل کو محسوس ہوا جیسے کسی نے کوئی پتھر اٹھا کر اس کے رخسار پہ جڑ دیا ہو.

وہ بری طرح کراہ اٹھی تھی۔ اور پھر چہرہ کا رخ پلٹ کر سامنے کھڑے شھیر کو دیکھنے لگی.

وہ اس کی ٹانگوں کے قریب کھڑا شیطانی مسکراہٹ چہرے پہ سجائے ہوئے تھا۔

ھدیل بری طرح لرز گئی اور کہنی کا استعمال کرتی اپنا وجود اس سے دور کھینچنے لگی جب شھیر نے زور سے اس کے گھٹنے پہ وار کیا اور وہ چیخ اٹھی۔

اس کی چیخ اس سنسان جگہ پہ گونج اٹھی تھی. اور پھر شھیر دیوانہ وار ہنسا تھا۔

کیا ہوا۔۔۔۔ حیران ہوئی۔۔۔۔

وہ اپنے آنسو روکنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ شھیر کا عکس دھندلا چکا تھا۔

ہمممم۔۔۔ کیا اب نہیں بولو گی۔۔۔۔ شھیر جلدی آو پلیز۔۔۔۔

وہ اس کی نقل اتارتا کہنے لگا اور پھر سے مسکرا دیا۔

ھدیل نے پھر سے خود کو اس نے دور کھینچنے کی کوشش کی تو وہ اس کے گھٹنے پہ ایڑی رکھ کر مسلنے لگا تو وہ بے اختیار چیخنے لگی۔

وہ اتنی تکلیف برداشت نہیں کر پا رہی تھی۔۔۔ اس کی انکھیں پھٹ چکی تھیں اور جسم درد سے کپکپا رہا تھا.

ش۔۔۔ شھیر۔۔۔۔۔

وہ کچھ بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی۔۔۔ یا شاید سمجھنا نہیں چاہتی تھی۔

وہ بیچارگی سے آہ۔۔وبکا کرنے لگی۔

شھیر اس سے دو قدم دور ہوا تو ھدیل نے کہنیوں سے خود کو کھینچتی اس سے دور ہوئی۔

اسے کہاں معلوم تھا کہ شھیر اس کے ساتھ ایسا کرے گا۔۔۔۔اس نے اس کی کمزوری پہ وار کیا تھا۔

ت۔۔۔۔تم تبریز سے ملے۔۔۔۔۔

وہ اپنا تھوک نگلتی کپکپاتی ہوئی بولی تھی۔۔۔۔آنکھیں بار بار میچتی وہ آنسو اپنی انکھوں سے دور کرنا چاہتی تھی۔

تبریز۔۔۔۔تبریز۔۔۔۔تبریز۔۔۔۔۔۔نہیں ہوں میں تبریز۔۔۔۔۔میری جان۔۔۔۔۔۔

وہ اس سے دور ہوتا کہنے لگا تو ھدیل بمشکل اپنی ایک ٹانگ پہ کھڑی ہونے لگی۔ جسم پسینے سے شرابور ہو چکا تھا۔

یہ سب کچھ کیا ہو رہا تھا اسے سمجھ نہیں ارہی تھی لیکن ابھی وہ اہم بھی نہیں تھا۔۔۔اسے صرف اس جگہ سے کسی طرح دور جانا تھا.

وہ پر سکون سا سیڑھیوں کے قریب موجود پرانی رسی اس کی طرف لے کر بڑھنے لگا.

شہیر مجھے جانے دو پلیز۔۔۔۔۔۔

وہ منمناتی ہوئی کہنے لگی۔

آہ۔۔۔۔پلیز۔۔۔۔۔اب تم بھی نور کی طرح مت کرنا۔۔۔پلیز چھوڑ دو مجھے۔۔۔۔۔۔میں نے کیا بگاڑا ہے۔۔۔۔۔۔۔کان پک گئے تھے میرے یقین کرو آخر کار اسے کاٹتے ہوئے بہت سکون آیا۔۔۔

وہ اتنے سکون سے کہہ رہا تھا جیسے نور کوئی انسان نہیں تھی۔

ھدیل آنکھیں پھیلائے اسے دیکھنے لگی۔

کیا کیا تم نے نور کے ساتھ۔۔۔۔۔۔۔

وہ یکدم چیخی تو شہیر مسکرا دیا۔۔۔۔

زیادہ کچھ نہیں۔۔۔۔۔اسے ہی تو خواہش تھی میری توجہ کی۔۔۔۔۔اور میری توجہ کوئی برداشت نہیں کر سکتا۔۔۔۔

وہ اسے کندھے سے تھامتا کہنے لگا تو ھدیل نے اس کے چہرہ پہ گھونسہ مارنا چاہا جسے شہیر نے آرام سے تھام لیا اور ایک زوردار مکہ ھدیل کے پیٹ میں رسید کیا۔

اسے لگا کہ وہ کبھی سانس نہیں لے پائے گی اور مر جائے گی۔

سانس ایک دم اکھڑا تھا اور وہ پیٹ پہ ہاتھ رکھتی نیچے گرنے لگی.

وہ ہوا کو اپنے اندر کھینچنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن وہ بھی تکلیف دہ تھا۔

ھدیل فرش پہ گری خود میں سکڑ کر کانپنے لگی تو شھیر نے اس کے اور تھوک دیا۔

اور پھر زانوں بل اس کے سامنے بیٹھتا بالوں کو چھونے لگا۔

جانتی ہو میری جان۔۔۔۔اس دنیا میں صرف خوفناک خواب ہی حقیقت بنتے ہیں۔۔۔۔

چلو میں تمہیں ایک کہانی سناتا ہوں۔۔۔۔۔

وہ میز پہ چڑھتا فانوس کی ہک میں رسی ڈالتا ہوا کہنے لگا۔

اس کے لہجہ میں اطمینان جھلک رہا تھا جبکہ ھدیل ابھی تک سانس لینے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔۔تکلیف تھی کہ بڑھتی جا رہی تھی.

ایک بچہ تھا جس کا نام شھیر تھا۔۔۔۔۔اس کی ماں اپنے آوارہ شوہر کے ساتھ مصروف رہتی۔۔۔۔اس بچہ کے دن اور رات اندھیرے کمرے میں گزرتے کیونکہ اس عورت کو اس کی موجودگی پسند نہیں تھی.

پھر ایک دن اچانک اس کا بھائی اسے ملنے آتا ہے۔۔۔۔

ھدیل اپنے گھٹنوں میں سر دیئے اس کی باتیں سن رہی تھی وہ پاگل تھا۔۔۔ لیکن ھدیل چاہتی تھی کہ وہ بولتا رہے تا کہ وہ اپنے حواس قائم کر سکے۔

اور اس کا بھائی تو ویسا بلکل نہیں تھا۔۔۔۔ لیکن جانتے ہو اس بچے کو اپنے بھائی سے کوئی حسد نہیں تھا۔۔۔۔ بلکہ وہ تو اسے اپنا مانتا تھا۔۔۔۔۔ وہ واحد چیز جو اس کی تھی۔۔۔۔ جس پہ حق تھا۔۔۔۔ اور اس کا بھائی بھی تو اسکا بننا چاہتا تھا۔

لیکن اس کی ماں کے شوہر کو یہ پسند نہیں تھا۔۔۔ تھو جانتی ہو اس بچے نے کیا کیا۔۔۔۔

وہ میز سے چھلانگ لگاتا نیچے اترا اور اس کے بال دبوچ کر چہرہ اپنی جانب کیا۔

ھدیل کیا رنگ سانس اکھڑنے اور تکلیف کی وجہ سے سرخ ہو چکا تھا۔

پوچھو پوچھو۔۔۔۔ کیا کیا۔۔۔

جب ھدیل کچھ نا بولی تو شھیر غصہ سے اس پہ جھکا۔۔۔ میں نے کہا پوچھ کیا کیا۔۔

وہ اس کے چیرے پہ جھک کر دھاڑا تو ھدیل آنکھیں بند کر گئی .

شھیر نے غصہ سے اس کی بائیں آنکھ پہ مکہ رسید کیا تو وہ بلبلا اٹھی۔

کیا۔۔۔کیا۔۔۔

اس کے لبوں سے بے اختیار نکلا تھا۔۔۔

شہیر اس کے حالت پہ مسکراتا پھر سے اٹھ گیا۔

اس بچے کو اپنے ستیلے باپ کا درمیان میں آنا پسند نا آیا۔ تو اس نے اپنے بھائی شمس کو کہا کہ اس کا ستیلا باپ اس سے زیادتی کرتا ہے۔۔۔۔اسے مارتا ہے۔۔۔۔

خود کو سچا دکھانے کے لئے اس بچہ نے اپنے بھائی کو وہ نشان بھی دکھائے جو اس نے خود اپنے جسم پہ بنائے تھے۔

اپنی بات مکمل کر کے دیوانہ وار ہنسا تھا۔۔۔۔اور اس شمس نے شہیر کی بات کا یقین کر لا اور اس کے ستیلے باپ کو قتل کر دیا۔۔۔۔۔

اممم۔۔۔۔کیا ہے خوبصورت سماء تھا وہ۔۔۔۔۔۔پھر شہیر کو سمجھ آیا کہ دوسروں کو بیوقوف بنانا کتنا آسان ہے۔۔۔۔۔ان کے دماغ سے کھیلنا۔۔۔۔انہیں اپنی کٹھپتلی بنایا۔۔۔۔

لیکن۔۔۔۔۔جیسا شہیر چاہتا تھا ویسا نہیں ہوا اور شمس پاکستان چلا گیا۔۔۔۔

اب شہیر بھی جوان ہو چکا تھا۔۔۔۔اسے اپنے بھائی سے ملنا تھا۔۔۔جو اس کا تھا۔۔۔۔جس کی زندگی پہ اس کا حق تھا۔۔۔

لیکن جب وہ یہاں آتا ہے تو کیا دیکھتا ہے۔۔۔۔

وہ ایک بار پھر ھدیل کی جانب بڑھا جو اپنی سسکیاں روکنے کی ناکوم کوشش کر رہی تھی۔

اسے ایک ناگن نے اپنے قبضے میں کر لیا۔۔۔۔ شمس اسے خوفزدہ کرتا اور اپنے پروجیکٹ کے لئے استعمال کرتا۔۔۔

وہ اس کے رخسار کو انتہائی نرمی سے چھوتا کہنے لگا تو ھدیل خوف کے زیر اثر چہرہ پلٹ گئی۔

لیکن شھیر کو یہ پسند نہیں آیا۔۔۔۔ کوئی اور ان کے درمیان نہیں آسکتا تھا۔۔۔۔

وہ ناگن بھی شمس کو ویسے ہی چھین لیتی جیسے اس کی ماں کو اس شخص نے چھین لیا تھا۔

تو شھیر نے ایک فیصلہ کیا۔۔۔۔ اس خوبصورت ناگن کے گھر گھسا اور وہ ڈرتے ہوئے وہاں سے بھاگ گئی۔۔۔

وہ اس کے کان میں سرگوشی کرنے لگا اور ھدیل خود میں سکڑنے لگی۔ اس کے منہ سے خوف کے زیر اثر عجیب آوازیں نکلنے لگی۔

شھیر نے اس کے کمرے میں کیمرہ لگایا۔۔۔ اور اس کی برہنہ تصاویر لیں۔ پھر وہ تصاویر ان خفیہ تصویروں میں چھپا دیں جو کہ اس کے بھائی نے لے رکھی تھیں۔

ھدیل نے خود میں آگ محسوس کی تھی۔۔۔۔جن تصاویر نے اس کے ذہنیت پہ اثر ڈالا۔۔۔جس سے وہ تبریز سے نفرت کرنے لگی وہ تبریز نہیں بلکہ شھیر تھا۔

شھیر اس کے تاثرات مسکراتا ہوا دیکھنے لگا کیا ہوا برا لگا۔۔۔۔وہ ایک آنکھ دباتا اس کے قریب سے اٹھ کھڑا ہوا.

جب وہ اس کے بھائی کے ساتھ اس کے گھر گئی تو ان تصاویر کو دیکھ کر بوکھلا گئی اور وہاں سے بھاگ گئی۔۔۔

ہممم۔۔۔بلکل جیسا شھیر نے سوچا تھا۔۔۔۔اس نے اس ناگن کا کام تمام کر دیا۔۔۔۔
اس کا بھائی شھیر کے ساتھ امیریکہ چل دیا۔

شھیر نے دوبارہ اسے حاصل کر لیا۔لیکن یہ سب وقتی تھا۔۔۔۔کیونکہ پانچ سال بعد۔۔۔شمس واپس آتا ہے۔۔۔۔۔اور وہ ناگن پھر سے اسے اپنے بس میں کر لیتی ہے۔۔۔۔

اب کی بار وہ خوفناک تاثرات لئے دھاڑا تھا اور یکہ بعد دیگرے اس کے جسم پہ اپنی لات سے حملہ کرنے لگا۔

ھدیل خود میں سکڑی ہوئی محض چیخیں مانے لگی۔

ہاہاہا۔۔۔ تمہیں لگتا ہے یہاں پہ کوئی تمہیں سن لے گا تو تم غلط ہو۔۔۔۔ یہاں کوئی تمہاری مدد نہیں کرنے والا کوئی بھی نہیں۔۔۔۔

تو نے میرا بھائی مجھ سے چھینا جبکہ وہ میرا تھا۔۔۔۔ وہ اس کا بے جان چہرہ اپنے پنجہ میں جکڑتا چلانے لگا۔

وہ واحد شخص تھا جسے میری پرواہ تھی اور تو نے وہ مجھ سے چھننا چاہا۔۔۔

میں نے مارکیٹ میں وہ دو لوگ تجھے سبق سکھانے کے لئے بھیجے لیکن شمس نے تجھے بچا لیا۔۔۔ میں نے اس جیسی ہوڈ پہن کر جنگل میں اپنا تعاقب کرنے پہ مجبور کیا لیکن شمس نے تجھے اس سمت اتا دیکھ لیا اور تب بھی تو بچ گئی.

وہ اس کے چہرے کے قریب ہذیانی انداز میں چلا رہا تھا جبکہ وہ انکھیں زعر سے بند کئے ہوئے تھی۔

اور تو اس کے ساتھ ساری رات رہی۔۔۔ جانتی ہے میرا بجائی میرے ہاتھوں سے سرکنے لگا ۔۔۔۔ تیری وجہ سے وہ پہلی بار مجھ پہ غصہ ہوا۔۔۔۔ تیری وجہ سے وہ میری کٹھپتلی نہیں رہا۔۔۔۔۔ اور تجھے لگتا ہے کہ اس کی سزا نہیں ملے گی۔۔۔

وہ اس زور سے دھکا دیتا اٹھ کھڑا ہوا اور اس رسی کی گرہ لگانے لگا۔

ھدیل گہری سانس لیتی بنا آواز کئے کھڑی ہونے لگی اور قریب موجود ڈھول سے بھرا لیمپ اٹھا لیا جیسے ہی شہیر میز سے اترتا اس کی جانب پلٹا اس نے زور سے لیمپ اس کے سر پہ دے مارا۔

شہیر اچانک حملہ سے ایک دم لڑکھڑایا اور تکلیف سے دور ہٹا۔۔۔ھدیل بھی اپنے قدموں پہ کچھ لڑکھڑا گئی لیکن خود کو سنبھال کر دوبارہ اس کی جانب بڑھی۔

اس کی انکھوں خون اتر چکا تھا۔۔۔اس نے اسے اپنا دوڈت سمجھا لیکن وہی اس کی پیٹھ میں چھرا گھونپتا رہا۔

وہ اس وقت اس کا قتل کر دینا چاہتی تھی۔
وہ ایک چیخ ے ساتھ دوبارہ اس کی جانب بڑھی لیکن شہیر نے اس کا حملہ روک کر اس کی بازو کو ایک جھٹکے سے گھمایا تو ھدیل کا کندھا ایک آواز کے ساتھ ٹوٹ گیا۔

کسی جانور سی آواز نکلی تھی اس کے حلق سے۔
شہیر نے اس کو تیزی سے اٹھایا اور میز پہ گرا کر اس کی دونوں ہاتھ پشت کے باندھنے لگا۔

درد کے باعث اس کے لئے ہلنا بھی مشکل ہو چکا تھا۔ دہشت اور تکلیف اے رنگ سفید پڑنے لگا۔

تم جیسی بیوقوف میں نے کبھی نہیں دیکھی۔۔۔۔۔میں تمہارے لیپ ٹاپ پہ آسانی سے ہاتھ صاف کرتا اسے ہیک کر گیا اور پھر اسی سے لی گئی تصاویر تمہیں بھیجیں۔

لیکن شمس تمہیں بارش میں اپنے گھر لے گیا۔۔۔۔

اس دن میں نے فیصلہ کر لیا کہ تمہاری سانسیں ایسے چھینوں گا کہ دوبارہ کوئی ایسی ہمت نہیں کرے گا۔

وہ اسے ٹوٹی ہوئی بازو سے کھینچتا کھڑا کرنے لگا تو وہ چیخ اٹھی.

رسی کا دوسرا سرا اس نے ھدیل کے بالوں سے اچھی طرح باندھ دیا۔

اگر وہ اپنے بازو زرا بھی ہلاتی تو گردن کو کھچاؤ محسوس ہوتا۔

شھیر اپنے کام سے مطمئن ہوتا میز سے اترا اور مسکراتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔

جانتی ہو عفان کو بے دردی سے یا نور کو قتل کرتے ہوئے بھی مجھے اتنا مزہ نہیں ایا جتنا سکون اب مل رہا ہے۔۔۔۔۔۔

وہ متبسم سا کہنے لگا۔

ہمممم ابھی کچھ کمی ہے۔۔۔۔۔۔وہ اپنے لبوں کو چھوتا کہنے لگا۔

ھدیل کھڑی نہیں ہو سکتی تھی اس لئے لڑکھڑائی اور نیچے گری جس سے اس کے دونوں بازو مڑے اور کندھوں سے ٹوٹ کر سیدھا ہو گئے.

اس کے وجود میں اب اتنی بھی طاقت نا تھی کہ چیخ سکے لیکن محض تڑپ کر رہ گئی۔

بالوں کی وجہ سے وہ ٹھیک سے گر بھی نا پائی اور گردن پہ دباؤ بڑھنے لگا۔

اہ۔۔۔۔اب لگ رہی ہو نا اچھی۔۔۔۔

وہ خوش ہوتا کہنے لگا۔

ھدیل محض ایک ٹانگ پہ خود کو سہارا دے رہی تھی اس کی انکھیں جیسے پھٹ کر باہر نکلنے کو تھیں۔

وہ خوفزدہ تھی کہ اب گردن بھی ٹوٹ جائے گی۔

جانتی ہو تم مرو گی اور اس سب کا الزام بھائی پہ ائے گا۔۔۔۔اور اسے مجھ سے غداری کی سزا ملے گی۔۔۔

وہ مسکراتا ہوا خنجر نکالتا اس کے قدموں کی جانب بڑھا .

وہ اس کے ٹھیک پاؤں کو ہلکا سا کاٹنے لگا

ھدیل نے انکھیں زور سے بند کر لیکن اگر وہ ہلتی تو موت سامنے تھی.

بائے۔۔۔بائے۔۔۔۔۔میری جان۔۔۔۔

اس نے خنجر کو مٹھی میں لے کر پوری طاقت سے اس کے پاؤں پہ وار کرنے لگا جب کوئی چیز طوفان کی طرح آکر اس سے ٹکرائی اور اس نئی آفت کے ساتھ ھدیل سے دور زمین پہ جا گرا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اسے اپنی آنکھوں پہ یقین نہیں آرہا تھا۔ شھیر اس حد تک گر سکتا تھا۔

خنجر اس کے ہاتھ سے چھوٹتا ایک طرف گر چکا تھا۔ اور وہ خود کو سنبھال کر تیزی سے پلٹا تو شمس کو سامنے کھڑا پایا جو ھدیل کو دیکھ رہا تھا۔

ھدیل کی حالت دیکھ کت شمس کا رنگ فق ہوا تھا۔

اس کا چہرہ چھت کی جانب بلند تھا لیکن اس کی آنکھوں سے آنسو بہتے اور چہرے پہ بہتے گر جاتے۔

آنکھ بری طرح سوجھ چکی تھی اور وہ اس سے کچھ بھی دیکھ نہیں پا رہی تھی۔

شمس نے شھیر کے ہاتھ سے گرا ہوا خنجر اٹھایا اور جلدی سے رسی کاٹنے لگا۔

وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا اس سے پہلے شھیر نے میز کو زور سے کک کی جس سے وہ لڑکھڑا گیا لیکن رسی پرانی ہونے کی وجہ سے کٹ چکی تھی اور وہ ھدیل کے ساتھ فرش پہ گرا تھا۔

وہ کسی گڑیا کی طرح اس پہ گری تھی اس کے بے جان وجود کو دیکھ کر شمس تڑپ ہی تو گیا تھا۔

ھدیل۔۔۔۔۔۔۔۔

اس نے ھدیل کا چہرہ تھپتھپایا لیکن وہ شاید بیہوش ہو چکی تھی۔

شھیر میز کے دوسری جانب سے ان کی طرف بڑھا۔

وہ ھدیل پہ وار کرنے لگا تو شمس تیزی سے پلٹتا اس کو خود سے ڈھانپ گیا جس کی وجہ سے شھیر نے شمس کی کمر میں لات رسید کی.

شھیر نے غضب میں آکر دوسری بار حملہ کیا تو شمس نے اس کی ٹانگ کو پکڑ کر کھینچا۔

وہ فرش پہ کمر کے بل گرا تو شمس کھڑا ہوتا اسے ھدیل سے دور کھینچنے لگا۔

شھیر۔۔۔۔۔۔ کیا تم پاگل۔۔۔۔۔۔

شمس مزید کچھ کہتا اس سے پہلے اس نے دوسرے پاؤں سے اس کے سینے پہ وار کیا۔

شمس ایک جھٹکے سے اس سے جدا ہوا۔

اس نے نور کے ساتھ جو کچھ کیا وہ اپنی انکھوں سے دیکھ کر آرہا تھا۔۔۔۔ ھدیل کی حالت بھی اس کے سامنے تھی۔

لیکن وہ اس کا بھائی تھا۔۔۔۔۔۔ان دونوں میں ایک ہی خون بہتا تھا۔۔۔۔۔۔اس نے اپنے باپ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کا خیال رکھے گا۔

شہیر۔۔۔۔۔رک جاؤ۔۔۔۔۔۔

تم دونوں کو سزہ ملے گی۔۔۔۔۔

شہیر نے پھر سے خنجر اٹھا کر شمس پہ وار کیا تو وہ اس کا رخسار چیر تا ہوا گزر گیا۔

شمس اس کا ہاتھ اپنی گرفت میں کئے روکنے کی کوشش کرنے لگا۔

شہیر رک جاؤ۔۔۔۔۔وہ ابھی بھی اسے نقصان پہنچانے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔

لیکن وہ تو اپنی ہی دھن میں تھا۔جب وہ اپنے پاگل پن سے نار کا تو شمس نے اپنے ہاتھ کا مکہ بنا کر اس کے منہ پہ رسید کیا۔

شہیر ایک جھٹکے سے اس سے دور ہوا۔اور شمس کو بے یقینی سے دیکھنے لگا۔

شہیر۔۔۔۔پلیز۔۔۔۔۔رک جاؤ۔۔۔۔۔

شمس اسے دیکھتا سمجھانے کی کوشش کرنے لگا۔

مجھے ھدیل کو یہاں سے لیجانا ہے۔۔۔۔۔اسے ہوسپٹل جانے کی سخت ضرورت ہے۔

وہ ناچاہتے ہوئے بھی اپنے لہجے میں نرمی لاتے ہوئے کہنے لگا۔

شہیر نے ھدیل کے ساتھ جو کیا تھا اس کے لئے اس کا خون کھول رہا تھا لیکن ابھی اسے ھدیل کو یہاں سے لیجانا تھا۔

شہیر چہرہ جھکا کر کھڑا ہوا تو شمس زمین پہ گرا خنجر اٹھا کر ھدیل کی جانب بڑھنے لگا۔

جب شہیر کی دیوانہ وار ہنسی سے پلٹا۔

قہقہہ لگانے کی وجہ سے اس کی انجھوں میں پانی بھر آیا جسے وہ اپنی انگلیوں کی پوروں سے ہٹانے لگا۔

تمہیں لگتا ہے میں ھدیل کو جانے دوں گا۔۔۔۔۔۔۔وہ جیکٹ کے اندر سے گن نکالتا ہوا کہنے لگا۔

اسے دیکھ کر شمس تناؤ کا شکار ہوا تھا۔

تمہیں لگتا ہے مجھے تمہاری پرواہ ہے۔۔۔۔۔۔شہیر اس کی شکل دیکھتا کہنے لگا۔

مجھے صرف اپنی کٹھپتلی چھن جانے کا افسوس ہے۔۔۔۔۔اور اگر تمہاری زندگی کو میں مزید نہیں نچا سکتا تو تمہیں جینے کا بھی حق نہیں۔۔۔

وہ گن اس کی طرف تان کر کہنے لگا۔۔۔

شمس اسے حیرانگی سے دیکھنے لگا۔ کیا وہ اس کے لئے صرف کٹھ پتلی کا درجہ رکھتا تھا۔

شھیر اپنا سر ٹیڑھا کرتے مسکراتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔

شھیر۔۔۔۔ میں جانتا ہوں کہ یہ تم نہیں ہو۔۔۔۔۔ تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا یہ۔۔۔۔

اس کی بات مکمل ہوتی اس سے پہلے وہ پھر سے ہنس دیا۔۔۔۔ یہ میں ہی ہوں۔۔۔۔ بچپن سے تمہیں اپنی انگلیوں پہ نچایا۔

وہ اپنی انگلیاں نچاتا ہوا کہنے لگا۔

تم کیا کہنا چاہتے ہو۔۔۔۔۔ شمس کی گردن میں ابھرتی رگیں واضحہ دیکھی جا سکتی تھی۔

یہی کہ میں نے تمہیں استعمال کیا اور اپنے سوتیلے باپ کا قتل کروایا۔۔۔ کیونکہ وہ مجھے پسند نہیں تھا۔۔۔

وہ تم سے زیادتی کرتا تھا۔۔۔۔

شمس ایک دم چلایا تھا۔

اسے ابھی بھی یاد تھا جب اس کا گیارہ سالہ بھائی روتا ہوا اس کے پاس آیا اور اس کے جسم پہ موجود زخم اور سگریٹ کے نشان دیکھ کر وہ طیش میں آ گیا تھا۔

تب اسے معلوم ہوا کہ اسے زیادتی کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔اسی رات شمس نے اس شخص کو چھت سے دھکا دے کر قتل کر دیا تھا۔

شھیر اس کی بات پہ دیوانہ وار ہسنے لگا۔۔۔۔

زیادتی۔۔۔۔۔وہ تو مجھے ہاتھ بھی نہیں لگاتا تھا۔۔۔۔تمہیں استعمال کرنے کے لیے میں نے وہ نشان خود کر بنائے۔۔۔۔۔۔اسے لگتا تھا وہ ساری عمر میری جائیداد پہ عیاشی کر پائے گا۔۔۔۔تو وہ غلط تھا۔

شمس کو اس کی بات سے دھچکا لگا تھا۔وہ جو اپنے بھائی کے لئے کچھ بھی کرنے کو تیار تھا وہ اسے اس طرح استعمال کر رہا تھا۔

شمس اسے زخمی نظروں سے دیکھنے لگا۔

اور پھر میں نے تمہاری پیاری بلبل کی برہنہ۔۔۔۔۔

وہ مزید ھدیل کے بارے میں کچھ کہتا اس سے پہلے شمس غراتا ہوا اس کی جانب بھاگا۔

شھیر نے اس پہ گولی چلائی تھی لیکن وہ اس کے سینے سے زور سے ٹکرایا۔

اس کی کمر زور سے دیوار سے ٹکرائی تو شھیر کو اپنا سانس اٹکتا ہوا محسوس ہوا.

وہ دوبارہ اسے گولی مارنے لگا جب شمس نے خنجر اس کے کندھے پی دے مارا۔

ایک دردناک چیخ ابھری تھی اس کے حلق سے۔

شھیر کے یاتھ سے گن چھوٹتی فرش پہ گری اور وہ اپنے کندھے سے خنجر کھینچ کر نکالنے لگا جب شمس نے اپنے گھٹنے سے اس کے پیٹ میں حملہ کیا.

شھیر نے گہری سانس لے خنجر کھینچا اور اپنی کہنی سے شمس کے سینے پہ وار کیا۔

دل پہ زوردار کہنی کے حملہ سے شمس کچھ سیکنڈ کہ لئے وہیں منجمد ہو گیا تو شھیر نے خنجر اس کی ٹانگ پہ مارا اور پھر جھٹکے سے اسے دھکا دیتا خود ھدیل کی جانب بڑھنے لگا۔

شمس گہرے سانس لینے لگا۔ دل پہ حملہ سے خطرہ تھا کہ اس کا جسم لقوہ کا شکار نا ہو جائے لیکن خون کی روانی درست ہوئی تو وہ اپنے قدموں پہ کھڑے ہونے لگا لیکن تب تک شھیر ھدیل کے قریب پہنچ چکا تھا۔

اب اس کہانی کو ختم کرنے کا وقت آ چکا ہے۔۔۔۔۔

وہ ھدیل کے قریب کھڑا اس کے زخمی چہرہ کو دیکھنے لگا اور پھر خنجر سے اس کی گردن کو کاٹنے لگا۔

جب ایک زوردار اواز گونجی اور شھیر کے ہاتھ سے خنجر چھوٹا زمین پہ گر گیا۔

وہ لڑکھڑاتے قدموں پہ پلٹا اور بے یقینی سے شمس کو دیکھنے لگا۔ جس کے ہاتھ میں گن موجود تھی اور اس سے دھواں نکل رہا تھا۔

شھیر نے اپنی کمر پہ ہاتھ رکھا جہاں سے خون تیزی سے نکل رہا تھا اور اگلے ہی لمحہ وہ زمین بوس ہو گیا

----------

میں آپ کو کہہ رہا ہوں کہ میں نے کوئی قتل نہیں کیا۔۔۔۔ آپ میری وکیل سے بات کروائیں۔۔۔

وہ سرد لہجہ میں بولا تھا۔اس کے سامنے تفتیشی کارندہ بیٹھا تھا۔

مسٹر شمس۔۔۔۔ ہم آپ کے وکیل سے بات کر چکے ہیں وہ اس وقت ملک میں نہیں ہیں اور انہیں آنے میں وقت درکار ہے۔

تو پھر جب وہ آجائے گیں میں تب ہی بات کروں گا۔۔۔۔۔ وہ چبا چبا کر کہنے لگا۔

تفتیشی کارندہ دائیں جانب بیٹھے اپنے سینئے کو دیکھنے لگا اور گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

دو دن سے وہ حراست میں تھا لیکن اپنی جرم سے انکار کر رہا تھا۔

وہ نا تو صرف پولیس سے بھاگا تھا بلکہ جرم کے بعد رنگے ہاتھوں پکڑا گیا۔

اس نے ایمبولینس کو کال کی تو پولیس بھی وہاں پہنچ گئی۔
ھدیل ہوا ابھی تک کسی سے ملنا نہیں دیا گیا تھا وہ مسلسل انڈر ابزرویشن تھی۔
اور شھیر کی حالت بھی کریٹیکل تھی.

شمس کی ٹانگ سے کافی خون بہہ چکا تھا۔۔۔۔پولیس کی سخت نگرانی میں اسے ایک دن ہوسپٹل رکھا گیا اور اگلے ہی روز جیل میں بند کر دیا گیا۔

اسے ھدیل یا شھیر کسی کی بھی کوئی معلومات فراہم نا کی گئی۔وہ گزرے دو دنوں سے اپنے وکیل کا انتظار کر رہا تھا۔

پولیس کو یقین تھا کہ اسی نے نور اور اپنے ملازمین کا قتل کیا اور عفان کے قتل میں بھی وہی ملوث تھا۔
اور پھر اپنے بھائی اور ھدیل کو بھی قتل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

وہ کچھ بااثر شخصیات کو جانتا تھا اسی وجہ سے پولیس تفتیش کے لئے محض الفاظ کا ذریعہ لے رہی تھی۔

شمس کو خود سے زیادہ ھدیل کی پریشانی کھائے جا رہی تھی۔اگر وہ بیان دے چکی ہوتی تو شمس یہاں نا ہوتا۔
اسے خوف تھا کہ کہیں اسے پہنچنے میں دیر تو نہیں ہو گئی۔ وگرنہ اور کیا وجہ ہو سکتی تھی۔

لیکن یہاں کوئی بھی اسے کچھ بتانے کے لئے تیار نا تھا۔

وہ جھنجھلا کر اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرنے لگا۔

اس کیس کو ہر نیوز چینل پہ دکھایا جا رہا تھا۔

ھدیل۔۔۔۔نور۔۔۔۔عفان۔۔۔۔اور شھیر کی تصاویر چینلز پہ دکھائی جاتیں۔

وہ گہری سانس لیتا آفیسر سے گویا ہوا۔

کیا نور۔۔۔۔اور دوسرے مقتول کی پوسٹ مارٹم رپورٹ آ گئی۔۔۔۔۔

اسے امید تھی کہ جیسے ہی نور کی رپورٹ آئے گی یہ واضح ہو جائے گا کہ اس کی اس حالت کا ذمہدار وہ نہیں تھا۔ اور پھر وہ ھدیل تک پہنچ پائے گا۔

اس کے لئے راتوں کی نیند حرام ہو گئی تھی۔

حلیہ سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ سو نہیں پا رہا۔

سرد۔۔۔کانچ سی آنکھوں میں سرخ ڈورے تیرنے لگے تھے۔۔۔۔داڑھی بڑھ چکی تھی۔

وہ ابھی بھی اسی لباس میں تھا جو دو روز قبل پہنے تھے۔

تفتیشی کارندہ اس کا سوال نظر انداز کرتا وہاں سے اٹھ گیا اور اس کا ساتھی بھی ساتھ چل گیا۔

میڈیا کی وجہ سے ان پہ دباؤ بڑھنے لگا تھا اگر وہ اپنا منہ اسی طرح بند رکھتا تو وہ اپنے روایتی طریقہ استعمال کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

-----------

ھدیل کی والدہ ہوسپٹل میں بنے حجرہ میں نماز پڑھ کر گڑ گڑاتی ہوئی اپنی بیٹی کی زندگی کی دعا کرنے لگیں۔

ایک گھنٹے سے وہ ہاتھ پھیلائے رو رہی تھیں اور پھر کانپتے وجود کو سمبھالتی باہر آ گئیں۔

اعظم صاحب بینچ پہ بیٹھے اپنی ہمشیرہ کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے وہ بھیان کی ساتھ بیٹھ گئیں۔

آج اس کا آپریشن تھا۔۔۔

اس کا گھٹنہ اپنی جگہ سے ہل گیا تھا لیکن ٹوٹا نہیں تھا لیکن دونوں کندھے ٹوٹ چکے تھے۔

جس میں سے ایک کندھا کا جوڑ وہ ٹھیک کر چکے تھے جبکہ دوسرے بازو کی ہڈی بھی ٹوٹ چکی تھی۔

یہی وجہ تھی کہ اس کا آپریشن کر کے وہ مصنوعی ہڈی کا استعمال کرنا چاہتے تھے۔

اس سب میں اسے بے انتہاء تکلیف کا سامنہ کرنے سے بچانے کے لئے وہ اسے لگاتار بیہوش رکھے تھے۔

کامیاب آپریشن کے بعد وہ اسے آہستہ آہستہ ہوش میں لاتے۔اس کی جان تو بچ جاتی لیکن اس کے لئے اسے کئی تکلیف دہ مراحل طےہ کرنے ہوتے۔

حوصلہ رکھو۔۔۔۔لیا ہو گیا ہے۔۔۔ہماری بچی بہت بہادر ہے۔۔۔۔۔

نرس ھدیل کے بیہوش وجود کو آپریشن تھیٹر میں لیجارہی تھی جب وہ اسے دیکھتی رونے لگیں۔

وہ جھک کر اس کی پیشانی کا بوسہ لینے لگیں اور اعظم صاحب بھی اپنا چشمہ ہٹاتے آنسو صاف کرنے لگے۔

وہ شکر گزار تھے اپنے رب کے۔۔۔۔ان کی بیٹی جس بھی حالت میں تھی لیکن زندہ تو تھی۔

نور اور عفان کے والدیں کس کرب سے گزر رہے تھے وہ اس تکلیف کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔

---------

ڈاکٹر صاحب۔۔۔۔ڈاکٹر صاحب۔۔۔۔۔مریض کو ہوش آگیا ہے۔۔۔۔۔

وہ اس کے وجود میں ہلکی سی جنبش کو دیکھتی باہر کی سمت بھاگی تھی۔

ڈاکٹر محبوب نرس کی بات سن کر کمرے میں آئے اور مریض کو چیک کرنے لگے۔

خون کے بڑی مقدار میں بہہ جانے سے انہیں اس کے بچنے کی کوئی خاص امید نہیں تھی۔لیکن کاتب تقدیر نے ابھی اس کی زندگی اور لکھی تھی۔

ڈاکٹر نرس کا ہدایات دیتا ٹارچ سے اس کی پتلیوں کی حرکت چیک کرنے لگا۔

آپ کا کیا نام ہے۔۔۔۔۔۔

وہ اس کی ذہنی حالت کو دیکھنے کی لئے کچھ سوالات کرنے لگا۔

شہیر۔۔۔۔۔۔

اس نے آکسیجن ماسک کے نیچے بمشکل لب ہلائے تھے۔

لیکن ڈاکٹر مطمئن ہوتا اس کی نبض چیک کرنے لگا۔

شہیر کے سفید اور خشک لبوں پہ ایک ہلکی سے مسکراہٹ ائی اور وہ پھر انکھیں بند کرنے لگا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

شمس۔۔۔۔ میں تمہیں یوں نہیں بچا سکتا۔۔۔۔۔۔

یہ معاملہ کسی بچی کے پیچھا کرنے کا نہیں بلکہ میڈیا اسے ہر طرح سے دیکھ رہا ہے۔۔۔۔۔

اگر تم نے کوئی جرم کیا ہے تو اسے قبول کر لو۔۔۔۔ میں تمہاری سزا کم کرنے کی۔۔۔۔۔۔

مجھے لگتا ہے کہ میں نے فضول میں آپ کا انتظار کیا مجھے کوئی اور وکیل ڈھونڈنا چاہئیے۔۔۔۔۔

وہ کرخت لہجے میں گویا ہوا۔

شمس میں سمجھتا ہوں تم پریشان۔۔۔۔۔۔

اپ مجھے محض اتنا بتا دیں کہ ھدیل کیسی ہے۔۔۔۔

وہ خود پہ قابو پاتے ہوئے پوچھنے لگا تو وکیل جھنجھلا کر دیکھنے لگا۔

وہ ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ڈاکٹر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔۔۔۔

اس خبر سے وہ کچھ پر سکون ہوا تھا۔کتنا پریشان تھا وہ اس کے لئے۔

مجھے تمہیں کچھ اور بھی بتانا ہے۔۔۔۔وکیل حلق صاف کرتے ہوئے کہنے لگا تو شمس اسے آنکھیں سکیڑتے ہوئے کہنے لگا۔

شہیر زندہ ہے۔۔۔۔۔۔ابھی ہوسپٹل میں ہے۔۔۔۔

شمس اپنی جگہ سے ایک دم کھڑا ہوا۔

وہ زندہ ہے۔۔۔۔۔اور مجھے کسی نے نہیں بتایا۔۔۔۔۔

کوئی تمہیں کیوں بتاتا جب سب تمہیں اس کا قصور وار سمجھتے ہیں۔

وہ کہاں پہ ہے۔۔۔۔۔

شمس نے کچھ سوچ کر سوال کیا۔

کیا مطلب کہاں ہے۔۔۔۔ظاہر ہے ہوسپٹل میں۔۔۔

کونسے ہوسپٹل میں۔۔۔۔

وہ ایک دم دھاڑا تھا اور مقابل اس کی وجہ سمجھ نا پایا۔

جس ہوسپٹل ھدیل ہے۔۔۔۔۔۔۔

شمس نے اپنے ہاتھ کا مکہ بناتے ہوئے زور سے دیوار پہ وار کیا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اس نے جب انکھیں کھولیں تو اپنا وجود ہلانے کی کوشش کی لیکن وہ تو جیسے سن پڑ چکا تھا۔

آنکھیں آہستہ اہستہ کھولنے کی کوشش کی تو وہ تو جیسے اپس میں چپک چکی تھیں۔ ھدیل کو اپنی پلکوں کا وزن کسی پہاڑ کی مانند محسوس ہو رہا تھا۔

اس کی حلق سے ہلکی سی آواز نکلی تو راؤنڈ پہ ائے ڈاکٹر اس کی جانب متوجہ ہوا۔

وہ اس کی جانب بڑھتا اسے چیک کرنے لگا۔ ان کی امید کے مطابق وہ ہوش میں انے لگی تھی۔

وہ ایک بار پھر اپنی انکھیں کھولنے کی کوشش کرنے لگی تو تیز روشنی نے مانو اسے گھیر لگا ہو۔

آہستہ آہستہ اس کی پتلیاں سکڑنے لگیں تو وہ اپنا اطراف دیکھنے کے قابل ہوئی لیکن اسے سمجھ نا پائی۔

ڈاکٹر کی ہدایت پہ نرس اس کے والدین کو بلا لائی۔ سمینہ بیگم کی تو خوشی کا کوئی ٹھکانہ نا تھا اعظم صاحب بھی چھپ چھپ کر آنسو صاف کرتے دکھائی دیئے۔

ھدیل میری بچی تم ٹھیک ہو۔۔۔۔

وہ بولنا چاہتی تھی لیکں حلق کسی صحرا کی طرح خشک تھا۔

آپ گھبرائیں نہیں وہ کافی دنوں بعد ہوش میں ائی ہے اس لئے اسے سب سمجھنے میں کچھ مشکل ہو گی لیکن اب وہ خطرہ میں نہیں ہے۔۔۔

ڈاکٹر صاحب اعظم صاحب کو سمجھاتے ہوئے وہاں سے چل دیئے۔

میں کہاں۔۔۔۔

وہ اپنی والدہ کا شفیق چہرہ پا کر ان سے بہت ساری سوالات کرنا چاہتی تھی لیکن آواز محض ہوا کی صورت میں لبوں سے نکلی۔

سب ٹھیک ہے۔۔۔ تمہیں ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہن ہیں نا تمہارے پاس۔۔۔ اور تم اس وقت ہوسپٹل میں ہو۔

اعظم صاحب سمینہ کے شانوں پہ ہاتھ جماتے ھدیل سے مخاطب ہوئے تو پر سکون ہوتی پھر سے انکھیں بند کر گئی۔

--------

سر جی۔۔۔۔ہو سپٹل سے کال آئی ہے۔۔۔۔لڑکی ہوش میں آگئی ہے۔۔۔۔۔

ایک انسپکٹر نے آفیسر واڈیا کو خبر دار کیا تو وہ اپنے ساتھ تفتیشی کارندہ لیتے ہو سپٹل کی جانب چل دیئے۔

اس کیس نے ان کی نیند تک حرام کر دی تھی۔لیکن انہوں نے اتنی بے دردی سے کئے گئے قتل اپنے کیرئیر میں پہلی بار دیکھے تھے۔

جو بھی مقتول کی حالت دیکھتا کانپ کر رہ جاتا۔

وہ ہو سپٹل پہنچے تو ڈاکٹر سے بات کر کے اس کے کمرہ کی جانب بڑھے۔

ان کے مطابق ان کی اہم گواہ صبح ہی ہوش میں آگئی تھی اور اب رات ہو چکی تھی۔

جبکہ ان کا دوسرا گواہ جو کہ قاتل کا چھوٹا بھائی بھی تھا کچھ دیر کے لئے ہوش میں آیا تھا اور پھر بیہوش ہو گیا۔

لیکن چانسز تھے کی وہ بھی کچھ گھنٹوں تک ہوش میں آجائے گا۔

سہ دروازے پی ناک کرتے اندر داخل ہوئے تو سمینہ بیگم کو ھدیل کی منتیں کرتے پایا جو کہ یخنی پینے سے مکمل انکاری تھی۔

پولیس کو دیکھ کر سب چونکہ تھے۔ اور اعظم صاحب کھڑے ہو کر ان سے مصافحہ کرنے لگے۔

اعظم صاحب۔۔۔ آپ جانتے ہیں کہ ہمیں ھدیل صاحبہ سے کچھ سوالات کرنے ہیں۔۔۔

ان کی بات پہ اعظم صاحب سر ہلانے لگے وہ ہر قسم کے تعاون کے لئے تیار تھے بس اس شخص کو سزا ملنی چاہیئے تھی۔

سمینہ بیگم پیالہ ایک طرف رکھتی بیڈ سے اٹھ گئی جہاں ھدیل خشک لبوں پہ زباں پھیرتی انہیں دیکھ رہی تھی۔

اس کی ایک انکھ سوجن کی وجہ سے کچھ بند تھی جبکہ دوسری سے وہ ٹھیک دیکھ پا رہی تھی۔

کیا آپ نے شہیر کو پکڑ لیا۔۔۔۔

اس نے پولیس کو دیکھتے ہی بیتابی سے سرگوشی کی تھی جو کہ اس خاموش کمرے میں بھی گونجی تھی۔

اس کے سوال پہ پولیس کے ساتھ ساتھ سب چونک کر اسے دیکھنے لگے کیونکہ ان کے خیال میں تو شہیر بھی اس کے بھائی کے پاگل پن کا شکار ہو تھا۔

میرے خیال سے آپ جو غلط فہمی ہوئی ہے۔۔۔ اپ شمس تبریز کینا چاہ رہی ہیں شہیر کا بڑا بھائی۔۔۔

آفیسر واڈیا کرسی کھینچ کر اس کی قریب بیٹھتے ہوئے اسے جانچتی نظروں سے دیکھنے لگا۔

ھدیل کی پیشانی پہ کچھ بل نمودار ہوئے تھے۔ بھلا وہ شمس کا نام کیوں لے رہے تھے۔ اسے یاد تھا کہ بیہوش ہونے سے پہلے شمس اسے بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔

نہیں۔۔۔ میں شھیر کا پوچھ رہی ہوں۔۔۔ اسی نے مجھ پہ حملہ کیا تھا اور اس نے مجھ سے عفان اور نور کے قتل کا اعتراف بھی کیا۔۔۔ پروفیسر شمس تو بعد میں وہاں پہنچے اور مجھے اس رسی سے آزاد کروایا۔

اس نے بیچینی سے کہا وہ ان کا چہرہ دیکھنا چاہتی تھی لیکن مڑ نہیں سکتی تھی۔

کیا اپ مجھے شروع سے بتائیں گی کہ کیا ہوا۔

واڈیا صاحب کے ساتھ موجود تفتیشی کارکن بیڈ کے سامنے کھڑا ہوتا پوچھنے لگا۔

اسے بولنے میں تکلیف تو ہو رہی تھی لیکن جو کچھ اس پی گزر گیا تھا اس کے اگے اس درد کی کیا تکلیف تھی۔

اس نے انکھیں بند کیں تو شھیر کا ہنستا ہوا چہرہ سامنے منڈلا گیا۔۔۔ پھر نور اور عفان کے چہرے بھی سامنے گھوم گئے۔

ھدیل نے ایک مضبوط ارادے کے تحت انکھیں کھولیں اور اس بار قدرے مضبوط لہجے میں اپنا بیان رکارڈ کروانے لگی۔

ایک روز مجھے کچھ پرسنل تصاویر موصول ہوئیں اس سے پہلے مجھے کچھ انجان نمبر سے کال بھی آ رہی تھیں۔

تصاویر دیکھ کر میں بری طرح پریشان ہوئی اور ٹوٹ گئی اس وقت پروفیسر شَمس نے مجھے دیکھا تو وہ مجھے اپنے گھر لے گئے۔

اس کی بات پہ اس کے والدین ایک دوسرے کا چہرہ دیکھنے لگے۔

وہاں میں نے ان کے گھر وہ ہوڈ دیکھی جو عفان کے قاتل نے پہن رکھی تھی۔۔۔۔

وہ جان بوجھ کر جھوٹ بول رہی تھی۔۔۔۔ایسا کیوں یہ تو ابھی بھی سمجھ نہیں پائی تھی۔

جب آپ نے مجھے وہ ہوڈ دکھائی تو میں اڈے پہچان گئی لیکن خوف کی وجہ سے آپ کو نہیں بتایا ویسے بھی مجھے کنفرم نہیں تھا۔

اس لئے میں نے شہیر کو بلایا اور اس سے مدد چاہی۔۔۔۔میں سمجھی تھی کہ شاید وہ ہوڈ پروفیسر شمس کی ہے۔۔۔۔لیکن اس کا مالک شہیر تھا۔۔۔۔ہم میں سے کوئی بھی نہیں جانتا تھا کی وہ دونوں بھائی ہیں۔

شھیر مدد کے بہانے جھے مری لے گیا اور وہاں۔۔۔۔

اس کے لبوں سے سسکی نکلی تھی اور آنسو بہنے لگے۔

وہ مزید کچھ نا بول پائی تو افیسر واڈیا پھر آنے کا کہ کر چل دیئے۔

سر جی۔۔۔۔۔یہ کیس تو الجھتا جا رہا ہے۔۔۔۔۔۔یہ تو شھیر پہ الزام لگا رہی ہے۔۔۔۔ کہیں ہم نے سا قعی غلط بنفہ تو نہیں پکڑ لیا۔

اپنے جونیئر کی بات سن کر وہ سر ہلانے لگے۔ شھیر کے کمرے کے پولیس کے حصار میں لے لو۔۔ کہیں وہ بھاگنے کی کوشش نا کرے

اور پورا سچ کیا ہے یہ تو اب پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے بعد ہی پتا چلے گا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔

ایک ہفتہ بعد۔۔۔۔۔۔۔

شمس مبارک ہو تمہیں تمہاری ضمانت ہو گئی ہے۔۔۔۔ پولیس کو تمہارے خلاف کوئی ثبوت نہیں ملا۔

پوسٹ مارٹم کی رپورٹ آنے پہ یہ واضح ہو گیا تھا کہ نور کو شھیر نے کئی بار زیادتی کا نشانہ بنانے کے بعد قتل کیا تھا۔

اس کے والدین اور اہل خانہ کا دکھ وہی سمجھ سکتا تھا جو اس کرب سے گزرہ ہو۔

دوسری جانب عفان اپنی دو بہنوں کا اجلوتا بھائی تھا اور اس کی ماں اس خبر کے بعد سے ہوسپٹل میں تھی۔

ایک شخص اپنی جنونیت کے تحت کتنے خاندانوں کو برباد کر چکا تھا۔

وہ ضمانت کے کاغذات پہ دستخط کرتا اپنی جیکٹ پہننے لگا۔

ھدیل کہاں ہے۔۔۔۔۔

اسے ڈسچارج کر دیا گیا ہے وہ اپنے گھر جا چکی ہے۔۔۔

اور شہیر۔۔۔۔۔

اس کا نام لیتے ہوئے بھی شمس کا خون کھولنے لگتا تھا۔

وہ اس وقت جیل میں ہے۔۔۔۔ یقیناً اس نے نہیں سوچا تھا کہ نور کے ساتھ اس نے جو کیا اس سے وہ پکڑا جائے گا۔

ان سب کے ساتھ جو ہوا اس سب میں وہ بھی ذمہدار تھا اگر اس نے شروع سے ہی یہ کھیل نا کھیلا ہوتا تو وہ سب شاید زندہ ہوتے۔

محترمہ ھدیل نے اپنے بیان میں شھیر کو قصور وار بتایا۔

کیا اس نے نہیں بتایا کہ میں نے اسے ٹریپ کیا۔۔۔۔

وہ شرمندہ ہوتے ہوئے پوچھنے لگا تو وکیل انکھیں پھیلائے ارد گرد دیکھنے لگا۔

کیا تم پاگل ہو۔۔۔۔۔ ابھی ضمانت ہوئے ہے اور اس قسم کی باتیں کر رہے ہو۔۔۔۔۔

وہ تلخ انداز میں سرگوشی کرتے ہوئے بولے۔

اور نہیں اس نے کچھ نہیں بتایا۔۔۔۔ البتہ پانچ سال پہلے کا کیس میڈیا کو ضرور پتا لگ گیا ہے اور ہو سکتا ہے تمہیں اس میں کھینچا جائے اس لئے تم اپنا منہ بند رکھو۔۔۔۔ میرے لئے مزید مشکلات بند بناؤ۔۔۔۔

آخر کار وکیل نے اس پی اتنے عرصے کا غصہ نکال ہی دیا تھا جسے وہ نظر انداز کرتا باہر چلا گیا۔

اسے ھدیل سے بات کرنی تھی اور اس کے بعد شھیر سے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

شاید اگر عکاشہ اقر حارث یہاں ہوتے تو ان کے ساتھ بھی یہی ہوتا۔۔۔۔۔

وہ نمرہ سے بات کرتے ہوئے کانپ اٹھی تھی۔

ھدیل بس کرو اب مت سوچو اس بارے میں۔ وہ جیل میں ہے اور اسے اس سب کی سزہ ضرور ملے گی۔

اس نے شمس کے ملوث ہونے پہ صاف انکار کر دیا۔ نجانے کیوں اس کی جانب ھدیل یہ فریضہ محسوس کر رہی تھی۔

شاید کیونکہ اس نے جان بچائی تھی ھدیل کی لیکن اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ اسے معاف کر چکی تھی۔

کسی کو بھی اس نے یہ نا بتایا تھا کہ وہی تبریز تھا۔ وہ اس وقت واپس مری آچکی تھی اور اس کے والدین نے کورٹ سے ارڈر حاصل کیا تھا کہ کوئی بھی میڈیا کا نمائندہ ان کے گھر نہیں ائے گا۔

اسی لئے وہ وہاں سکون سے تھی۔ عکاشہ بھی کئے بار اسے کال کر چکی تھی اور گزشتہ روز وہ نور کے والدین سے بھی ملی تھی۔

اس کا گھٹنہ اب تقریبا ٹھیک تھا لیکن جس کندھے میں لوہے کا راڈ ڈالا گیا تھا اسے ہلانے میں وہ تکلیف محسوس کرتی تھی۔ اسے اس کا عادی ہونے میں کافی وقت درکار تھا۔

تم آرام کرو میں اب گھر چلتی ہوں۔۔۔۔ نمرہ اس کے قریب سے کھڑی ہوتی کہنے لگی تو ھدیل بھی احتیاط سے کھڑی ہو گئی۔

چلو میں تمہیں چھوڑ آتی ہوں۔۔۔

اس نے مسکرا کر کہا تو نمرہ انکھیں گھمانے لگی۔

اتنی ماں نابنو دو گلیوں کی ہی تو مصافت ہے اور تمہیں یہیں رہنا چاہئیے۔۔۔

وہ پریشانی سے بولی تو ھدیل انکار کرنے لگی۔

وہ پہلے کی طرح خود کو قید نہیں کرنا چاہتی تھی اور اب تو اسے کوئی خطرہ نہیں تھا۔

نہیں میں ساتھ چلو گی اتنے دنوں سے اندر قید رہ کر تھک چکی ہوں۔۔۔ ویسے بھی ڈاکٹر نے مجھے ہلکی پھلکی چہل قدمی کا کہا تھا۔

اس کی ضد پہ سمینہ بیگم نے کچھ سوچ کر اجازت دے دی۔ کم از کم وہ خود کو ایک کمرے میں مقفول تو نہیں کر رہی تھی۔

وہ دونوں ٹہلتی ہوئی باتیں کرنے لگیں۔

بابا میری شادی کروانا چاہتے ہیں۔۔۔۔ انہوں نے پھپھو سے بات کی ہے۔۔۔

ھدیل نے اپنی پریشانی نمرہ کے گوش گزار کی۔

یہ تو اچھی بات ہے ھدیل۔۔۔

ہمم۔۔۔ میں جانتی ہوں وہ پریشان ہیں اور اس لئے ایسا کہ رہے ہیں۔۔۔ لیکن میرا دل نہیں مانتا۔۔۔

وہ نظریں جھکائے اپنے قدم گنتی ہوئی کہ رہی تھی۔

کیاتم کسی کو پسند کرتی ہو۔۔۔۔

نمرہ نے رازدارانہ لہجہ اپناتے پوچھاتو ھدیل کی نظروں کے سامنے کسی کا عکس تیر گیا۔

وہ ایک دم کپکپا اٹھی اور نمرہ کو دیکھنے لگی۔

نہیں۔۔۔۔وہ تو بس ویسے ہی۔۔۔۔

باقی کا راستہ ان نے اپنے گھونسلوں کی جانب اڑتے ہوئے پرندوں کو دیکھ کر تہہ کیا تھا۔

---------

وہ کچھ دیر نمرہ کے گھر رکی اور پھر واپسی کے لئے پلٹی اس کی والدہ کے بارہا اصرار پہ بھی وہ اکیلی ہی واپس جانا چاہتی تھی۔

وہ خود کو کسی پہ بوجھ نہیں بنانا چاہتی تھی۔ اور اگر اب وہ ہمت نا کرپاتی تو شاید تاحیات ایسے ہی رہتی۔

پہلے سے الرٹ اپنے اطراف کا جائزہ لیتی وہ قدم اٹھانے لگی۔

ادھ راستے میں اس کی دھڑکن ایک دم تیز ہوئی تو وہ انکھیں موندھ گئی اور پھر وہیں رک کر پلٹی تھی۔

ایم سورہ ھدیل۔۔۔۔۔

شکستہ لہجے میں کہے گئے اس کے الفاظ ھدیل کی سماعت سے ٹکرائے تھے۔

شمس چلتا ہوا اس کے قریب آیا اور وہ بنا کسی حرکت کئے وہیں کھڑی رہی۔

کچھ قدموں کے فاصلہ پہ وہ رک گیا اور ھدیل کے سامنے گھٹنوں کے بل گر گیا۔

ایم سو سوری ھدیل۔۔۔۔ مجھے معاف کر دو۔۔۔۔۔

ھدیل سے معافی مانگتے ہوئے اس کا لہجہ نم تھا وہ خود بھی نجانے کیوں آنسو بہانے لگی۔

تم یہاں کیوں آئے ہو۔۔۔۔۔ میں تمہارا چہرہ نہیں دیکھنا چاہتی۔

وہ اپنا لہجہ مضبوط بناتی کہنے لگی۔ تو شمس کو اپنی روح قبض ہوتی محسوس ہوئی۔

میں تم سے معافی کا طلب گار ہوں ھدیل۔۔۔۔ میری غلطی۔۔۔۔

غلطی۔۔۔۔۔ تم اسے غلطی کہتی ہو۔۔۔۔ جبکہ تم دونوں کے باعث کئے لوگ۔۔۔۔۔
وہ اپنی بات مکمل نہیں کر پائی کیونکہ وہ اب ہچکیاں بھرنے لگی تھی۔

تبریز گھٹنوں پی چلتا اس کے مزید قریب ہوا۔

مجھے احساس ہے۔۔۔۔۔ یہ سب ایسی شکل اختیار کر لے گا یقین کرو مجھے اندازہ نہیں تھا۔
کیسے ہوتا اندازہ۔۔۔۔ تمہاری توجہ تو دوسروں کو برباد کرنے میں تھی۔

اس کے لہجہ میں پھر سے تلخی سمو آئی تھی۔

ھدیل پلیز۔۔۔۔

نہیں تبریز۔۔۔۔ تم نے میری جان بچائی اور میں نے تمہیں قید سے مجھ پہ تمہارا کوئی قرض نہیں رہا اب مجھے تنہا چھوڑ دو۔

ھدیل حتمی انداز اپناتی وہاں سے چلی گئی۔ جبکہ وہ وہیں گھٹنوں کے بل بیٹھا اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔

۔۔۔۔۔۔

وہ سب خاموشی سے بیٹھے ڈنر کر رہے تھے جبکہ ھدیل صوفے پہ ٹیک لگا کر بیٹھی تھی۔

وہ اہستہ آہستہ اپنے بازو کو حرکت دیتی۔

تکلیف کے باعث لقمہ لینا بھی اسے کسی بڑی فتح کے مترادف لگتا۔

ھدیل تمہیں اب آرام کرنا چاہئیے۔۔۔۔۔

اعظم صاحب نے خاموشی توڑی تھی۔

جی بابا۔۔۔بس جا ہی رہی ہوں۔۔۔۔

وہ خفیف سا مکراتی کہنے لگی تو وہ حلق صاف کرتے ہوئے مزید گویا ہوئے۔

ھدیل۔۔۔کل اس شخص کی عدالت میں پہلی پیشی ہے۔۔۔۔تمہیں بھی وہاں جانا ہو گا۔

پانی کے گلاس کی جانب بڑھتا اس کا ہاتھ ایک دم رکا تھا۔

جی بابا۔۔۔ائندہ وہ کبھی کسی کو تکلیف نہیں دے پائے گا۔۔۔۔وہ درشت لہجہ اپناتی کہنے لگی تو اس کی والدہ اس کا کندھا سہلانے لگیں۔

وہ اپنے خیالات سے باہر نکلی اور اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

۔۔۔۔۔۔

وہ کمرے میں داخل ہوئی تو ٹھنڈی ہوا نے اسے خوش آمدید کہا۔

وہ بالکونی کی جانب بڑھتی خود کو اپنے بازوؤں کے حصار میں لینے لگی۔

اسے یاد نہیں پڑتا تھا کہ وہ کب دروازہ کھلا چھوڑ کر گئی۔شاید ماما نے کھولا ہو تا کہ کمرے سے ادویات کی بدبو ہو جائے۔

آج کل اکثر وہ ایسا کرتی تھیں اور شاید آج دروازہ بند کرنا بھول گئی تھیں۔

وہ مسکراتی ہوئی پلٹی اور سامنے کا منظر دیکھ کر ٹھٹک گئی۔پھر غصے سے اپنے بیڈ کی سمت بڑھی۔

تم یہاں کیا کر رہے ہو۔۔۔۔میں نے تمہیں اپنی شکل نا دکھانے کو کہا تھا۔

مجھے تم تب زیادہ اچھی لگتی تھی جب مجھے پروفیسر سمجھتی تھی۔

شمس نے سرد لہجہ میں جواب دیا تو ھدیل کو اپنا خون مزید کھولتا ہوا محسوس ہوا۔

دفع ہو جاؤ یہاں سے۔۔۔۔ کیا ابھی بھی کوئی کسر باقی ہے۔۔۔

وہ شدت جذبات سے کانپتے ہوئے کہنے لگی۔

اس کے رویہ پہ شمس نے کچھ لمحہ اپنی انکھیں بند کی اور پھر انہیں کھول کر ھدیل کو دیکھنے لگا۔

تم مجھے بات مکمل کرنے کا موقع دیتی تو مجھے یہاں نہیں آنا پڑتا۔

وہ اس کے بیڈ سے کھڑا ہوتا ھدیل کے مقابل آ کھڑا ہوا لیکن اس بار ھدیل نے اپنے قدم پیچھے ہٹنے سے روک لئے۔

ہم میں کسی بات کی گنجائش نہیں تم نے معافی مانگی اور میں نے انکار کر دیا۔

لیکن کیوں۔۔۔ جبکہ میں نہیں جانتا تھا کہ تم کن مشکلات سے گزر رہی ہو۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے پانچ سال پہلے بیوقوفی کی لیکن کبھی تمہیں یوں درد نہیں دینا چاہتے تھے۔

اچھا تو پھر کیسے درد دینا چاہتے تھے۔۔۔۔

وہ طنزیہ لہجہ میں پوچھنے لگی تو شمس کے چہرے پہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

یقیناوہ تمہیں پسند آئے گی۔

ھدیل کو لگا کہ وہ اس کا خون کر دے گی اس کے باوجود اس کا دل ایک دم دھڑکا تھا اور وہ ہڑبڑا گئی۔

دیکھو تبریز۔۔۔۔

تم مجھے شمس کیوں نہیں کہتی۔۔۔۔

یہاں سے جاؤ ورنہ میں اپنے والدین اور پولیس کو بلالوں گی کہ تم مجھے خوفزدہ کرنے یہاں آئے ہو۔

ھدیل۔۔۔۔میں تمہاری زندگی میں کوئی ناسور نہیں بننا چاہتا۔۔۔۔

وہ اس کی طرف بڑھتا ایک بار پھر گھٹنوں بل بیٹھ گیا اور اندھیرے میں ھدیل کے چہرے کے تاثرات دیکھنے لگا جو اس کے کہے ہر لفظ کے ساتھ بدلتے تھے۔

مجھے ایک موقع دو۔۔۔۔خود کو ثابت کرنے کا۔۔۔۔

وہ اس کی انگلیوں کو اپنے انگلیوں سے نرمی سے چھوتا کہنے لگا تو ھدیل نے اپنا ہاتھ اس سے دور کر لیا۔

تاکہ تم ایک بار پھر مجھ سے کھیل سکو۔۔۔۔

یہ کھیل نہیں ہے۔۔۔۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ یہ کھیل نہیں رہا۔۔۔

وہ مزید کچھ کہتا اس سے پہلے ھدیل پلٹ گئی۔

وہ اسے معاف نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اور کیوں کرتی۔۔۔ اتنا سب ہونے کے بعد۔۔۔

لیکن اس کا دل پگھل رہا تھا اور وہ خود پہ غصہ ہونے لگی۔

جاؤ پلیز۔۔۔ اور ویسے بھی میری شادی ہونے والی ہے۔۔۔ میں خود پہ مزید الزام نہیں۔۔۔

وہ ایک جھٹکے میں کھڑا ہوا اور ھدیل کو بالوں سے دبوچ کر اپنی جانب پلٹا۔

اس حملہ پہ اس کی بات وہیں رہ گئی وہ چلاتی اس سے پہلے شمس نے اس کے منہ پہ ہاتھ رکھا اور پھر دھکیلنے لگا۔

ھدیل کی کمر دیوار سے ٹکرائی تو وہ پھٹی انکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

کیا کہا تم شادی۔۔۔

وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا۔۔۔ کہاں وہ اس سے معافی کا طلب گار تھا اور اس سے اپنے احساسات کا اعتراف کرنا چاہتا تھا اور وہ اسے کیا کہ رہی تھی۔

ھدیل اس میں یوں اچانک تبدیلی پہ بوکھلا گئی اس کا تنفس تیز ہونے لگا تو وہ ٹوٹتے ہوئے الفاظ ادا کرنے لگی۔

ت۔۔۔ تم تو مجھ سے معافی۔۔۔۔

معافی کا مطلب یہ نہیں کہ میں تمہاری ہر بات برداشت کروں گا۔۔۔۔۔ تم نے سوچ بھی کیسے لیا ھدیل۔۔۔۔۔۔

تم۔۔۔۔ میری۔۔۔۔۔ ہو۔۔۔۔

وہ ایک ایک لفظ ٹھہر ٹھہر کے ادا کرنے لگا۔ اس کی پکڑ کے ساتھ ساتھ لہجہ میں بھی سختی آنے لگی تھی۔

ھدیل اس کی انکھوں میں غصہ اور جسم میں پیدا ہوا تناؤ محسوس کر سکتی تھی۔

تم میری ہو۔۔۔۔

وہ اس کے کہے الفاظ اپنے ذہن میں دہرانے لگی تو اسے اپنا دل بلیوں اچھلتا محسوس ہوا۔

جب اسے احساس ہوا کہ اس سب میں اس کا دل ہی باغی ہے تو وہ کانپتے ہوئے گہرے گہرے سانس لینے لگی۔

شمس کی نگاہیں اس کے کمان سے لبوں پہ ٹھہری تو ھدیل کانپنے لگی۔

تبریز۔۔۔۔۔

وہ اسے اپنی جانب جھکتا دیکھ محض سرگوشی کر پائی تھی۔

شمس جیسے کسی سحر سے باہر نکلا تھا۔۔۔وہ اس کی خوفزدہ آنکھوں میں دیکھنے لگا اور پھر اس کے بالوں کو اپنی پکڑ سے آزاد کر دیا۔

وہ اس سے دور ہوتا بالکونی کی سمت بڑھ گیا۔

اگر تم نہیں چاہتی کہ میں دوبارہ اس طرح تمہارے کمرے میں آؤں تو یہ دروازہ کی جگہ دیوار کھڑی کر لو۔

اور اگر تم نہیں چاہتی کہ میں تمہاری زندگی میں شامل ہوں تو یہ دیوار اپنے دل کے گرد بھی کھڑی کر لو۔

وہ اپنی بات مکمل کرتا مسکراتا ہوا دروازے سے اس پار چلا گیا۔

وہ اس کی خوفزدہ آنکھیں دیکھ چکا تھا لیکن اس بات وہ خوف اس سے نہیں تھا بلکہ وہ اپنی آپ سے خوفزدہ تھی۔

اور اس احساس نے اسے پر سکون کیا تھا۔۔۔۔۔شاید ھدیل خود سے ہی بے خبر تھی۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

وہ زور سے اپنی انگلیاں بھینچے وہیں دیوار کے ساتھ کھڑی تھی۔

وہ اپنے خشک ہونٹ زبان سے تر کرنے لگی۔

دل ابھی بھی تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ ایک ہی کیفیت میں احساسات تبدیل ہو جائیں۔

پہلے بھی اس کا دل دھڑکتا تھا تنفس بگڑ جاتا تھا۔۔۔ لیکن تب وہ اس سے خوفزدہ تھی۔۔۔ اس سے بھاگ جانا چاہتی تھی۔

اب بھی تو دھڑکن تیز تھی تنفس بگڑ چکا تھا جیسے وہ میلوں مسافت طہہ کر کے آئی ہو۔۔۔ لیکن اب تو وہ ایک نئے اور خوبصورت احساس سے متعارف ہوئی تھی۔۔

وہ آہستہ آہستہ چلتی بیڈ پہ آبیٹھی۔

کیا وہ پاگل ہو گئی تھی۔۔۔۔ کیا وہ بھی سینڈروم کا شکار ہو گئی تھی۔
ایسے کیسے اس نے حملہ کیا بکواس کی اور میں خاموش ہو گئی۔

تمہیں اس کی بکواس کافی اچھی لگی۔

اس کے دل نے فوراً باور کروایا تو وہ تکیہ میں اپنا منہ چھپاتی زور زور سے چیخنے لگی۔

جہنم میں جائے یہ دل۔۔۔۔۔ اور جہنم میں جاؤ تم تبریز۔۔۔۔
وہ تکیہ میں ہی منہ دیئے زور سے چیخی تھی۔

جو مرضی ہو وہ اپنے پھپھو زاد سے شادی کرے گی ہمیشہ کے لئے تبریز اور پاکستان سے چلی جائے گی۔

سونے سے پہلے اس نے یہی فیصلہ بہتر جانا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

آنٹی کیسی ہیں آپ۔۔۔۔۔

نمرہ اس سے ملنے آئی تو صائمہ بیگم کو سلام کرنے لگیں۔

ٹھیک ہوں یہ بتاؤ ناشتہ کر کے آئی ہو نا۔۔۔

جی میں ناشتہ کر کے آئی ہوں۔۔۔۔اور آپ لوگوں کے ساتھ عدالت جاؤں گی۔

وہ اس کی بات سن کر مسکرا دیں۔اور نمرہ کا شکریہ ادا کرنے لگیں جیسے اس نے ہوا میں اڑا دیا۔

وہ ھدیل کے کمرے میں ائی تو اسے اپنا عکس آئینے میں دیکھتے ہوئے پایا۔

کہاں کھو گئی لڑکی۔۔۔

وہ ماحول کی سوگواری کم کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

کچھ نہیں۔۔۔۔مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔۔۔۔

ڈر کیسا۔۔۔۔وہ بیڈ پہ بیٹھتی آئینے میں اس کا عکس دیکھتی پوچھنے لگی

اگر عدالت نے اسے آزاد کر دیا۔۔۔اگر ثبوت کم ہوئے یا مٹا دیئے گئے ہوئے تو۔۔۔ تم نہیں جانتی پر وہ ایک مالدار شخص ہے نمرہ۔۔۔

ھدیل تم کیوں گھبرا رہی ہو۔۔۔ تم اور پھر اس کا وہ بھائی بھی تو گواہ ہے۔۔۔۔ اور ڈی۔این۔اے ہی اسے سزہ دینے کے لئے کافی ہو گا۔

نمرہ کے لہجہ میں نفرت صاف جھلک رہی تھی۔

اگر اس نے مجھ پہ حملہ کیا تو۔۔۔۔ دیکھو کیا مجھ میں اور معذور لوگوں میں کوئی فرق ہے۔۔۔ نوالہ تک لیتے ہوئے تکلیف سے میری انکھیں نم ہو جاتی ہیں۔

نمرہ اسے روتا دیکھ اس کے سامے بیٹھ گئی اور گھٹنوں پہ ہاتھ جما دیئے۔

اگر وہ حملہ کرے گا تو ہم سب وہاں ہوں گے۔۔۔ ھدیل ہم ہمیشہ سے تمہارے ساتھ تھے لیکن تم نے یہ خود تک محدود رکھنے کی کوشش کی لیکن اب ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔

دوسری بات تم معذور نہیں ہو کبھی بھی ایسا مت سوچنا۔

تمہارے دو پاؤں ہیں دو ہاتھ ہیں اور سب کام کرتا ہے۔

اور مکمل صحتیابی می تو وقت لگتا ہے نا۔۔ سوچو اگر واقعی تم معذور ہو جاتی تو۔۔۔۔

اس قسم کے حادثات ست گزرنے کے باوجود تم اپنی پاؤں پہ کھڑی ہو۔۔۔ سوچو اگر نور کی جگہ تم ہوتی تو۔۔۔۔

نمرہ نے آخری بات سرگوشی کرتے ہوئے کی تو ھدیل کانپ اٹھی۔

وہ ٹھیک کہ رہی تھی۔ اسے شکر گزار ہونا چاہئیے تھا۔ اسے بچانے کے لئے شمس وہاں پہنچ گیا تھا جبکہ نمرہ۔۔۔۔۔

روز نجانے کتنی لڑکیاں اپنی چھوٹی سی غلطی سے تاحیات ایسی تکالیف سے گزرتی تھیں۔

تو پھر اسے تو شکر گزار ہونا چاہئیے تھا وہ کس بات کو ماتم منا رہی تھی۔

وہ ہمیشہ اس بات پہ تبریز کو الزام دیتی رہی کہ اس کی وجہ سے وہ اپنے خواب کو تعبیر میں نا بدل پائی۔

اور نور۔۔۔۔ اس کے بھی تو خواب تھے۔۔۔۔ اسے بھی اس کی والدین اتنا ہی چاہتے تھے۔۔۔۔ اور عفان۔۔۔۔ وہ بھی تو ایک بہترین سوفٹ ویئر انجینئر بننا چاہتا تھا۔

اور اپنی خدمات سے اپنے ملک کو مستفید کرنا چاہتا تھا لیکن نا وہ رہے اور نا ان کے خواب۔

جبکہ وہ تو زندہ تھی۔۔۔۔ ہر سانس اسے ایک نئی مہلت مہیا کرتی تھی پھر کیوں وہ ایسے ناشکری ہو گئی۔

زندگی میں ہوئے کسی ایک برے حادثے سے آپ باقی کی نعمتیں کیسے ٹھکرا سکتے ہیں۔

یہ اس کا امتحان تھا۔۔۔اور یہ دنیا تو ویسے بھی اعمال کے لئے تھی۔

وہ نمرہ کی جانب دیکھ کر مسکرائی اور ایک نئے ارادے کے ساتھ کھڑی ہوئی۔

سب سے پہلے اسے شھیر کو سزہ دلوانی تھی اور پھر تبریز کے ساتھ کچھ معاملات نبٹانے تھے۔

تم اتنی عقل والی باتیں کب سے کرنے لگی۔۔۔۔

وہ نمرہ کے ساتھ چلتی کمرے سے باہر آگئی۔

بس یار تیری صحبت سے نکلی تو دماغ کے دریچے کھلنے لگے۔

---------

عدالت میں شمس کی گواہی کے بعد اسے طلب کیا گیا۔

وہ جو بیان پولیس کو بارہا دے چکی تھی وہی وہاں دہرایا۔

شھیر کے وکیل نے اس سے کئی سوالات کئے وہ اسے الجھانا چاہتا تھا لیکن شمس کے ملوث ہونے کے علاوہ وہ سب سچ بتاتی رہی۔

کورٹ میں فورینسک رپورٹ بھی پیش کی گئی۔ جس خنجر سے نور اور شمس کے ملازمین کا قتل ہوا تھا وہی خنجر ھدیل پہ بھی استعمال کیا گیا تھا جسے اس نے فورا پہچان لیا۔

اس سب کے دوران شہیر خاموشی کے ساتھ انہیں دیکھتا رہا۔

وہ اس طرح پر سکون تھا جیسے کہ وہاں کسی اور کے متعلق بات ہو رہی ہو۔

کیس کی تمام معلومات میڈیا اپنے چینلز پہ مہیا کر رہا تھا۔

اس کے وکیل پہ پورا زور لگانے پہ بھی شہیر کو بچا پانا مشکل تھا۔

عدالت نے کاروائی ایک نئی تاریخ کے ساتھ ختم کی۔ چونکہ وہ جلد بازی میں کوئی فیصلہ نہیں سنانا چاہتے تھے۔

اس سب کے دوران ھدیل نے شہیر کی جانب ایک بار بھی نا دیکھا۔
البتہ شمس کی نگاہیں اسی پہ جمی تھیں۔

------

ہمممم۔۔۔۔۔ میں سوچ ہی رہا تھا تم کب آؤ گے۔۔۔۔

شہیر۔۔۔۔۔ جیل کی چھت کو تکتے ہوئے کہنے لگا۔

شمس وہاں نہیں آنا چاہتا تھا لیکن پھر بھی وہاں موجود تھا۔ سچ جاننے کے بعد وہ ایک بار ہی سہی لیکن اس کا سامنا کرنا چاہتا تھا۔

جاننا چاہتا تھا کہ کیوں کیا اس نے ایسا۔

وہ خاموشی سے جیب میں ہاتھ پھسائے کھڑا تھا۔

شھیر یکدم زمین سے اٹھا اور اس کے سامنے آ کھڑا دیا۔

کیوں کیا تم نے ایسا۔۔۔۔

کیا واقعی تم نہیں سمجھ پائے۔۔۔۔۔ وہ چہرے پہ مکروہ مسکراہٹ سجائے ہوئے بولا۔

چلو پھر بھی بتا دیتا ہوں۔۔۔

دونوں ہاتھوں سے وہ سلاخیں پکڑتا ایک دم اس لے سامنے آیا۔ دوسری سمت شمس اس کی آنکھوں میں اپنا کھویا ہوا بھائی تلاش کرنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

شھیر اپنا ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے ٹکا کر اسے مسکراتے ہوئے دیکھنے لگا۔

تمہیں یہاں کچھ نہیں ملے گا۔۔۔۔ کیونکہ اسے تم سالوں پہلے گنواء چکے ہو۔

کیسے۔۔۔ کیسے کھو دیا میں نے اپنا بھائی۔۔۔

تب کھویا تم نے اپنا بھائی جب میں اندھیری راتوں میں الماری میں بند کر دیا جاتا تھا۔۔۔ تب کھویا جب میں مدد کے لے پکارتا لیکن کوئی نہیں آتا۔۔۔۔

جب تم نے اور ہمارے اس گھٹیا انکل نے مجھے اس چڑیل کے رحم و کرم پہ چھوڑ دیا۔

تم بہت چھوٹے تھے شہیر۔۔۔۔

شہیر نے ہاتھ کھڑا کر کے اسے بولنے سے روکا تھا۔

ہم اس بارے میں بات کیوں کر رہے ہیں۔۔۔۔ تم یہاں اپنے بارے میں بات کرنے آئے تو چلو وہ کرتے ہیں۔

ہمممم۔۔۔۔ جانتے ہو تمہیں اپنے اشاروں پی نچانا بہت آسان تھا اب تم بیوقوف بنے رہے اس میں میرا کیا قصور۔

وہ لوہے کی ایک سلاخ پہ اپنا رخسار اٹکاتا ہوا کہنے لگا تو شمس نے سختی سے دونوں ہاتھوں میں سلاخیں جکڑ لیں اور شہیر کو گھورنے لگا۔

کیوں قتل کیا تم نے ان لوگوں کو۔۔۔۔ اور ھدیل۔۔۔۔۔ ان سب نے کیا بگاڑا تھا۔

کیا تم اس قابل ہو کہ مجھ سے یہ سوال کرو۔۔۔۔

شہیر اسے زچ کرنے کے انداز میں کہنے لگا تو شمس کے تیور بدلنے لگے۔

یہ کھیل تم نے شروع کیا تھا اور ختم میں کروں گا۔۔۔۔

نہیں شہیر۔۔۔۔ یہ کھیل ختم ہو چکا ہے۔۔۔۔ اور اب اس کا اختتام تمہاری سزہ کے ساتھ ہو گا۔

اس کی بات پہ شہیر مسکرہ دیا اور پلٹ کر دوبارہ زمین پہ جا بیٹھا۔

جانتے ہو تم وہ واحد شخص تھے جو مجھے عزیز تھا لیکن پھر اس ھدیل نے سب تباہ کر دیا۔۔۔۔اور اب میں اسے تباہ کروں گا۔

شمس اسے آنکھی سکیڑتے ہوئے دیکھنے لگا۔کوئی شخص جو جیل میں ہو اس کے لئے یہ باتیں کچھ عجیب تھیں۔

تم کیا کرنا چاہتے ہو۔۔۔۔۔

شھیر نے ایک آخری بار اسے دیکھا اور مسکرانے لگا

تم بس دیکھتے جاؤ۔۔۔۔۔۔

شمس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ یہ سلاخیں توڑتا ہوا اس کے پاس چلا جائے۔

کیا کرنا چاہتے ہو تم۔۔۔۔وہ چلانے لگا تھا۔

اس سے دور رہو۔۔۔۔۔ورنہ میں اب تمہیں جان سے مار دوں گا۔۔۔۔

شمس کے چلانے سے پولیس کے کارندے اسے کھینچتے ہوئے وہاں سے لیجانے لگے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔

میں تو کہتا ہوں اگلے ہی ہفتہ نکاح کرتے ہیں اور کیس کے ختم ہوئے ہی رخصتی بھی کر دیں گے۔۔۔۔

اعظم صاحب اپنی ہمشیرہ کو کہنے لگے تو وہ کچھ گڑبڑا سی گئیں۔

اپنے خاوند کو دیکھتیں ہاتھ میں پکڑا چائے کا کپ ایک طرف رکھ کر ان سے مخاطب ہوئیں۔

ان کے تاثرات میں تبدیلی ھدیل کے والدین نے اچھے سے دیکھی تھی۔

بھائی صاحب۔۔۔میری تو یہی خواہش تھی کہ ھدیل کی شادی اپنے بیٹے سے کرواؤں لیکن لگتا ہے کہ ایسا نہیں ہو پائے گا۔

اعظم صاحب چونک کر انہیں دیکھنے لگے۔

تم ایسا کیوں کہ رہی ہو۔۔۔

میری بات کا برا مت مانئیے گا لیکن کچھ سال پہلے جیسے کیس چلا اور پھر اس کے بعد اب جو کچھ ہوا۔۔۔

عدیل اس شادی کے لئے راضی نہیں۔۔۔۔اور سچ کہوں تو مجھے بھی اپنے بیٹے کی جان عزیز ہے۔

صائمہ بیگم تو خاموش ہی ہو گئیں جب کہ اعظم صاحب کی پیشانی پہ بل نمودار ہونے لگے۔

تم جانتی ہو وہ سب جھوٹ تھا اور اب تو وہ شخص جیل میں ہے پھر یہ سب کیا کہ رہی ہو۔

دیکھیں ہم اپ کی بہت عزت کرتے ہیں لیکن عدیل راضی نہیں ہے۔۔۔۔اور ویسے بھی خدانخواستہ کوئی اور نکل ائے تو ہم اپنے بچے کی زندگی کو خطرے میں کیسے ڈالیں۔۔

اب کی بار ان کی ہمشیرہ کے خاوند گویا ہوئے۔

یہ تم کیا کہ رہے ہو عادل۔۔۔۔۔
انہیں ان سے ایسی امید تو نا تھی۔

دیکھیں بھائی صاحب جس طرح سے ائے دن ہم اس کی تصویریں چینلز میں دیکھتے ہیں اس کے بعد تو اس سے کوئی شادی نہیں کرے گا ہمیں معاف کر دیں ہم یہ قربانی نہیں دے سکتے۔۔۔۔ہم عام سے لوگ ہیں۔۔۔
میرے خیال سے تم دونوں کو جانا چاہئیے۔۔۔۔

اعظم صاحب کھڑے ہوتے ہوئے کرخت لہجے میں کہنے لگے تو ان کی ہمشیرہ اور عادل صاحب خاموشی سے اٹھ گئے۔

ان کے جانے کے کچھ دیر بعد ہی ھدیل نمرہ کے گھر سے لوٹی تھی۔
اعظم صاحب پریشانی سے سر جھکائے بیٹھے تھے ھدیل کو ان کے بجھے ہوئے تاثرات سے کسی بری خبر کا اسٔاس ہوا تو وہ ان کے پاس چلی گئ۔

کیا ہوا ہے بابا آپ اداس کیوں ہیں۔۔۔۔

کہاں تھی تم۔۔۔۔ کیا ضرورت تھی تمہیں انجان لوگوں میں اٹھنے بیٹھنے کی۔۔۔۔ میری ہی عقل پہ پردے پڑ گئے تھے جو تمہیں ہر قسم کی آزادی دی۔۔۔۔

اعظم صاحب بولنا شروع ہوئے تو بولتے چلے گئے جبکہ اپنی جگہ ساکت رہ گئی صائمہ بیگم بھی ایک کونے میں کھڑی سسکیاں بھر رہی تھیں۔

سارے جہان میں مشہور کر دیا ہمیں۔۔۔۔ بدنام کر کے رکھ دیا۔۔۔۔ ارے کس کس کے آگے جا کر کہتا رہوں گا کہ اس منحوس سے شادی کر لو۔۔۔۔

وہ مسلسل پریشانی کے تحت بولتے چلے جا رہے تھے اور ھدیل کو اپنا دل کتنے ہی حصوں میں بٹتا محسوس کیا اتنی تکلیف تو اسے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی تب بھی نہیں جب شہیر اس پہ وار کر رہا تھا۔

اعظم صاحب اپنا غصہ نکال کر کھڑے ہو گئے اور گھر سے باہر چلے گئے۔

دروازہ زوردار اواز سے بند ہوا تو وہ اسے احساس ہوا کہ وہ اب وہاں نہیں ہیں۔

ھدیل روتے ہوئے اپنے کمرے میں گئی اور بیڈ پر گر کر رونے لگی۔

---------

اعظم صاحب کو جب احساس ہوا تو وہ واپس ائے اور خاموشی سے اپنے کمرے میں چلے گئے۔

انجیں احساس تھا کہ انہوں نے جدیل کو کتنا دکھ دیا ہے لیکن وپ خود بہت پریشان تھے

ھدیل کے کردار پی کسی الزام سے بچانے کے لئے ہی وہ اس کی شادی کرنا چاہتے تھے۔

کیسے ان کے دفتر کے چپڑاسی تک ان کے سامنے افسوس اور پیٹھ پیچھے ھدیل کو ہی غلط کہتے تھے وہ اچھے سے جانتے تھے۔

یہ سچ بھی تھا کہ متاثرہ شخص سے زیادہ اس کے گھر والے ذہنی اذیت برداشت کرتے ہیں۔

انہیں دکھ تھا کہ وہ اپنی بیٹی کو محفوظ نا رکھ پائے اور خوف کہ وہ ابھی بھی اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتے تھے

وہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔۔۔ آنکھوں سے انسو بہنے لگے۔۔۔

ایک مضبوط شخص کو یوں روتے دیکھ ان کی بیوی بھی تڑپ اٹھی تھیں وہ ان کے ساتھ بیٹھتی ان کی کمر سہلانے لگیں۔

---------

وہ کئی گھنٹوں سے بستر پہ الٹا لیٹی دور ہی تھی۔

اس کے بابا نے پہلی بار اس سے ایسے بات کی تھی اور اسے لگنے لگا کہ وہ زندہ کیوں ہے۔

اسے مر جانا چاہیئے۔۔۔۔۔ورنہ یہ تکلیف یہ درد تاحیات اسے پل پل مارے گا۔

اس نے اپنے بالوں پہ کسی کا ہاتھ محسوس کیا جو اس کے سر کو نرمی سے سہلا رہا تھا۔

کک۔۔۔۔کیا میں واقعی اتنی بری ہوں۔۔۔۔

اسے لگا کہ صائمہ بیگم اس سے بات کرنے آئی ہیں۔

وہ اپنے چہرے کا رخ پلٹتی انہئں دیکھنے لگی تو وہاں تبریز کو پا کر ایک دم اٹھ بیٹھی۔

ت۔۔۔۔تم یہاں۔۔۔۔

تم کیوں رو رہی ہو۔۔۔۔۔۔

وہ پریشانی سے اس سے پوچھنے لگا۔

اس کا لہجہ فکر سے چور دیکھ کر ھدیل کو لگا وہ پھر سے پھوٹ کر رو دے گی۔

یہ سب تمہاری وجہ سے ہے۔۔۔۔نا تم میری زندگی میں آتے اور نا میرے ساتھ یہ سب ہوتا۔

وہ اس کا دھندھلا عکس دیکھتی اٹکتے ہوئے کہنے لگی۔

یہاں آؤ پلیز۔۔۔۔۔

وہ اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھاتا کہنے لگا تو روتے ہوئے ھدیل نے تکیہ اس کے سینے پہ مارا لیکن اس اے اسے کوئی فرق نا پڑا۔

اسے یقیں روتے ہوئے دیکھ شمس کو اپنی دھڑکن بھی رکتی محسوس ہونے لگی تھی۔ یہ احساس ہی بہت برا تھا کہ اس کی تکلیف کی وجہ وہ تھا۔

ھدیل ہچکیاں بھرتی رونے لگی تو شمس نرمی سے اسے نم رخسار کو چھونے لگا۔

مجھے معاف کر دو پلیز۔۔۔۔

ھدیل کو اس وقت ایک مضبوط کندھے کی اشد ضرقرت تھی شاید یہی وجہ تھی کہ وہ اس کی طرف کھچتی چلی گئی اور پیشانی اس کے کندھے پہ ٹکا کر رونے لگی۔

شمس اس کے بال نرمی سے سہلاتا بار بار معافی مانگتا رہا۔

جب وہ اچھے سے اپنے انسو خشک کر چکی تو اسے احساس ہوا کہ وہ اپنا سر اس کے کندھے پی رکھ کر بیٹھی ہے۔

اس سب کے دوران شمس وہاں بنا کسی حرکت کے بیٹھا رہا تھا۔

وہ اپنے بال کان کے پیچھے اڑستی اس سے دور ہوئی۔

سوری۔۔۔۔میں نے تمہاری شرٹ گیلی کر دی۔۔

وہ اس سے نظریں نہیں ملا پا رہی تھی۔

کتنی عجیب بات تھی کہ اسے درد دینے والا ہی اس کا مداوہ کر سکتا تھا۔

شمس اس کے پاس رکنا چاہتا تھا لیکن رات کے اس پہر جب ھدیل یوں بکھری ہوئی تھی وہ اس نازک صورت حال میں یہاں رہنے کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔

مجھے اب چلنا چاہئیے۔۔۔۔۔

وہ اٹھ کر بالکونی کی جانب بڑھنے لگا جب ھدیل اس سے مخاطب ہوئی۔

کل تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تم۔۔۔۔

ھدیل کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیسے بات جاری رکھے۔ شرمندگی سے اس کا پہلے سے سرخ چہرہ مزید لال ہونے لگا۔

اگر تم ابھی بھی اس بات پہ قائم ہو تو کل میں تمہارے رشتہ کا انتظار کروں گی۔۔۔۔

وہ کچھ سوچتے ہوئے خالی نظروں سے دیوار کو دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

شمس کو یہ امید تو نہیں تھی وہ تیزی سے پلٹا اور اس کے سامنے زانوں بل آ بیٹھا۔

خوشی اس کے چہرے سے جھلک رہی تھی۔

کیا واقعی کیا تم نے مجھے معاف کیا۔۔۔۔

وہ اس کے ہاتھوں کو مضبوطی سے تھامتا پوچھنے لگا تو ھدیل اسے دیکھنے لگی۔

وہ اہستہ سے اپنا سلر نفی میں ہلانے لگی۔

نہیں میں ۔ے تمہیں معاف نہیں کیا۔۔۔۔ لیکن میرے کردار پہ لگا یہ گند تمہیں ہی صاف کرنا ہو گا۔

شمس پیشانی پہ بل پھیلائے اسے دیکھنے لگا۔۔۔

وہ یہ مجبوری میں کہ رہی تھی۔۔۔۔ لیکن اسے بھی تو یہی چاہئیے تھا۔۔۔۔ ایک دن وہ اسے معاف بھی کر دیتی۔۔۔۔۔۔

کل۔۔۔۔ میرا انتظار کرنا۔۔۔۔۔

وہ اس کے اداس چہرہ پہ ایک آخری نظر ڈالتا وہاں سے چلا گیا۔

۔۔۔۔۔۔

وہ اندھیرے میں لیٹی چھت کو تکتی رہی.

رات کے اندھیرے کی جگہ دن کا اجالہ لینے لگا لیکن اس کے وجود میں کوئی جنبش نا ہوئی.

صائمہ بیگم دروازہ پہ ہلکی کی دستک دینے کے بعد کمرے میں داخل ہوئیں.

وہ یک ٹک چھت کو گھورے جارہی تھی. ذہن کو جیسے فالج ہو گیا تھا .

اعظم صاحب کا وہ لہجہ الفاظ بار بار تکلیف دیتے

ھدیل.....بچے اتنا اندھیرا کیوں کر رکھا ہے.....

وہ جب ناشتہ کے لئے بھی نا آئی تو انہیں تشویش ہونے لگی تھی.

کھڑکیوں سے پردے ہٹائے تو سورج کی روشنی سے کمرے کی تاریکی کم ہونے لگی.

صائمہ بیگم نے اس کا چہرہ دیکھا تو آنکھوں میں پانی بھر آیا.

آنکھیں لگاتار رونے کے باعث سرخ ہو چکی تھیں. اور سوجن کا شکار تھیں .

چہرہ بار بار رگڑنے سے کئ جگہ سے زخمی نظر آتا تھا

ھدیل تمہارے بابا نے جو کچھ بھی کہا وہ جذبات میں بہہ کر کہا.....وہ کبھی تمہیں دکھ نہیں دے گے.....اور ان کا ایسا کوئی مقصد نہیں تھا.

میں جانتی ہوں ماما.....

اس نے دھیرے سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا.... مسلسل رونے سے آواز بھی بدل چکی تھی.

لیکن سچ تو یہی ہے کہ میں اب آپ پہ ایک بوجھ بن چکی ہوں....

وہ اپنی سسکی دباتے ہوئے کہنے لگی تو صائمہ بیگم تڑپ اٹھیں.

اس کے الجھے ہوئے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگیں.

ایسا نہیں ہے میری بچی.... تم غلط...

میں ٹھیک کہہ رہی ہوں ماما.... وہ ان کی بات کاٹتے ہوئے بولی.

اگر میں اس دن مر جاتی تو مظلوم ہوتی سب مجھ پر اور آپ پہ ترس کھاتے اور ایک دن بھول جاتے آپ کو بھی صبر آ جاتا...

لیکن میں زندہ ہوں.... ہر گزرتے دن کے ساتھ ایک نئی کہانی جنم لے رہی ہے.... میں آپ پہ بوجھ بن گئی ہوں.... آپ کی عزت پہ دھبہ....

وہ خود کو بستر سے دھکیلتی ہوئی اٹھ بیٹھی.

اگر میں بوجھ نہیں ہوتی تو بابا یوں آنا فانا میری شادی نا کروانا چاہتے..... پھپھو یوں انکار نہیں کرتیں اور بابا مجھے وہ سب نہیں کہتے...... میں بوجھ بن گئی ہوں ماما...

وہ لڑکھڑاتی ہوئی واشروم میں گھس گئی اور پھر اپنی سسکیاں روکنے کی ناکام کوشش کرتی رہی.

دوسری جانب اس کی والدہ بھی سسکیاں بھرتی رہیں

........

وہ آج بھی آفس سے جلدی واپس آ گئے تھے.

روزانہ لوگوں کا جواب دینا مشکل ہوتا جا رہا تھا.

ایسے بہت سوال تھے جن کے جواب ان کے لئے دینا مشکل ہوتا جا رہا تھا.

آپ کی بیٹی اس کے ساتھ اکیلی کیوں تھی.... کیا اس کا چکر تھا... ایسا تو پھر ہوتا اس طرح کے کاموں میں.... پہلے ہی شادی کرا دیتے تو یوں نا ہوتا..... بھلا ایسے کیسے کوئی تصویریں لے سکتا ہے یقینا خود بھیجی ہوں گی..... پہلے بھی کیس بنا تھا آپ کی بیٹی پہ..... ارے اگر بھائی ہوتا تو کس کے رکھتا نا نہیں ہے تبھی یہ حال ہے.....

کتنے سوالات تھے.... ہر سوال ان کی غیرت پہ داغہ جاتا....

وہ آنکھیں اپنی بازو سے ڈھک کر بیٹھے تھے... سر میں شدید درد تھا اور آنکھیں نم....

وہ کس کس کے سامنے ھدیل کا دفاع کرتے اور اب تو اپنے بھی منہ موڑ چکے تھے....

بیل کی آواز پہ صائمہ بیگم انہیں وہاں چھوڑ کر گیٹ کی جانب بڑھیں.

ھدیل ابھی بھی اپنے کمرے میں مقفول تھی.

انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے.... ان کا گھر بکھرنے لگا تھا.... باپ اور بیٹی ایک دوسرے سے برہم تھے.

بیرونی دروازہ کھولنے پہ سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر وہ بھونچکا گئی تھیں.

مسز اعظم.... اگر آپ اجازت دیں تو ہم اعظم صاحب سے کچھ اہم بات کرنا چاہتے ہیں.

صائمہ بیگم کو سمجھ نہیں آرہا تگا کہ وہ کیا کریں.... اسے اندر آنے کی اجازت دیں یا وہیں سے لوٹ جانے کا کہ دیں.

گھر میں پہلے سوگ سے کیفیت تھی ایسے میں ایک اور پریشانی کو دعوت دینا اسے کسی صورت مناسب نہیں لگا.

آپ سے ہمیں کوئی بات نہیں کرنی....

وہ مختصر جواب دیتیں گیٹ بند کرنے لگیں جب شمس نے گیٹ پہ ہاتھ رکھ کر انہیں ایسا کرنے سے روک دیا.

کیا بد تمیزی ہے یہ.....

چاہے اس شخص نے اپنے بھائی کے خلاف گوہی دی تھی لیکن وہ یہ نہیں بھولی تھیں کہ چند سال قبل کیسے اس شخص کی وجہ سے ان کی اکلوتی اولاد موت ست جھونجتی رہی تھی اور کس طرح خود کو خوف کے زیر اثر اپنے کمرے میں قید کر لیا تھا>.

دیکھیں مسز اعظم.... میں یہاں کسے غلط نیت سے نہیں آیا....

رکو شمس مجھے بات کرنے دو....

ایک نفیس خاتون نے آگے بڑھ کر اسے خاموش رہنے کا کہا.

کون آیا ہے؟

اعظم صاحب اپنی بیگم کی بلند آواز سن کر اس جانب آئے تھے.

اسلام علیکم...

اس خاتون نے اعظم صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا.

اعظم صاحب میں فریدہ ہوں.... آپ سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں اگر آپ اجازت دیں تو....

اعظم صاحب اس خاتون کو نظر انداز کرتے شمس پہ نظریں گاڑھے ہوئے تھے.

کچھ لمحوں کے توقف کے بعد گویا ہوئے.

اندر آجائیں....

لیکن اعظم....

صائمہ بیگم نے اعتراض کرنا چاہا جسے وہ خاطر میں نا لائے.

کیا ایسا کچھ بچا ہے جو مزید تکلیف دہ ہو.... آنے دو انہیں....

ان کے جواب پہ صائمہ بیگم راستہ سے ہٹ گئیں تو فریدہ بیگم شمس کے ساتھ اندر داخل ہوئیں.

شمس وہاں داخل ہوتا اپنے اطراف کا جائزہ لینے لگا.

ویسے تو وہ کئی بار اس کے گھر داخل ہو چکا تھا لیکن دروازہ سے آنے کا یہ اس کا پہلا تجربہ تھا.

اعظم صاحب... میں شمس کے مرحوم والد کے دوست کی بیوی ہوں.

اگر تبریز صاحب یا میرے خاوند زندہ ہوتے تو یقیناوہی اس وقت یہاں موجود ہوتے.

اپنے بچپن کا کچھ حصہ شمس نے میرے ساتھ ہی گزارا ہے....

وہ شمس کی جانب دیکھتی کہنے لگیں جو خود کو بمشکل خاموش رکھے تھا

اس کا ارادہ تو سیدھا مولوی لیجا کر نکاح کا تھا... جب اپنے نکاح میں اس نے فریدہ بیگم کو مدعو کیا تو وہ سر پٹخنے لگیں کہ یہ کوئی طریقہ نہیں.

اور اب وہ یہ کام طریقہ سے سرانجام دے رہا تھا.... اس کے اپنے ہی قانون تھے. دوسروں کے جذبات سے محظوظ ہوناہی اس کا من پسند کام تھا لیکن ھدیل کے لئے وہ یہ کڑوی دوائی نگلنے کو تیار تھا.

آپ کیا بات کرنا چاہتی ہیں....

وہ دونوں میاں بیوی انہیں تجسس سے دیکھتے کہنے لگے.

دیکھیں میں اصل میں شمس کے لئے آپ کی بیٹی ھدیل کا ہاتھ مانگنے آئی ہوں...

صائمہ بیگم کو لگا ان کے ساتھ کوئی مذاق کیا گیا ہو جبکہ اعظم صاحب غصہ سے سرخ ہونے لگے اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے.

فریدہ بیگم بھی ہڑبڑاتی ہوئی کھڑی ہو گئیں جبکہ وہ اپنی سرد آنکھوں سے انہیں دیکھتا ٹانگ پہ ٹانگ چڑھائے بیٹھا رہا..... اسے اسی رویہ کی امید تھی.

کیا آپ کو ہم پاگل دکھائی دیتے ہیں جو اس شخص کا رشتہ لے کر آئی ہیں....
وہ شمس کی جانب اشارہ کرتے کہنے لگے.

لیکن اب تو واضح ہو چکا ہے کہ اس سب میں شہیر کا ہاتھ تھا شمس بے گناہ ہے...

ھدیل نے کچھ سال قبل ہونے والے واقع کو ایک غلط فہمی قرار دیا تھا .
عدالت میں اس نے بتایا تھا کہ وہ بھی شہیر کا منصوبہ تھا.

.....

اپنے بابا کی آواز پہ وہ ہڑبڑا کے اٹھی اور کمرے سے باہر نکلی.

زینہ پہ کھڑی وہ لٹک کر ہال میں دیکھنے گی تو اس کی نظر اعظم صاحب اور شمس پہ پڑی.

وہ حلق تر کرتی سیڑھیاں اترنے لگی شمس کی نظر جیسے ہی اس پہ گئی وہ اسے دیکھ کر مسکرا دیا جس پہ ھدیل کی پیشانی پہ بل نمودار ہونے لگے.

پر سکون ہو جائیں اعظم....

صائمہ بیگم ان کا کندھا سہلاتی ہوئی کہنے لگی .

نکل جاو یہاں سے..... ایسا سوچ بھی کیسے لیا تم نے....

وہ شمس پہ پھر سے دھاڑے تھے جسے ان کی کسی بات کی پرواہ نا تھی.

ھدیل اپنے بابا کو یوں دیکھتی اپنے پیروں پہ اچھل دی اور انگلیاں مروڑنے لگی.

اس کی دھڑکن بگڑنے لگی تھی جسم ٹھنڈا پڑنے لگا....زندگی میں پہلی بار وہ یوں ان کے مخالف کھڑی ہونے جا رہی تھی.

اعظم صاحب.... مین اس تمنا کے ساتھ آیا تھا کہ آپ سب معاملہ سمجھ کر وسعت نظری سے فیصلہ لیں گے..... لیکن افسوس....

خیر.... ھدیل سے تو میں شادی کر ہی لوں گا.... اور آپ اس معاملہ میں کچھ نہیں کر سکتے....

اس کے رویہ پہ اعظم صاحب مزید مشتعل ہونے لگے.... شمس کے نظریں ابھی بھی ھدیل پہ گڑھی تھیں.

ایک بھائی قاتل.... اور دوسرا ابھی دھمکی دے رہا..... چلے جاو یہاں سے....

صائمہ بیگم صورتحال بگڑتی دیکھ کر کہنے لگی.

کل نکاح خوان کے ساتھ آوں گا آپ چائیں یا نا چائیں....
وہ نظروں کا رخ پہلی بار ان کے طرف کرتا کہنے لگا

بکواس بند رکھو....

اعظم صاحب غصہ سے ہاتھ بلند کرتے اس کئ جانب بڑھے جب ھدیل ایک دم چلا اٹھی.

بابا... اسے میں نے یہاں بلایا ہے....

اس کی آواز پہ ان کا ہاتھ ایل دم رکا تھا. شمس نظریں سکیڑ تا اسے دیکھنے لگا.

ھدیل چھوٹے قدم اٹھاتی اس کے ساتھ آ کھڑی ہوئی.... اس کا رنگ زرد ہو چکا تھا.

م... میں شمس کو پسند کرتی ہوں.... اور.... اور اسے میں نے ہی کل رشتہ لانے کا کہا تھا....

وہ بار بار حلق تر کرتی مشکل سے بولی. نظریں ان کا سرخ چہرہ دیکھ کر پھر جھکا لیں.

کیا کہ رہی ہو تم... صائمہ بیگم بے یقینی سے بولیں....
کل کب کہا تم نے یہ....
اعظم صاحب اسے گھورتے ہوئے پوچھنے لگے.... کیا تم نمرہ کے بہانے اس سے ملتی ہو....

آپ کو پر سکون ہو جانا چاہئیے....

میں اپنی بیٹی سے بات کر رہا ہوں.....وہ فریدہ صاحبہ کی بات کاٹ کر بولے.

شمس نے ھدیل کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں مضبوطی سے تھام لیا جسے اعظم صاحب نے نفرت سے دیکھا.

ن... نہیں....

وہ ان سے مزید جھوٹ نہیں بول پائی صرف شمس کی پکڑ اسے زمین بوس ہونے سے روک رہی تھی.

تو پھر کب بات کی اس سے.....

انہیں یقین تھا کہ ھدیل جھوٹ بول رہی ہے....شاید اسی کئے جاننا چاہتے تھے.

تمہیں اس کا جواب دینے کی ضرورت نہیں میں یہ معاملہ سنبھال لوں گا.....وہ اس کی طرف جھکتا ہوا کہنے لگا.

کل رات..... تبریز میرے کمرے میں آیا تھا.... ہم روز میرے کمرے میں ملاقات کرتے ہیں....

ھدیل انکھیں بند کر کے تیزی سے کہ گئی....

صائمہ بیگم بے یقینی سے اسے دیکھتی کچھ قدم پیچھے اٹھا گئیں....اعظم صاحب بھی جیسے گنگ ہو گئے.

شمس کے جسم میں اچانک تناو آیا تھا وہ بھی آنکھیں پھیلائے اسے دیکھنے لگا. اس نے ایسا کیوں کہا یہ اس کی سمجھ سے باہر تھا پہلی بار وہ اس کی سوچ پڑھنے میں ناکام رہا تھا.

عصر کے وقت....

اس بد کردار کو میرے گھر سے لے جانا....

اعظم صاحب سخت لہجہ میں کہتے وہاں سے چلے گئے.

ھدیل کی آنکھوں میں پھر سے پانی اُمڈ آیا وہ سمس کا ہاتھ دھکیلتی ننگے پاوں واپس اپنے کمرے کی جانب چلی گئی.

......

ھدیل.....دروازہ کھولو....یہ کیا سن رہی ہوں میں....

اگلے روز صبح ہی نمرہ اس کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹانے لگی تھی.

جب سے اس نے اعظم صاحب کے سامنے شمس سے شادی کی خواہش ظاہر کی تھی وہ خود کو کمرے میں بند کر چکے تھے.

صائمہ بیگم بھی فیالحال اس کا چہرہ نہیں دیکھنا چاہتی تھیں اور ھدیل ان کا سامنہ کرے کی ہمت نہیں رکھتی تھی.

وہ فریش سے اٹھی اور دروازہ کھول کر نمرہ کو اندر آنے کا کہا.

ھدیل یہ سب کیا ہے.... مجھے کل رات آنٹی نے کال پہ بتایا تم اس شخص سے شادی کرنا چاہتی ہو..... جبکہ وہ اس سب کا ذمہدار ہے...

وہ کوئی جواب دیئے بنا چہرہ گھٹنوں میں چھپا کر بیٹھ گئی تو نمرہ اسے جھنجھوڑنے لگی.

ھدیل....

وہ نم آنکھوں سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی.

میں بابا کے لئے بوجھ بن گئی ہوں نمرہ.... اور میں ایک ان چاہا وجود نہیں بننا چاہتی.

جنہیں مجھ پر اتنا یقین تھا.... اس قدر محبت.... وہ آج میری موجودگی سے تھک گئے گئے ہیں..... جب بھی وہ مجھے دیکھتے ہیں ان کی نظروں میں ملامت و شکوہ صاف دکھائی دیتے ہیں....

میں جانتی ہوں لوگوں کی باتیں انہیں تکلیف دیتی ہیں..... اور میں مزید ان کی تکلیف کا سامان نہیں بننا چاہتی....

تو تمہیں لگتا ہے اس سب سے انہیں تکلیف نہیں ہو گی..... وہ اور آنٹی دونوں تکلیف میں ہیں.... اور یہ سب تو وقتی ہے....

وقتی مرد ذات کے لئے ہوتا ہے نمرہ..... عورت کا تو مرنے کے بعد بھی پیچھا نہیں چھوڑتا....

وہ تلخ لہجہ میں کہنے لگی تو نمرہ جاموش ہو گئی.

مجھے ڈر ہے کہ وہ تمہیں کوئی نقصان پہنچائے گا.... وہ ایک خطرناک انسان ہے.....

ھدیل اس کی بات پہ خاموش ہو گئی.... بے شک وہ ایک خطرناک انسان تھا لیکن آج وہ زندہ بھی اسی کی وجہ سے تھی.

تو کیا تم اپنا فیصلہ نہیں گی.....

یقین جانو میں نے فیصلہ سوچ سمجھ کر لیا ہے.... لوگوں کے منہ بند کرنے کا یہی طریقہ ہے.

اور میں بابا اور ماما کو بھی منالوں گی بس یہ کیس ختم ہو جائے.

تم اس راہ پہ کب چل پڑی ھدیل....

وہ افسوس سے اسے دیکھتی کہنے لگی.

جس دن میں نے اس کی سرد آنکھوں میں جھانکا.....

******

وہ بار بار ھدیل کو کال کر رہا تھا لیکن اس کا موبائل مسلسل بند آ رہا تھا.

شمس عصر کا وقت ہونے کو ہے ہمیں چلنا چاہئیے....

وہ سر کو جنبش دیتا بنا کوئی جواب دیئے پھر سے کال کرنے لگا اور وہ سر ہلاتی ہوئی وہاں سے چلی گئیں.

آج شھیر کو مری کی جیل سے راولپنڈی منتقل کیا جانا تھا>.
اور شمس کو شھیر کے ساتھ کی اپنی آخری ملاقات بار بار یاد آ رہی تھی.

وہ اپنے وکیل سے مختصر بات کرتا وہاں سے چل دیا.

******

یہ کپڑے آئے ہیں تمہارے سسرال کی طرف سے پہنو اور باہر آجاو.....

صائمہ بیگم اس کا چہرہ دیکھے بغیر سامان اس کے پاس پھینکتی واپس جانے لگیں

ماما.... کیا آپ بھی مجھ سے نفرت کرتی ہیں....

وہ درد بھری آواز میں پوچھنے لگی تو صائمہ بیگم اسے شکایتی نظروں سے دیکھنے لگی.

اس کا حق تم نے کل کھو دیا.....

اس کے بعد وہ بنا کسی جواب کا انتظار کیے چلی گئی اور ھدیل اپنی سسکیاں روکنے لگی.

بس کرو ھدیل.....اب فیصلہ کیا ہے تو اس کے نتائج تو بھگتنے ہی ہوں گے.....

وہ نمرہ کے سمجھانے پہ صرف سر ہلا کر رہ گئی.

اعظم صاحب نے گھر میں ہی انتظام کروائے اور قریبی رشتہدار کو مدعو کیا تھا.

اس کے علاوہ کچھ خاص دوست اور ہمسایہ بھی بلائے گئے تھے.

ان کے معاملات جو بھی تھے لیکن وہ یوں اپنی بیٹی کو رخصت نہیں کر سکتے تھے.

بھائی صاحب.... اچانک ھدیل کی شادی.... ابھی کچھ روز پہلے ہی تو آپ مجھ سے تقاضہ کر رہے تھے.

وہ اپنی آنکھیں سکیڑتے ہوئے بولیں. یہ بات ان سب کے لئے حیران کن تھی کہ اتنی جلدی وہ اس کی شادی کیسے کروا رہے ہیں

ان کی بات پہ اعظم صاحب خفیف سا مسکرا دیئے.

وہ سمجھتے تھے کہ وہ کیا جاننا چاہتی ہیں وہاں موجود ہر شخص ہی جاننا چاہتا تھا کہ اس کی شادی کس سے ہو رہی ہے.

پہنچتے ہوں گے وہ لوگ.... مل لینا....

وہ مختصر جواب دیتے دوسرے مہمانوں کے پاس چلے گئے.

شمس مولوی اور گواہان کے ساتھ کالے رنگ کی شرٹ اور پینٹ میں داخل ہوا.

اسے دیکھتے ہی اعظم صاحب کے چہرے پہ تناو کے تاثرات ابھرے تھے.

وہ اطمینان سے ان کے قریب گیا اور سلام لینے لگا اعظم صاحب لب بھینچے محض سر کو جنبش دے کر رہ گئے.

ان کے درمیان ہوتا تبادلہ سب دیکھ سکتے تھے. تقریبا وہاں موجود ہر شخص اس بات سے واقف تھا کہ وہ کون ہے.

اور شمس سے ھدیل کی شادی سے ان لوگوں کے لب ہمیشہ کے لئے بند ہو جاتے جو کہ شہیر اور ھدیل کے تعلقات کو لے کر اس پہ تہمت باندھتے تھے.

اعظم صاحب.... آپ کے کہے کے مطابق میں اپنی امانت لینے آیا ہوں....

وہ پیشانی پہ بل پھیلائے صائمہ بیگم کے جانب پلٹے.

جاو ھدیل کو لے آو....

جی...... صائمہ بیگم تھکے ہوئے لہجہ میں کہتی وہاں سے چلی گئیں.

......

تم بہت پیارہ لگ رہی ہو....

نمرہ ھدیل کے سر پہ ڈوبٹہ ٹکاتے ہوئے کہنے لگی.

ھدیل اپنی چوڑیوں سے کھیل رہی تھی جب نمرہ کے
کہنے پہ خود کو آئینہ میں دیکھا.

ہلکے گلابی اور گرے رنگ کے کامدار فراک میں وہ حسین لگ رہی تھی.

لیکن کہیں ایک کسک دل میں باقی تھی.

نمرہ.... وہ لوگ آ گئے ہیں...
صائمہ بیگم اسے کہتی ھدیل کا عکس آئینہ میں دیکھنے لگیں.

اسے دلہن بنا دیکھ ان کی آنکھوں میں آنسو آنے لگے.

اپنی اولاد کو سرخ جوڑے میں دیکھنا ماں باپ کی سب سے بڑی خواہش ہوتی ہے.

وہ چھوتے چھوٹے قدم لیتی اس کے قریب آئیں اور سر پہ محبت سے ہاتھ پھیر نے لگیں.

پھر اپنا دوسرا ہاتھ منہ پہ رکھ کر سسکی روکتی باہر چلی گئیں جبکہ ھدیل بھی انہیں نم آنکھوں سے دیکھتی رہی.

کچھ دیر بعد وہی عورت اس کمرے میں داخل ہوئیں جو جنہیں گزشتہ روز اس نے تبریز کے ساتھ دیکھا تھا.

وہ اور نمرہ اسے ہال میں لے آئیں

ان کے قریبی رشتہدار بھی وہی موجود تھے .

وہ نظریں جھکائے شمس کی جانب بڑھتی رہی.

اس کے سامنے پہنچ کر اس نے پہلی بار نظریں اٹھائیں وہ اسے یوں تک رہا تے اجیسے ھدیل نے اسے اپنے حصار میں قید کر لیا ہو.

ھدیل کا دل تیزی سے دھڑکا تھا .

ابھی تک وہ محض اپنی پاسداری کے لئے یہ کر رہی تھی لیکن اس کی نظروں کی تپش نے ھدیل کو احساس دلایا کہ وہ اس کے ساتھ کس رشتے مین بندھنے جا رہی ہے .

ھدیل نے اپنی نظرون کو جلدی سے جھکایا تھا اور دھڑکن تیز ہونے لگی.

شمس اپنی نظر اس کے ہٹاتا نکاح خوان کو اشارے سے تقریب شروع کرنے کا کہنے لگا.

نمرہ نے اسے شمس کے ساتھ کچھ فاصلہ پہ بٹھا دیا تو وہ وہاں براجمان ہوتی اپنا تنفس درست کرنے لگی.

.......

مسٹر شہیر...... مسٹر شہیر......

کیا آپ بتائیں گے کہ آپ نے یہ قتل کیوں کئے....

وہ جیسے ہی پولیس جیپ سے نکلا ایک خوبصورت دوشیزہ اپنے بال جھٹکے سے پیچھے ہٹاتی مائک سنے کرتی سوال کرنے لگی.

جبکہ وہ تمسخرانہ مسکرا دیا.

اسے وہاں دیکھ میڈیا کے دیگر نمائندہ بھی راستہ میں حائل ہو گئے.

سب کیمرے اس پہ فوکس تھے<br>..

پولیس انہیں راستہ سے ہٹاتی شہیر کو کھینچتے ہوئے لیجانے لگی.

پلیز بتائیں..... آخر کیوں کیا آپ نے یہ سب....

آپ کی خاموشی یہ بات ثابت کرتی ہے کہ آپ قصوروار ہیں..

اس سے ایک کے بعد ایک سوال کئے جا رہے تھے جبکہ وہ انہیں نظر انداز کر رہے تھے.

ہر کوئی اس سے کچھ نا کچھ اگلوانا چاہتا تھا.

اپنے اٹھتے قدم اس نے یکدم روکے تھے اور اپنے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا جس نے اس کی توجہ کھینچی تھی.

وہ نظریں پھیرتا تمام کمروں کو دیکھنے لگا اور پھر تمسخرانہ مسکراتا اپنے ہاتھ سینے کے سامنے لے آیا جو کہ ہتھکڑی سے بندھے تھے.

جو مجھے اس قید سے آزاد کروائے گا........ میں اسے اپنی آزادی کے بدلے تین کروڑ کیش دوں گا...

اس کا بات مکمل ہوتے ہی بھیڑ میں ایک نیا شور شروع ہوا اور پولیس اسے کھینچنے لگی.

*****

نمرہ کسی کام سے کچن میں گئی تھی جب وہاں اسے اس کی پسندیدہ بیکری کی پیسٹری دکھی.

نا چاہتے ہوئے بھی اس کے ہاتھ ڈبہ کی جانب بڑھنے لگے اور اگلے ہی لمحے وہ پیسٹری نکال کر اس کی بائٹ لے رہی تھی.

آہم .... آہم ..... کیا کھایا جارہا ہے .....

کوئی مردانہ آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی تو وہ یکدم پلٹی>.

چوڑے شانے اور دراز قد کا حامل وہ شخص چہرے پہ خفیف سی مسکراہٹ سجائے اسے ہی دیکھ رہا تھا.

نمرہ اسے چونکتے ہوئے دیکھنے لگی وہ شخص شمس کے گواہان میں سے تھا.

نمرہ آنکھیں سکیڑتی اسے دیکھنے لگی اسے وہ مسکراہٹ زہر ہی تو لگی تھی.

پیسٹری کھا رہی تھی...... پر اب تو کڑوی ہوگئی....

وہ چہرے کے زاویہ بگاڑتی پیسٹری پھینکتی وہاں سے جانے لگی.

ویسے میرا نام دانیال ہے.... آپ کا.....

اس شخص نے دوبارہ سے کوشش کی جبکہ نمرہ تو تبریز اور اس سے کسی بھی قسم کے تعلق رکھنے والے شخص کو دور سے ہی الوداع کہ دیتی تھی.

اور میرا نام مسز عالیان ہے....
وہ دانت کہنے لگی

آپ میر ڈ ہیں.....

اس نے حیرانگی سے پوچھا.....

بلکل دو بچے بھی ہیں..... آہ.... مجھے یاد آیا چھوٹے نے ڈائپر خراب کر دیا تھا.... میری ہیلپ کریں گے....

وہ آنکھیں پٹپٹاتی کہنے لگی تو عالیان کے چہرے پہ خوف کے آثار واضح ہونے لگے.

نمرہ ہونٹ چباتی اپنی ہنسی پہ قابو کرنے لگی .

نمرہ..... چلو رخصتی کا وقت ہو گیا ہے....

اس کی والدہ اچانک وہاں داخل ہوئی تو وہ گڑبڑا گئی.

جی.... چلیں ماما....

وہ دانیال کو نظر انداز کرتی جلدی سے باہر چلی گئی.

............

کانپتے ہاتھوں سے اس نے نکاح نامہ پہ دستخط کئے تھے .

اس کے سر پہ ہاتھ رکھنے کے لئے..... اسے گلے لگانے کے لئے اس کے والدین میں سے کوئی بھی وہاں نہیں آیا تھا.

وہ اس بھیڑ میں ان دونوں کو ڈھونڈتی رہی اور پھر ڈوبتے دل کے ساتھ اس پہ دستخط کر دیا.

ہاں لیکن وہی پھپھو جو اس کے خلاف تھیں اب اس کے صدقہ لئے جا رہی تھیں.

کھانے کا دور شروع ہوا لیکن شمس نے رخصتی کے لئے زور دینا شروع کر دیا.

پہلے کونسا کچھ عام شادیوں کی طرح ہوا تھا جو اب ہوتا.... اعظم صاحب نے بھی فوراً اجازت دے دی.

شمس نے ھدیل کے سامنے ہاتھ بڑھایا تو وہ اس کی چوڑی ہتھیلی دیکھنے لگی.

اب تو اسے یہ ہاتھ تاحیات تھامے رکھنا تھا .

وہ اپنا لرزتا ہاتھ اس کی جانب بڑھانے لگی تو شمس نے اس کا ہاتھ تھام لیا.

اسے کے سرد وجود نے شمس کے ہاتھ کی گرمائش کو محسوس کر کے جیسے سکون محسوس کیا تھا.

وہ نظریں اٹھائے اسے دیکھنے لگی .

سالوں پہلے جب وہ اس کے گھر الماری میں چھپ رہی تھی وہ سب منظر اس کے سامنے لہرانے لگے.

ھدیل نے یکدم آنکھیں بھینچ لیں.... اب وہ ویسی نہیں رہی تھی..... اور نا شمس.....

پھر بھی دل میں ایک وہم موجود تھا.

کیسی شادی تھی یہ..... نا کسی نے گیت گائے..... نا کسی نے اسے تنگ کیا.... نا کوئی شادیانے بجے....

شادی تھی یا ماتم.... اس کے لئے فرق جاننا مشکل ہو رہا تھا....

وہ لرزتی ہوئی اس کے ساتھ کھنچی چلی گئی.

وہ محبت بھرا گھر جہاں اس نے پرورش پائی جہاں اس کی ہنسی گونجتی تھی وہ اب ویراں ہونے کو تھا

صائمہ بیگم جب اپنی ممتا مزید نا چھپا پائی تو ھدیل کے گلے لگ گئیں.

ماں کے گلے لگ کر وہ بھی دھاڑیں مارتی رونے لگی.

مجھے معاف... کر... دیں... ماما... مجھے معاف کر دیں....

>

وہ بار بار ایک ہی بات دہرا رہی تھی...
اعظم صاحب دور کھڑے نم آنکھوں سے اسے جاتے دیکھ رہے تھے لیکن شاید انا اور ضد آڑے آ رہی تھی جو اسے اپنے جلتے سینے سے نا لگا سکے.

کیا اپنی محبت کے کھو جانے پہ دل تڑپتا ہے.... یا والدین کے دور جانے سے.....

نہیں....

درد توتب ہوتا ہے جب انسان جانتا ہے کہ وہ اپنے والدین کی تکلیف کی وجہ ہے....وہ بھی اسی تکلیف سے گزر رہی تھی.

اگر کوئی اسے کہتا کہ سینا چاک کر کے دل باہر نکال دے تو وہ ان کی آنکھ سے انسو مٹانے کے لئے وہ بھی کر دیتی....

صائمہ بیگم نے اسے خود سے جدا کیا تو اس کا سر چکرانے لگا اور وہ زمین بوس ہونے لگی.

شمس نے اسے فورا سنبھالا تھا.

ھدیل اپنے قدموں پہ کھڑی ہونے لگی لیکن اس نے اسے اپنے مضبوط بانہوں میں اٹھالیا.

شاید وہ اس وقت کچھ سمجھ پاتی تو احتجاج کرتی لیکن اس کا دماغ تو جیسے سن ہو چکا تھا.

.......

ھدیل بیٹا چلو.... آجاو شاباش ہم پہنچ گئے ہیں.

وہ ان بزرگ خاتون کے ہلانے سے جیسے ہوش میں آئی تھی.

گاڑی میں صرف وہ دونوں ہی موجود تھے جبکہ شمس ڈکی سے اس کا چھوٹا سا بیگ نکال کر کسی کو پکڑا رہا تھا.

وہ اپنا دوپٹہ سنبھالتی آہستہ سے باہر نکلی تو سرد ہوا کی لہر سے کپکپا گئی.

شمس نے گاڑی میں رکھی شال نکال کر اس کے کندھوں پہ ڈال دی اور ھدیل نے اس میں اپنا چہرہ چھپا لیا.

وہ اس کے سامنے کھڑا ھدیل پہ ہی نظریں جمائے تھا جس سے وہ گھبرا رہی تھی.

اندر چلو.... کیا بیمار ہونے کا ارادہ ہے....
وہ خاتون پھر سے گویا ہوئی تو شمس اس سے دور ہوا

ھدیل نے پہلی بار اپنے اطراف کا جائزہ لیا.

وہ اس وقت درختوں میں چھپی ایک راہداری میں کھڑے تھے.

وہ یہاں پہلی بار آئی تھی .

ایک سمت ایک خوبصورت دو منزلہ بنگلہ دکھائی دے رہا تھا .

اور دوسری جانب مڑتے ہوئے درخت.... شاید وہ اسی طرف سے آئے تھے.

ابھی وہ اسی جان دیکھ رہی تھی جب وہاں ایک اور کار داخل ہوئی.

کیا تم نے مین گیٹ بند کر دیا.

شمس عالیان سے پوچھنے لگا جو ابھی دوسری کار میں نکاح خوان کو ان کے گھر رخصت کر کے آیا تھا.

جی....مام کب تک فری ہوں گی.

شاید وہ بزرگ خاتون اس کی والدہ تھیں....جو کہ سردی سے بچنے کے لئے اندر جا چکی تھیں.

شمس اسے بنا جواب دیئے ھدیل کو لے کر گھر کے اندر داخل ہونے لگا.

اندر داخل ہوتے ہی اسی خاتون نے ھدیل کا صدقہ اتارہ اور پیسے وہاں موجود ملازمین کو دے دیئے.

پھر اسے پکڑے ایک کمرے کی سمت چل پڑیں. شمس بھی ان کی پیروی کرتا جب اس کے موبائل کی بیل بجنا شروع ہوئی.

وہ موبائل نکال کر اسے دیکھنے لگا جس پہ اس کے وکیل کا نام جگمگا رہا تھا.

.......

وہ ایک خوبصورت اور آرامدہ کمرے میں داخل ہوئی. پھر اسے سجی ہوئی مسہری تک لایا گیا.

اسے دیکھتے ہی ھدیل کا سانس پھولنے لگا اور ہاتھ پاوں سن ہوتے محسوس ہوئے.

اپنے والدین کی سوچیں ایک دم ذہن سے غائب ہوئیں اور وہ آنے والے وقت کے لئے پریشان ہونے لگی.

ابھی تک وہ سب کسی خواب کی مانند تھا جو اب حقیقت میں بدلنے لگا.

یا خدایا.... میں نے واقعی تبریز سے شادی کرلی....

وہ خود ہی بڑبڑانے لگی. اور پھر خشک حلق تر کرنے لگی.

بیٹھ جاؤ بیٹا... شمس بھی آتا ہو گا.....

وہ مسکراتے ہوئے کہنے لگیں تو ھدیل کی دھڑکن مزید تیز ہونے لگی.

یہی تو پریشانی تھی کہ وہ آتا ہو گا.

جج...جی آنٹی....

وہ منمنا کر رہ گئی اور فراک سنبھالتی بیڈ پہ بیٹھ گئی. اسے جلد از جلد اس لباس کو بدلنا تھا.

ویسے تو میرا شمس سے کوئی خون کا تعلق نہیں ہے لیکن اس نے بچپن کا کچھ عرصہ میرے ساتھ گزارا ہے....

ھدیل ان کی بات سے متوجہ ہوئی.

آپ کے ساتھ...

ہاں....اس کی والدہ ایک بری عورت تھی.... تبریز صاحب سے محبت کی شادی ہوئی لیکن وہ ہر کچھ عرصہ بعد ایک نئی محبت کا شکار ہوتی.

خاصی جنونی عورت تھی.... تبریز بھائی کی وفات کے بعد شھیر کو لے گئی....

اسی لئے وہ ایسا ہو گیا....بچہ تھا تب تو....

وہ افسوس سے کہنے لگیں اور ھدیل تذبذب کا شکار ہونے لگی.

خیر میرے شوہر اسے اپنے ساتھ لے آئے....
بچپن میں بھی بہت الگ تھا.....بہت کوشش کی میں نے کہ وہ گھل مل جائے لیکن وہ خود میں قید رہتا تھا.

ہم نے بہت کوشش کی لیکن اس کی ایک ہی ضد تھی کہ شھیر کو واپس لاو اور یک کہ اسے اپنے گھر جانا ہے.

ہم نے اس لئے کیس نہیں کیا کیونکہ وہ اس کی ماں تھی اور ہم اسے بھی کھو دیتے...
خیر وہ موقع دیکھ کر اپنی حویلی واپس بھاگ جاتا.

میرا تو دل دہل جاتا کہ اکیلا بچہ وہاں کیوں رہنا چاہتا ہے.

ہم کئی بار اسے واپس لاتے زبردستی بھی پیار سے بھی... لیکن وہ کچھ دن بعد پھر واپس چلا جاتا....

ھدیل آنکھیں سب سن رہی تھی....

اس نے وہ وسیع جگہ دیکھی تھی جب پہلی بار وہاں گئی تھی تب بھی زیادہ تر کمرے بند ہی پڑے تھے.

لیکن س کے بار بار فرار ہونے پہ وہ ہنکارہ بھر اٹھی>.

پھر ایک دن شھیر نے کسی طرح اس سے رابطہ کیا... اور میرے شوہر شمس کی ضد پہ اسے امیریکہ لے گئے.

نجانے کیا ہوا وہاں.... جب واپس آیا تو اس کی انکھوں میں دیکھنے سے خوف آتا تھا.

سرد.... آنکھیں.... بے حس.... ظالم....

وہ ایک دم کہتے ہوئے کپکپا اٹھیں.

........

کیا تم نے آج کی نیوز دیکھی....

نہیں... میں مصروف رہا....

شمس اپنی مخصوص انداز سے دیکھنے لگا.

تمہیں دیکھنی چاہئیے تھی..... اگر کوئی نیوز چینل دیکھ سکتے ہو تو فورا نیوز چیک کرو...

تم خود کیوں نہیں بتا دیتے......

وہ اپنی ناک کو دباتے ہوئے کہنے لگا.

شھیر نے اپنی آزادی کے لئے تین کروڑ کا اعلان کیا ہے..... اور بیوقوف میڈیا اس بیان کو بار بار دکھا رہی ہے.

شمس نے ریموٹ اٹھا کر دیوار سے چسپاں بڑی سی سکرین کو ان کیا تو ایک نجی نیوز چینل پہ شھیر کی ہی خبر چل رہی تھی.

شمس نے غصے سے موبائل زمین پہ دے مارا.

اور شھیر کا مسکراتا ہوا چہرہ دیکھنے لگا.

*******

وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا کمرے کی جانب بڑھا.

تو کیا آپ نے کبھی اس سے بات نہیں کی....

ھدیل آنکھیں پھیلائے تجسس سے پوچھنے گی.

یکدم دروازہ کھلنے پہ وہ دونوں چونکی اور شمس کی جانب دیکھنے لگی.

عالیان آپ کا کافی وقت سے انتظار کر رہا ہے....

وہ اپنے مخصوص لہجہ میں کہنے لگا تو وہ عورت کھڑی ہو گئی.

ہاں میرے خیال سے اب چلنا چاہئیے.... تم دونوں آرام کرو....

وہ اپنائیت سے کہتیں کمرے سے باہر چلی گئیں.

ان کے جاتے ہی شمس نے دروازہ بند کر دیا جب پلٹا تو ھدیل اپنے بندے اتار رہی تھی.

کیا کر رہی ہو....

وہ آنکھیں سکیڑ کر دیکھنے لگا جبکہ ھدیل اسے نظر انداز کرتی کونے میں پڑے اپنے بیگ کی جانب بڑھی اور کپڑے نکالنے لگی.

ارد گرد دیکھتی وہ اندازے سے باتھروم کے دروازے کی جانب بڑھی تو شمس اس کے راستہ میں حائل ہو گیا.

کہاں جا رہی ہو.....

کپڑے چینج کرنے....وہ اسے گھورتے ہوئے کہنے لگی تو شمس اس کے خوبصورت سراپے کو مبہوت سا دیکھنے لگا.

ھدیل اس کی نظروں سے بوکھلاتی اس کے قریب سے گزرنے لگی تو شمس پھر سے گویا ہوا.

چلو میں تمہاری مدد کر دوں....

وہ اپنی سرد گرے آنکھوں سے اسے دیکھتا کہنے لگا.... انداز ذو معنی تھا.

ھدیل گڑبڑا کر اس سے دور ہوئی.

کک... کیا پاگل پن ہے.... مجھے کوئی مدد نہیں چاہئیے.

اس کی نظروں کی تپش اور انداز سے وہ سرخ ہونے لگی تھی>.

شمس قدم بڑھاتا اس کے قریب آنے لگا تو اس سے دور ہٹنے لگی.

کیوں نہیں اب تو تم پہ حق رکھتا ہوں....

وہ اسے زچ کرتا ہوا کہنے لگا.

ت... تم ایسا نہیں کر سکتے....

وہ دیوار سے ٹکراتی کہنے لگی.

کیوں نہیں.....

شمس اس کے چہرے کے قریب اپنا ہاتھ ٹکاتا کہنے لگا.

ک... کیونکہ تم مغفرت کے طلبگار ہو... اور میں تمہیں معاف نہیں کروں گی....

وہ اپنے ہوا اوسان سمبھالتے ہوئے کہنے لگی.

نہیں اب میں تمہاری معافی کا طلبگار نہیں ہوں.....

کک... کیا مطلب....

وہ اس کے مزید قریب ہوا تو ھدیل اس کے سینے پہ ہاتھ رکھ کر اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کرنے لگی.

مطلب اب تو تم میری بیوی اور میری طلب معافی سے بہت بڑھ چکی ہے....

وہ اس کے کپکپاتے ہونٹ دیکھتے ہوئے کہنے لگا تو ھدیل کی آنکھیں مزید پھیل گئیں.

وہ اس کی جانب جھکنے لگا تو ھدیل اس کی بازو کے نیچے سے جھک کر دوسری جانب بھاگ گئی.

شمس اسی دیوار سے ٹیک لگائے اسے بھاگتا دیکھنے لگا نظروں میں کچھ تھا جسے ھدیل کے لئے بھانپنا مشکل نا تھا.

اس نے خود کو واشروم میں لاک کر کے ہی سکون لیا اور پھر کچھ وقت اس سے ٹھیک لگا کر کھڑی رہی.

جب دھڑکن معمول پہ آئی اور نظروں کے سامنے سے دھندھلا پن ختم ہونے لگا تو وہ اپنا چہرہ میک اپ سے پاک کرنے لگی.

*****

تمہیں کیا لگتا ہے میں یہاں پر سووں گی.....

بلکل.... چاہو تو اس ہٹ کی طرح میرے کندھے پہ سر رکھ کر بھی سو سکتی ہو....

وہ ایک گھنٹے بعد منہ پھلا کر واشروم سے نکلی تھی اور شمس کو بنا شرٹ کے بیڈ پر لیٹا دیکھ اس کے تیور مزید تیکھے ہونے لگے.

مجھے الگ کمرہ چاہئیے.... اور مجھے یقین ہے یہاں ایک اعدد کمرہ مجھے اسانی سے دستیاب ہو جائے گا....

وہ تیز لہجہ میں کہنے لگی تو شمس بیڈ کراون سے ٹیک لگاتا اسے سرد لہجہ میں کہنے لگا.

ھدیل صاحبہ.... نا تو میں کوئی بہت ہی کیئرنگ ہیرو ہوں.... اور نا ہی ان کئ طرح عشق میں گرفتار ہوں...

اس کی بات پہ وہ اپنا حلق تر کرنے لگی جو ایک دم خشک ہوا تھا.

شاید تم بھول رہی ہو کہ میں کون ہوں.... اپنے اس رویہ کے ساتھ مجھ سے بہتری کی امید نہیں رکھنا تم....

وہ آنکھیں سکیڑتا اپنے مخصوص لہجہ میں کہنے لگا تو ھدیل کپکپا اٹھی.

تم میری ہو.... اور میں وہ کروں گا جو ہم دونوں کے لئے بہتر سمجھوں.... تم مجھے میرے فیصلہ پہ نظر ثانی کی درخواست تو کر سکتی ہو لیکن حکم دینا یا ھدایات دینا..... اس کا حق نہیں ہے....

جو کچھ اس نے کیا اس کے بعد وہ اس سے یوں بات کرے گا.... ھدیل نے تو سوچا تھا کہ وہ شرمندہ ہے تو وہ اب سکون سے رہ پائے گی.

تمہیں لگا کہ تم جو کہو گی میں وہ سنتا رہوں گا تو مائی ڈیئر وائف..... آپ نے بہتتتت غلط سوچا....

وہ بہت پہ زور دیتا ہوا کہنے لگا.

میں نے جو کیا اس کے لئے میں شرمندہ ہوں لیکن یہ جو رشتہ بنا ہے نا ہمارے درمیاں.... تمہاری مرضی سے بنا ہے..... اور میں تمہیں اس میں یہ فاصلہ قائم کرنے کی اجازت نہیں دیتا....

آخری بات وہ سخت لہجہ میں کہنے لگا تو ھدیل نے کمرے کے دروازہ کی جانب سرسری سا دیکھا.

وہ اس سے خوفزدہ ہو رہی تھی.

کوشش کر لو....

وہ اس کی نیت بھانپتا ہوا کہنے لگا.

ھدیل کوئی لمحہ ضائع کئے بنا دروازہ کی جانب لپکی لیکن ابھی وہ کمرے کے وسط میں ہی پہنچی تھی جب شمس نے اسے کمر سے پکڑ کر اپنی جانب کھینچا.

وہ دونوں ہاتھ اس کی کمر کے گرد حمائل کرتا اسے زمین سے بلند کر گیا.

ھدیل کا خون جسم میں بے حد تیزی سے گردش کرنے لگا اور وہ چلانے لگی.

تبریز.... نہیں چھوڑو مجھے...

وہ اپنے ناخن اس کے بازوں میں گاڑھتی ہوئی کہنے لگی

شمس اس کی کوشش پہ ہنس اٹھا.

اس کی آواز ھدیل کی سماعت سے ٹکرائی تو ھدیل بھڑک اٹھی.

تم مجھے یوں اپنی قید میں مچلتی ہوئی کتنی پسند ہو اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتی...

وہ محظوظ ہوتا اس کے کان میں کہنے لگا.

آخر اس نے کیسے سوچ لیا تھا کہ وہ بدل سکتا ہے. آخر ان دونوں بھائیوں میں ایک ہی خون گردش کرتا تھا.

شھیر سے بچانے کی وجہ سے وہ یہ سمجھ بیٹھی تھی کہ شاید وہ خطرناک نہیں رہا.

ویسی جب تم نے اپنے بابا کو میرے بارے میں بتایا تو مجھے واقعی حیران کر گئی.... آئی لائک اٹ.....

وہ اپنے ناک سے اس کے نازک گردن چھوتا کہنے لگا.

ھدیل پھر سے چلائی اور خود کو آزاد کروانے کے لئے اپنے سر کی پشت سے اس کے ناک پہ حملہ کرنا چاہا تو وہ اس کے ارادے سمجھتا اس کے بالوں کو اپنے ہاتھ میں جکڑ گیا.

دوسرا بازو ابھی بھی اس کے کمر کے گرد ھدیل کو قابو کئے تھا.

تبریز..... وہ درد سے کراہی تو شمس اسے بیڈ کی جانب کھینچنے لگا اور پھر اوندھے منہ بستر پہ پٹکا.
اس کا سانس بری طرح پھول چکا تھا اور نا ہی وہ اس کا ابھی مقابلہ کر سکتی تھی.
وہ پلٹی اور اس کے جھکنے پہ آنکھیں بند کر گئی.

بس اتنی سی بات تھی..... آرام سے سو جاو....

وہ اس کی پیشانی کا بوسہ لیتا اس سے دور ہٹ گیا اور پھر بیڈ کے دوسری جانب جا کر خود بھی کروٹ لے کر لیٹ گیا.

جبکہ ھدیل آنکھیں پھیلائے دو گھنٹے اس کی پشت کو گھورتی رہی لیکن دوبارہ وہاں سے اٹھنے کی ہمت نا کر پائی.

******

اعظم.....اب تو آرام کرلیں.... طبیعت خراب کرلیں گے.....

وہ دونوں ساری رات جاگتے ہوئے مختلف پہلوؤں پہ سوچ رہے تھے.

میری بچی.... صائمہ میری بچی..... میں نے اس پہ ظلم کیا....

وہ اپنے چہرے پہ آئے آنسو ہاتھ سے ہٹاتے ہوئے کہنے لگا
نہیں اعظم اس نے اپنی زندگی خود چنی ہے ہم تو بہتری کی امید کرسکتے ہیں.

صائمہ بیگم انہیں حوصلہ دینے لگی... خالی گھر انہیں کاٹنے دوڑ رہا تھا.

لیکن میں نے یہ شادی کیسے ہونے دی... نجانے وہ کیسا سلوک کرے گا....

اعظم.... مت سوچیں پلیز.... کمرے میں چلیں.... آپ آرام کریں گے تو بہتر محسوس کریں گے.

وہ انہیں کھڑا کرنے لگی تو اعظم صاحب لڑکھڑاتے ہوئے کمرے کی جانب چل دیئے.

******

وہ جاگا تو ھدیل ابھی سو رہی تھی.

اسے وہیں سوتا چھوڑ کر وہ تیار ہونے لگا اور پھر ملازمہ کو ہدایت دیتا خود اپنے وکیل سے ملنے چلا گیا.

.....

شمس تم نے شادی کرلی.... اور بتایا بھی نہیں...

مجھے نہیں پتا تھا کہ مجھے آپ کی اجازت کی ضرورت ہے....

وہ سرد لہجہ میں بولا تو مقابل گہری سانس بھر کر رہ گیا.

دیکھو شمس تم یہ اچھے سے سمجھتے ہو کہ تم پر کیس چل رہا ہے ایسے میں اسی لڑکی سے شادی اور شہیر کے کیس میں اس کا وکیل اس بات کو استعمال کرے گا.

شہیر کا کیس کمزور ہے.... اگر میری شادی کو استعمال کیا بھی جائے تو بھی دوسرے ثبوت کافی ہیں اور آپ اس بات کو بخوبی جانتے ہیں.

اس لئے مدعے پہ آئیں تو بہتر ہے....

وہ کرسی کی پشت سے سر ٹکاتا کہنے لگا.

یونیورسٹی میں اپنی اصلی پہچان چھپانے کے باعث اسے وہاں سے نکال دیا گیا تھا اور کیس بھی چل رہا تھا.

چونکہ اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں تھا لیکن پہچان چھپانے کی وجہ سے اسے بھاری جرمانہ ادا کرنا پڑتا.

تم نے اپنے بھائی کا بیان سنا....
وکیل صاحب کے سوال پہ شمس کی رگیں تن گئی.

ہاں.....

وہ پیشانی پہ بل پھیلائے محض ہاں کہ کر خاموش ہو گیا.

ہم اس وقت ایک بہت بری سچویشن میں ہیں.... میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ یہاں سے چلے جاو.... اور اب تو تم شادی شدہ بھی ہو....

میں اس حویلی میں رہائش پذیر نہیں ہوں.... اور اپنی بیوی کا خیال رکھ سکتا ہوں....

اس نے اپنے مخصوص انداز میں کہا تو مقابل کچھ وقت کے توقف سے بولا.

میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ کیا شھیر تین کروڑ روپے مہیہ کر سکتا ہے.... اگر اس کا اکاونٹ منجمند کر دیا جائے تو.....

اس کی بات پہ شمس کچھ لمحہ خاموش رہا اور پھر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا.

اس کا تمام پیسہ امیریکا میں ہے.... ہم اس کے اکاونٹ منجمد نہیں کروا سکتے....

مطلب ہمیں اس طوفان سے گزرنا ہی ہو گا.
وکیل صاحب سنجید گی سے کہنے لگے.

٭٭٭٭٭٭

وہ اپنا موبائل بار بار دیکھتی اور پھر رکھ دیتی.

کتنی ہی بار اس نے اپنے بابا کا نمبر ڈائل کرنے کی کوشش کی تھی.

لیکن حوصلہ نہیں کر پا رہی.

آخر کار موبائل سائیڈ پہ رکھا اور خود اٹھ کر اس جگہ کا معائنہ کرنے لگی.

کمرے سے باہر سٹنگ ایریا اور ایک جانب ڈائنگ ٹیبل رکھا تھا.

جس پہ ایک خاتون کچھ برتن سیٹ کر رہے تھے.

بی بی جی آجائیں میں نے ناشتہ لگا دیا ہے....

وہ یقینا ملازمہ تھی .

صاحب کہاں ہیں.....

ھدیل کو جب تبریز کہیں بھی نا دکھا تو اس نے اسی سے پوچھ ڈالا.

معلوم نہیں.... مجھے تو لگا کہ اپنے کمرے میں ہوں گے آپ کے ساتھ.....

وہ کن اکھیوں سے اسے دیکھتی کہنے لگی تو ھدیل ہڑبڑا گئی.

وہ خجالت کا شکار جلدی سے چلتی ڈائننگ ٹیبل کی کرسی کھینچتی بیٹھ گئی.

توملازمہ بھی اس کا سرخ چہرہ دیکھتی کچن میں چلی گئی.

ھدیل کو رہ رہ کر شمس پہ غصہ آنے لگا... بھکا جو بھی تھا اسے نئ نویلی دلہن کو یوں چھوڑ کر نہیں جانا چاہیئے تھا.....

کتنا برا لگا تھا اسے ملازمہ کا سوال.

وہ بے دلی سے آخری نوالہ توڑ رہی تھی جب شمس وہاں داخل ہوا.

وہ اسے گھورتی ہوئی نظریں پھر سے جھکا گئی جبکہ وہ اس کی پیشانی پہ بوسہ لیتا ساتھ والی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا.

ھدیل اس کی اس حرکت سے جھینپ گئی جبکہ وہ اطمینان سے ملازمہ کو بلانے لگا.

جیسے ہی ملازمہ اس کے لئے ناشتہ رکھ کر پلٹی ھدیل نے اپنی ایڑی سے اس کے پاوں پہ حملہ کیا.

لیکن سلیپر پہنے ہونے کی وجہ سے وہ کوئی نقصان نا پہنچا پائی.

شمس اس کی ہر حرکت پہ محظوظ ہوا دلچسپی سے اسے دیکھنے لگا.

ھدیل نے ایک بار پھر کوشش کی لیکن بے جا....

تم کھاتے ہوئے یہ اتنے موٹے چمڑی کے شوز کیوں پہن کر بیٹھے ہو....

وہ زچ ہوتی کہنے لگی.

ویسے جس طرح تم ہوسپٹل میں رہی ہو کوئی سوچ نہیں سکتا کہ تم ابھی بھی وہی حرکتیں دھراتی پھرو گی.

وہ استہزائیہ مسکراتا کہنے لگا.

اپنا شوز اتار کر آو پھر بتاوں گی.....وہ اسے چیلنج کرنے لگی.

اچھا....کل کو کہو گی کپڑے بھی اتار آو....تو میں اتار آو گا کیا.....

وہ مطمئن سا نوالہ منہ میں لیتا کہنے لگا تو ھدیل اسے گھورتی رہ گئی.

ہماری شادی جس طرح ہوئی اس کے بعد مجھے ریسیپشن کے لئے ارینجمنٹ کرنا کچھ ٹھیک نہیں لگا.

لیکن جیسے ہی تمہارے پیرینٹس اپنی ناراضگی ختم کریں گے میں اس ارینجمنٹ کروالوں گا.....

ھدیل اپنی جگہ سے اٹھنے لگئ تو وہ اس کا ہاتھ تھامتا سنجیدگی سے کہنے لگا.

کیسا ریسیپشن....کیسی شادی....شاید تم بھول رہے ہو تبریز کہ یہ شادی محض اس لئے وقوع پزیر ہوئی تا کہ میں......

جس وجہ سے بھی ہوئی ہو....مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا....

وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا.

مجھے فرق اس بات سے پڑتا ہے کہ تم میری بیوی ہو اور میں تم پہ جملہ حق رکھتا ہوں....

کیسا حق..... تمہارا دماغ خراب ہو چکا ہے.....

وہ غصہ سے چلا پڑی تو شمس اسے سرد تاثرات سے دیکھنے لگا.

وہ ان لوگوں میں سے ہوں جو اپنی چیز زبردستی حاصل کرنے کے قائل ہیں....

میں کبھی اس دنیا کے قوانین کے مطابق نہیں رہا..... لیکن تمہیں ہر بھی سپیس دے رہا ہوں تو اس سے کوئی غلط اندازے مت لگا بیٹھنا میری بلبل...

وہ اسے کھینچ کر خود پہ گراتا کہنے لگا تو ھدیل اس کی مضبوط پکڑ سے خود کو آزاد کروانے کی کوشش کرنے لگی.

اسے اپنے اتنا قریب دیکھ اس کا تنفس بگڑنے لگا تھا اور سرزنش کمزور پڑنے لگی.... جیسے وجود سے ساری طاقت نچوڑ لی گئی ہو.

تم پاگل ہو....
وہ انسو لئے بس اتنا ہی کہہ پائی.

نہیں مائی ڈیئر.... میں پاگل نہیں.... میری حقیقت بس تم سے مختلف ہے.....

وہ سالوں پہلے کہا اپنا جملہ اسے یاد کرواتا مسکرانے لگا اور پھر اسے آزاد کر دیا.

ھدیل جلدی سے قدم اٹھاتی اس سے دور ہوئی اور اس کا دھندھلا عکس دیکھنے لگی.

شمس اور شہیر دونوں میں سے کون زیادہ خطرناک تھا شاید وہ کبھی سمجھ نا پاتی.

ایک نے چھپ کر اس پہ جان لیوا حملہ کیا..... جبکہ دوسرا......وہ تو اس کی جان پہ اپنا حق سمجھے ہوئے تھا.

وہ تیزی سے چلتی خود کو اسی کمرے میں قید کر گئی جہاں سے کچھ وقت قبل باہر نکلی تھی<br>.

******

ھدیل۔۔۔کل تیار رہنا ہم تمہارے والدین سے ملنے جائیں گے۔۔۔۔۔

ھدیل ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی سونے سے پہلے بال بنا رہی تھی جب شمس کمرے میں داخل ہوا اور اپنی گھڑی بازو سے اتارتے ہوئے مخاطب ہوا۔

وہ جو افسردہ سی بیٹھی تھی بے یقینی سے پہلے اس کا عکس دیکھنے لگی اور پھر کھڑی ہوتی اس کے قریب آئی۔

میرے گھر۔۔۔۔کک۔۔۔کیوں۔۔۔۔

وہ مزید کچھ کہتی اس سے قبل شمس اس کی جانب بڑھا اور لبوں پہ اپنی شہادت کی انگلی رکھ کر ھدیل کو خاموش کروا دیا۔

پہلی بات۔۔۔۔۔تمہارا گھر یہ ہے۔۔۔۔ہم تمہارے والدین کے گھر جائیں گے۔

وہ اس کے مزید قریب بڑھنے لگا تو ھدیل اس اے دور ہونے لگی۔

جس پہ وہ اپنی آنکھیں سکیڑ تا مزید آگے بڑھنے لگا۔

اور ہم و۔۔۔وہاں کیوں جا رہے ہیں۔۔۔۔

ھدیل نے اس کا دھیان خود سے ہٹانا چاہا تو شمس کی نظریں اس کی نازک گردن پہ ٹک گئی جسے اپنے دوسرے ہاتھ میں تھامتا اس نے ھدیل کو اپنی جانب ایک جھٹکے سے کھینچا۔

وہ اس کی حرکت سے ایک دم بوکھلائی اور اس کے سینے پہ ہاتھ رکھے آنکھیں پھیلائے شمس کے اگلے قدم کا انتظار کرنے لگی۔

تبریز۔۔۔۔

وہ محض سرگوشی کر پائی تھی۔

ہمم۔۔۔وہ اس لئے تاکہ تمہارے اور ان کے درمیان کے فاصلہ ختم کئے جاسکیں۔۔۔۔

وہ اس کی سانس کی نالی کو سہلاتا ہوا کہنے لگا تو وہ کپکپا اٹھی۔
اس کے رونگٹھے کھڑے ہونے لگے اور تنفس بگڑنے لگا۔

ھدیل اپنے خشک ہونٹ تر کرنے لگی تو شمس کی نظروں نے اس کی گردن سے لبوں تک کا فاصلہ تہہ کیا۔

ت۔۔۔ تبریز۔۔۔ میری گردن چھوڑ دو۔۔۔

وہ اس سے خوفزدہ ہونے لگی۔۔۔

اچانک اسے کیا ہوا تھا وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

ھدیل۔۔۔۔ مجھے ہمارے درمیان یہ فاصلہ کسی صورت پسند نہیں۔۔۔

چاہتا ہوں کہ تمہارے اور تمہارے پیرنٹس کے درمیان مسائل نا رہیں تاکہ تم مجھ سے دور رہنے کی ضد چھوڑ دو۔۔۔

شمس کو لگنے لگا تھا کہ اس نے ھدیل کے سامنے اپنی شرمندگی ظاہر کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے۔۔۔ وہ اپنے اثساسات خود میں رکھنے والا شخص تھا اور ھدیل سے معافی مانگنا اس کے لئے بہت مشکل رہا تھا۔

لیکن شاید وہ یہ سمجھ رہی تھی کہ اس شرمندگی کے باعث وہ اس کی جانب پیش قدمی نہیں کرے گا۔

دیکھو تبریز۔۔۔۔

وہ سمجھانے کے انداز میں بولی تو شمس اپنی پکڑ مضبوط کرنے لگا جس پہ وہ خوف سے چیخ اٹھی۔

ھدیل نے اپنی آنکھیں زور سے بھینچ لیں تو وہ جھکتے ہوئے اس کی بند آنکھوں کا بوسہ لیتا ھدیل کو آزاد کر کے پلٹ گیا۔

کل صبح تیار رہنا۔۔۔۔

وہ اپنی بات دہراتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا تو ھدیل تیز تیز سانس لینے لگی اور پھر لڑکھڑاتی ہوئی بستر پہ گر گئی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔

اپنے کہے کے مطابق ناشتہ کے فوراً بعد وہ دونوں وہاں سے نکل پڑے۔

ھدیل جب سے وہاں آئی تھی پہلی بار باہر نکلی تھی۔
جس دن وہ رخصتی کر کے وہاں آئی تھی اندھیرے کی وجہ سے کچھ دیکھ نہیں پائی تھی۔

درختوں میں چھپا ہوا راستہ اس جگہ کو ایک الگ ہی دنیا بنا رہا تھا۔

اندرونی گیٹ سے بیرونی گیٹ تک کی راہداری انہوں نے گاڑی میں طےہ کی اور پھر ملازم کے بیرونی گیٹ کھولنے پہ کار شناٹے بھرتی وہاں سے روانہ ہو گئی۔

سڑک کے ارد گرد گہری کھائی وہ دیکھ سکتی تھی۔ پہاڑ سے اترتے ہوئے وہ کار کافی احتیاط سے چلا رہا تھا۔

ھدیل کو راستہ میں انہی کے گھر کی طرح دو تین اور گیٹ بھی دکھائی دیئے لیکن اس وقت وہ کہیں اور ہی کھوئی ہوئی تھی۔

عام حالات میں وہ یہ موسم اور جگہ خوب انجوائے کرتی لیکن ابھی اس کے دماغ پہ اس کے بابا حاوی تھے۔

رخصتی کے وقت بھی وہ موجود نہیں تھے۔۔۔اور ان کا دل جیسے دکھا تھا کیا اس کے بعد وہ اسے معاف کریں گے۔۔۔

یہ سوچ کر اس کا دل جیسے ڈوبتا جا رہا تھا۔ کئی بار سوچا کہ تبریز کو وہاں جانے سے منع کر دے لیکن یقیناً وہ اپنی ہی کرتا۔

اور پھر بات جتنی دیر دلوں میں رہے فاصلہ اور کدورتیں اتنی ہی بڑھتی جاتی ہیں۔
رشتوں کو دوبارہ جوڑنا اتنا ہی مشکل ہوتا جاتا ہے یہ بات تو وہ شہیر اور شمس کو دیکھ کر سمجھ چکی تھی۔

لیکن تضاد کا شکار تھی۔ اور پھر شمس کے معاملہ میں بھی تو وہ یہی کر رہی تھی۔ اپنے جذبات دل میں چھپا رہی تھی۔

اس نے تب سے پہلی بار پلٹ کر شمس کا دیکھا جس کی نظریں سامنے سڑک پہ مرکوز تھیں۔

ثالات اور وقت کتنے بدل گئے تھے۔۔۔۔۔۔

وہ گہرہ سانس بھر کر رہ گئی۔

۔۔۔۔۔۔

بیل بجاتے ہی وہ اپنے نچلے ہونٹ کو چبانے لگی تو شمس نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

کوئی اور وقت ہوتا تو وہ ضرور اس کا ہاتھ جھٹک دیتی لیکن اس وقت ھدیل کو ایک مضبوط سہارے کی شدت سے ضرورت تھی۔

اس نے تشکر بھری نگاہ شمس پہ ڈالی تو وہ اسے دیکھتا مسکرا دیا۔

اسے دیکھ کر بلکل بھی نہیں لگتا تھا کہ وہ اس بات کو لے کر زرا بھی پریشان ہے۔

وہ پھر سے بیل دینے لگی جب اس کی والدہ نے دروازہ کھولا۔

ھدیل کو دیکھتے ہی وہ کچھ لمحے اپنی جگہ پہ ساکت سی رہ گئیں۔

ھدیل خود بھی سمجھ نہیں پائی کہ ان سے کیسے بات کرے۔

ماما۔۔۔

صائمہ بیگم نے تڑپ کر اسے اپنے گلے لگایا اور رونے لگیں۔انہیں یوں روتا دیکھ ھدیل کی انکھوں سے بھی انسو ٹپکنے لگے۔

بابا۔۔۔بابا کہاں ہیں۔۔۔۔

وہ خود کو قابو کرتی کہنے لگی تو صائمہ بیگم اسے خود سے جدا کرتیں اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھامتیں اسے دیکھنے لگی۔

ھدیل کو صحت مند دیکھنے پہ ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی۔
شاید ان کی بیٹی کا فیصلی اتنا غلط بھی نہیں تھا جتنا وہ سوچ رہی تھیں۔

ان کی نظر شمس کی جانب اٹھی جو کہ ھدیل سے کچھ فاصلہ پہ کھڑا ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

اسے مسکرا کر دیکھا اور دونوں کو اندر آنے کی دعوت دی۔

ماما۔۔۔بتائیں نا بابا کہاں ہیں کیسے ہیں۔۔۔۔۔

ویکنڈ پہ کہاں جائیں گے۔۔۔یہی ہیں۔۔۔۔جب سے تمہاری شادی ہوئی انہیں تو کوئی ہوش نہیں رہا۔
ان کی بات پہ ھدیل کی انکھیں پھر سے بھیگی تھیں۔

وہ ان کے ساتھ ہال میں داخل ہوئی تو اعظم صاحب آنکھیں موندھے صوفہ کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ ھدیل ان کے قریب گئی اور ان کے سامنے زمین پر بیٹھ گئی اور اپنے بابا کے ہاتھ تھام لئے۔

ان کی صحت میں واضح کمزوری آئی تھی۔

بابا۔۔۔۔۔

ھدیل کی اواز سن کر ان کے بدن میں جنبش پیدا ہوئی۔

انہوں جے انکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

خود پر ان کی نظر محسوس کرتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

مم۔۔۔مجھے۔۔۔معاف۔۔۔۔مم۔۔۔اچھی بیٹی نہیں۔۔۔۔

وہ ٹوٹے ہوئے الفاظ ادا کرتی رونے لگی تو اعظم صاحب نے اس کے سر پہ اپنا شفقت بھرا ہاتھ رکھ دیا۔

جب سے اس کا نکاح ہوا تھا ایک دکھ نے انہیں اندر سے جکڑ لیا تھا آج اسے اپنے سنے دیکھ کر وہ مزید ناراض نا رہ پائے۔

ویسے بھی ماں باپ کی ناراضگی کچھ گھنٹوں سے زیادہ نہیں ٹک پاتی۔

کتنی ہی دیر وہ تینوں آپس میں باتیں کرتے رہے۔۔۔ کتنی ہی باتیں تھی جو انہوں نے کرنی تھیں۔

شمس ان میں صلح ہوتا دیکھ کر کسی کام کا کہ کر وہاں سے چلا گیا۔۔۔ حالانکہ انہوں نے اسے روکنے کی کوشش کی لیکن وہ بضد تھا کہ اسے کچھ اہم کام ہے۔

وہ شام کو ھدیل کو واپس پک کرنے کا کہ کر روانہ ہوا تو ھدیل اپنی والدہ کی کچن میں مدد کرنے لگی۔

صائمہ بیگم اس سے شمس کے متعلق سوالات کرنے لگیں تو اس کے جوابات نے انہیں مکمل طور پہ پر سلون کر دیا۔

--------

ی۔۔۔ یہ سب کیا ہے۔۔۔۔۔

وہ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئی اس کی حالت دیکھ کر ٹھٹھک گئی۔

اسے بہت خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔

بیڈ پہ مخملی چادر بچھی تھی اور اس پہ گلاب کی پتیاں پھیلا رکھی تھیں۔

سائیڈ ٹیبل اور ڈریسنگ ٹیبل پہ بھی موم بتیاں اور گلاب موجود تھے۔

شمس دروازے سے ٹیک لگائے اس کے تاثرات دیکھ رہا تھا

ویسے جب نئی نویلی دلہن اپنے گھر آتی ہے تو اس کے لئے ایسے ہی سیج سکھائی جاتی ہے۔ لیکن چونکہ ہماری شادی پہ ایسا کچھ نہیں تھا تو سوچا لیوں نا آج۔۔۔

ہماری شادی دوسروں کی طرح نہیں تھی تبریز۔۔۔۔

ھدیل یکدم چلائی تھی وہ اپنے والدین سے مل کر کتنی خوش تھی اور اب۔۔۔۔

اس کے چلانے پہ شمس آنکھیں سکیڑ تا اسے دیکھنے لگا۔

میں تمہادے لئے محض ایک کھیل تھی اور کچھ نہیں۔۔۔۔۔

وہ پھر سے چیخی جبکہ شمس لمبے ڈگ بھر تا اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

میں نے تمہیں بتایا تھا کہ یہ کھیل نہیں رہا۔۔۔۔

کیوں۔۔۔۔ کیوں۔۔۔ یقین کروں۔۔۔۔

وہ اس کے چہرے پہ چلائی تو شمس نے اسے بالوں سے جکڑ کر کھینچا اور اپنے حصار میں قید کر لیا۔

کیانکہ تم میری بیوی ہو۔۔۔۔ کوئی کھیل نہیں۔۔۔۔

میں نے تمہیں کتنا کہا کہ رانی کھیل بدل دیتی ہے۔۔۔۔۔

کیونکہ میں چاہتا تھا تم سمجھو۔۔۔۔۔

وہ اسے خود میں جکڑے تھا جبکہ ھدیل پوری طاقت سے اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

میں نے تمہیں کہا کہ اسے اپنی محبت میں قید کرو۔۔۔۔۔ لیکن تم نے کچھ نہیں کیا۔۔۔۔

کیوں نہیں ھدیل۔۔۔۔۔ کچھ کرو۔۔۔۔۔ کچھ تو کرو۔۔۔۔۔۔۔

وہ اس کی وشبو خود میں اتارنے لگا تو ھدیل نے دھکے سے اسے خود سے دور کیا۔

اور خود ڈریسنگ ٹیبل سے ٹکرانے لگی جس سے بچانے کے لئے شمس نے اسے کہنی کے اوپر بازو سے پکڑ کر اپنی جانب کھینچا

دفع ہو جاؤ۔۔۔۔ تم نے مجھے کس قدر تکلیف پہنچائی۔۔۔ تمہاری وجہ سے مجھے رننگ چھوڑنی پڑی ۔۔۔۔۔ میں موت کے منہ سے باہر آئی۔۔۔۔۔

شمس کی قربت اس سے اس کے دل کی دھڑکن بڑھ چکی تھی سانس پھولنے لگا۔

اپنی حالت پہ قابو پانے کی لئے اس نے یہ طریقہ اپنایا۔۔۔۔ وہ ابھی اس سے ہار ماننا نہیں چاہتی تھی۔

مجھے نہیں چاہئیے۔۔۔۔یہ سب۔۔۔۔۔

وہ اس کے پکڑ میں مچلنے لگی تو شمس اس کی گردن پہ جھک گیا اور اس کے کندھے کے خم پہ اتنی شور سے کاٹا کہ خون رسنے لگا۔

وہ چلانے لگی تو شمس اس سے دور ہوا اس کا خون زبان کے ذریعے اپنی زبان سے صاف کرنے لگا۔

ھدیل کو ایکدم وہ لمحہ یاد آیا جب اس نے ایک بار قبل بھی اس کا خون چکھا تھا۔

وہ اپنی سرد اور تمسخر اڑاتی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا اور پھر مکروہ سا مسکرا دیا۔

آخری بار۔۔۔۔صرف آخری بار۔۔۔۔

وہ اسے آزاد کرتا دور ہونے لگا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اٹھو۔۔۔۔چل۔۔۔۔وقت ہو گیا ہے۔۔۔

حوالدار نے جیل کا دروازہ کھولا اور شھیر کو اٹھنے کا کہا۔

وہ ایک نظر اس پہ ڈالتا مسکراتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

آج اس کی توقع طور پہ آخری پیشی تھی اور سب کو امید تھی کہ اسے ہر صورت سزائے موت ہو گی۔

لیکن اسے یقین تھا کہ تین کروڑ کے لئے بہت سے لوگ اس کی مدد لے لئے وہاں موجود ہوں گے۔

--------

وہ دیوار پہ لگی بڑی سی سکرین پہ نیوز سن رہی تھی۔
جب سے اس کی شادی ہوئی تھی آج اس نے پہلی بار نیوز دیکھی تھی۔ شمس بھی اس کے قریب بیٹھا نیوز سن رہا تھا۔

ھدیل کو یقین نہیں آرہا تھا کہ شہیر نے خود کی آزادی کے بدلے تین کروڑ کا انعام رکھا ہے۔

ہر نیوز چینل پہ یہ کیس ڈسکس ہو رہا تھا۔ کہیں کوئی تجزیہ کار اس کے اثاث جات کے بارے میں بات کر رہا تھا تو کہیں کوئی اس بات کو زیدلر بحث لئے بیٹھا تھا کہ کیا اس کی مدد کے لئے کوئی آگے بڑھے گا۔

اور کہیں کوئی اس بات پہ بحث کر رہا تھا کہ اس کیس کا فیصلہ کیا ہو گا۔

تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا اس بارے میں۔۔۔۔
وہ شمس کو شکایتی نظروں سے دیکھتی کہنے لگی۔

اس کی بات کو شمس نظر انداز کر گیا۔۔۔ آج چونکہ حتمی پیشی تھی تو ان کا وہاں جانا لازمی نہیں تھا۔۔۔ کسی بھی خطرہ کے زیر اثر اس نے ھدیل کو وہیں رہنے کا کہا۔

چونکہ اس جگہ کے بارے میں شھیر نہیں جانتا تھا تو وہ وہاں محفوظ تھی۔

تمہیں یقین ہونا چاہئیے کہ اسے سزا ہو جائے گی۔۔۔ کسی اور سوچ کو ذہن میں مت آنے دو۔۔۔

وہ اس کی جانب دیکھتا ہوا کہنے لگا۔

تو ھدیل نے اپنا چہرہ پھر سے پلٹ لیا۔

کافی وقت کے مسلسل انتظار کے بعد شمس کا موبائل ایک دم بجا تو وہ کال اٹینڈ کرتا مقابل سے بات کرنے لگا۔

کیا فیصلہ ہوا۔۔۔۔

نجانے دوسری جانب کیا کہا گیا جسے وہ نہیں سن پائی لیکن شمس کی پکڑ اس کے موبائل پہ یکدم مضبوط ہوئی تھی۔

ھدیل کو لگا کہ شاید وہ ثبوت اسے سزا دلوانے کے لئے کافی نا تھے اور اس کی پیشانی پہ پسینے کے ننھے قطرے نمودار ہونے لگے۔

وہ موبائل بند کرتا آگے کی جانب جھک گیا۔

ک۔۔۔کیا فیصلہ ہوا تبریز۔۔۔۔

وہ پریشانی سے اس کے سامنے بیٹھتی گھٹنوں پہ ہاتھ رکھ کر پوچھنے لگی۔

شمس کی آنکھوں سے انسو کا قطرہ اس کے ہاتھ پہ گرا تو اس کا دل تڑپ اٹھا۔

شمس نے اس کی جانب دیکھا تو وہ سرد آنکھیں آج دکھ سے بھیگی ہوئی تھیں۔

تبریز کیا ہوا۔۔۔۔۔

وہ تو بہتر تھا۔۔۔۔۔مجھے لگا ہم دونوں میں سے وہ مضبوط ہے۔۔۔۔۔خوش اخلاق۔۔۔۔۔چاہنے والا۔۔۔۔۔چاہے جانے والا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اس کے ساتھ ایسا نہیں ہونا چاہئیے تھا۔۔۔۔۔۔اسے تو ہمارے خاںدان کا نام روشن کرنا تھا۔۔۔۔۔۔

وہ دکھ سے چور لہجہ میں بولا تو ھدیل اسے افسردہ سے دیکھنے لگی۔

اس نے ریموٹ کنٹرول اٹھایا اور اس سکرین کو بند کر دیا۔جہاں اب بریکنگ نیوز چل رہی تھی۔

چلو تبریز۔۔۔۔ہم دونوں کو آرام کی ضرورت ہے۔۔۔۔۔

اسے یوں لگ رہا تھا جیسے بہت بڑا بوجھ اس کے کندھوں سے اترا ہو اور وہ اچانک بہت ہی تھکا ہوا محسوس کر رہی تھی۔

شمس کو یوں دکھی دیکھ کر وہ خود اداس ہو گئی تھی۔

وہ کمرے میں اس کے ساتھ داخل ہوئی اور پریشانی سے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر سہلانے لگی۔

شمس نے ایک جھٹکے سے اسے خود سے دور کیا تو وہ یکدم بوکھلا گئی۔

وہ اسے غصہ سے دیکھنے لگا جیسے کہ اس سب کی قصوروار وہی ہو۔۔۔۔

جاؤ یہاں سے۔۔۔۔۔

وہ درشت لہجہ میں غرایا تو ھدیل کانپ اٹھی اور بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔

تبریز تمہیں کیا ہوا ہے۔۔۔۔۔

میں نے کہا دفع ہو جاؤ یہاں سے۔۔۔۔۔

وہ دھاڑتے ہوئے اپنے ہاتھ کا مکہ بنا کر دیوار پہ مارنے لگا تو ھدیل اس کی جنونیت سے خوفزدہ ہونے لگی۔

وہ دروازہ کی جانب تیزی سے پلٹی اور اس کے ہینڈل پہ ہاتھ جماتی اسے کھولنے لگی جب شمس نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنی جانب کھینچا اور دیوار کے ساتھ پٹکا۔

اس کی کمر زور سے ٹکرائی تو ھدیل کا سانس اکھڑ گیا اور وہ ہوا کھینچنے لگی اور کنز میں اٹھتی تکلیف کو برداشت کرنے لگی۔

یوں زور سے کھینچنے پہ اس نے اپنے کندھے میں میں تکلیف محسوس کی تھی۔

وہ آنکھوں میں پانی کے ساتھ خوف اور درد کے ملے جلے احساسات لئے شمس کو دیکھنے لگی۔

جس کی نظریں اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ پہ جمی ہوئی تھی۔

اس کا ایک ہاتھ ابھی بھی ھدیل کی بازو جکڑے تھا جبکہ دوسرے ہاتھ سے وہ اس کا رخسار تھامے تھا۔

شمس کا رستہ خون ھدیل کے رخسار کو بھی بھگونے لگا تھا۔

پلیز۔۔۔۔ نہیں جاؤ۔۔۔۔۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔۔۔۔۔

وہ اپنی پیشانی ھدیل کی پیشانی سے چھوتا کہنے لگا۔

ت۔۔۔ تبریز۔۔۔۔ پلیز۔۔۔۔۔

نہیں ھدیل۔۔۔۔۔ میں سب کچھ کھو چکا ہوں۔۔۔۔۔ کبھی اپنی چاہت پوری نہیں کر پایا۔۔۔۔

وہ اس پر جھکتا ہوا کہنے لگا تو ھدیل اس کی پکڑ میں مچلنے لگی جس پہ شمس نے اسے دونوں کندھوں سے جکڑ لیا۔

ھدیل اس کی انگلیاں اپنے کندھوں میں پیوست ہوتی محسوس کر رہی تھی۔

اس کی جنونیت سے ھدیل کو خوف ہونے لگا۔۔۔وہ اپنے آپ میں نہیں تھا۔۔۔

اسے یوں اپنی جانب پیش قدمی کرتا دیکھ ھدیل کی سانس پھر سے بکھری تھی۔

وہ اس کے سینے پہ اپنے لرزتے ہاتھ رکھ کر بے جان وجود سے دھکیلنے کی کوشش کرنے لگی۔

محسوس کرو۔۔۔۔کیا تم میری دھڑکن مثسوس نہیں کر پا رہی۔۔۔۔۔

ھدیل اس کی گرم سانسیں اپنے سرخ ہوتے چہرے پہ محسوس کر رہی تھی۔

شمس نے اپنے دائیں ہاتھ میں اپنا اس کا نازک ہاتھ تھاما اور اپنی شرٹ کو دوسرے ہاتھ سے کھینچنے لگا۔

روئل بلیو رنگ کی شرٹ کے بٹن ٹوٹتے ہوئے ادھر ادھر جا گرے تو وہ مزید بوکھلا گئی۔

اسے اپنی سانسیں بکھرتی ہوئی محسوس ہوئیں۔۔۔جیسے وہ کسی مشقت میں ہو۔

ت۔۔۔تبریز۔۔۔۔یہ کیا۔۔۔

شمس نے اس کے ہاتھ اپنے سینے پہ رکھا اور اسے شدت جذبات سے بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔

محسوس کرو۔۔۔۔کیا تم میری بے ترتیب دھڑکن محسوس نہیں کر سکتی۔۔۔۔کیا یہ میرے جذبات کی گواہی نہیں دیتیں۔۔۔

ھدیل نے اپنی آنکھیں زور سے بند کر لیں۔۔۔۔ وہ اس کے جسن کی گرمائش محسوس کر سکتی تھی۔۔۔۔ جو اس کے جسم سے ہوتی ھدیل کی ہتھیلی میں داخل ہو رہی تھی۔

اور اس سے بھی کہی زیادہ۔۔۔۔۔ وہ اس کے دھڑکتے دل کو محسوس کر سکتی تھی۔۔۔۔ جو تیز رفتار دھڑکتا اسے اپنی جذبات کی گواہی دے رہا تھا۔

ھدیل خود اپنی دھڑکنیں تیز ہوتی محسوس کر سکتی تھی۔

وہ اپنا نچلا ہونٹ چباتی پلکیں اٹھا کر اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگی جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

اس کی نظروں کی تپش کی تاب نالاتے ہوئے وہ پھر سے نظریں جھکا گئی۔

ھدیل کو یوں لگنے لگا جیسے اس کے قدم زمین پہ نہیں بلکہ کہیں فضا میں ہوں۔

تبریز۔۔۔۔۔

اس کی انکھوں سے ایک انسو بہا اور وہ سرگوشی کر کے رہ گئی۔

شمس نے اس کی تھوڑی کو اپنی انگلیوں سے اونچا کیا اور اس پہ جھکتا باقی سانسیں بھی روک گیا۔

ھدیل کے لئے یہ جاننا بھی مشکل ہو گیا کہ کب اس نے اپنی اگلی سانس بھری۔۔۔۔ اگر اڈے احساس تھا تو محض اس بات کا کہ اس نے اپنا آپ شمس کو سونپ دیا۔۔۔۔۔

جس کے لمس کی تمنا اسے اپنے اگلے سانس سے بھی زیادہ تھی۔

-----------

اس کی رگیں تنی ہوئی تھی۔۔۔۔۔

ہاتھوں اور گردن میں شریانیں صاف واضح ہونے لگی تھیں۔۔۔۔۔۔

جج نے سزائے موت کا فیصلہ سنایا تھا۔۔۔۔اور کوئی بھی اس کی مدد کو بھی نہیں آیا تھا۔

اسے سب سرخ دکھائی دینے لگا تھا۔۔۔۔اس لڑکی نے پہلے اس سے شمس کو چھینا اور اب اس کی زندگی بھی چھین رہی تھی۔

پولیس اس کی جانب بڑھی اور اسے کھینچتے ہوئے کمرہ عدالت سے نکالنے لگی۔

نہیں ایک کام جو وہ سب سے بہترین کرتا تھا وہ دوسروں کے دماغ سے کھیلنا تھا۔

اور تین کروڑ کے لئے پاکستان جیسے ملک میں بہت سے لوگ اس کی مدد کو تیار ہونے چاہئیے تھے۔

لیکن اسے امید تھی کہ یہ مدد اس کی توقع سے زیادہ دیر میں نا آئے۔

وہ عدالت سے باہر نکلا تو کئی صحافی مائک لے کر اس کے سامنے آنے ے لگے۔۔۔۔

مختلف قسم کے سوالات کئے جارہے تھے۔

وہ کسی بھی سوال کا جواب دیئے بغیر پولیس کے بنائے راستے پہ چلتا جیپ میں آبیٹھا۔

وہاں اس کے علاوہ اور بھی دو مجرم بیٹھے تھے۔

یہ اس کی اخری پیشی تھی۔۔۔۔اقراس کے بعد جیل سے نکلنا ناممکنات میں شامل ہو جاتا۔

وہ گہرہ سانس لیتا پشت سے ٹیک لگاتا کچھ سوچنے لگا

اس کے پاس وقت کم تھا۔۔۔اس لئے جلد از جلد کوئی ترکیب استعمال کرنی تھی۔

ان کی وین کے پیچھے پولیس کی ایک اور گاڑی تھی جس میں پانچ اہلکار سوار تھے۔

خود ان کی وین میں چار اہلکار موجود تھے جو کہ کل ملا کر نو ہوتے۔

اگر وہ کسی ایک کو بھی اپنا بندھی بنا لیتا تو بھی بچنے کے چانسز بہت کم تھے۔

گاڑی مہن شاہراہ پہ گامزن تھی جب ایک جھٹکے سے رکی۔
شھیر سمیت اس میں سوار باقی افراد بھی چونک گئے۔

اسے باہر سے فائرنگ کی آواز انے لگی جہاں باقی سب خوفزدہ ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے وہیں

اس کے چہرے پہ مکروہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

ان کے ساتھ سوار دو اہلکاروں میں سے ایک اپنے ساتھیوں کی مدد کے لئے اتر گیا۔

جبکہ دوسرا ہاتھ میں بندوق تھامے ان تینوں مجرموں پہ قابو رکھنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

ایک مجرم نے اس سے گن چھننے کی کوشش کی تو اہلکار نے اس پہ گولی چلادی۔۔۔وہشخص ایک

جھٹکے سے پیچھے جا گرا۔۔۔

اہلکار ابھی کچھ سمجھ پاتا اس سے پہلے شہیر نے اپنے ہتھکڑی سے بندھے ہاتھ آپس میں جوڑ کر زور سے اس کی کنپٹی پہ حملہ کیا۔

وہ اس اچانک حملہ سے چکرا کر رہ گیا تو شہیر ایک کندھے سے اسے دھکا دیتا اہلکار کے ہاتھ سے گن چھین کر اس پہ نشانہ داغنے لگا۔

جیسے ہی اس نے تیسری گولی اس کے جسم پہ چلائی وین کا دروازہ یکدم کھلا۔

چہرہ چھپائے ایک نامعلوم شخص اس کی نظروں کے سامنے آیا۔۔۔

اگر تم نے اپنے تین کروڑ کا وعدہ پورا نا کیا تو تمہاری ایسی حالت کریں گے کہ سب کی روح کانپ اٹھے گی۔

وہ شخص اس کے ہاتھ سے گن پکڑ تا باہر کھینچتے ہوئے کہنے لگا جس پہ شہیر مسکرا اپڑا۔

پہلے مجھے اس ہتھکڑی سے نکالو۔۔۔۔اور میرے لئے یہاں کے بہترین کھانے کا انتظام کرو۔۔۔

وہ اس نامعلوم شخص کے ساتھ پولیس کی گولیوں سے بچتا ہوا بھاگنے لگا۔

اسے ایک وین میں پھینکا گیا اور اس میں موجود ایک اور شخص تیز رفتاری سے اسے وہاں سے لے گیا۔

----------

کسی آواز پہ ھدیل ہوش کی وادی میں واپس لوٹی تھی۔

شاید اس کا موبائل بج رہا تھا۔

وہ اپنے اطراف کو دیکھنے لگی تو سب سے پہلے شمس کے چہرے پہ نظر پڑی جس کی کندھے پہ وہ سر ٹکائے پچھلے دو گھنٹوں سے سو رہی تھی۔

اسے دیکھتے ہی ھدیل کے چہرہ پہ حیا کے رنگ پھیلے تھے اور وہ شرمندگی سے اپنا رخ موڑ گئی۔

کس۔۔۔کس کی کال ہے۔۔۔۔۔

وہ تھوک نگلتی ہوئی نظریں جھکائے اس سے پوچھنے لگی اور اس اے کچھ فاصلہ پہ بیٹھ گئی۔

شمس سہولت سے بستر سے اٹھتا ٹیبل تک گیا جہاں ھدیل کی موبائل سکرین پہ اس کے بابا کا نام جگمگا رہا تھا۔

وہ موبائل اٹھاتا واپس اس کے پاس آ گیا۔

اپنے بابا کی کال دیکھ کر وہ مزید کمبل میں گھستی چلی گئی۔۔۔ابھی تو وہ کسی صورت بھی ان سے بات نہیں کر سکتی تھی۔

ھدیل نے کانپتے ہاتھوں سے موبائل تھاما اور کال کاٹ دی۔ جبکہ شمس اسے دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

تم بات کر سکتی ہو اگر کرنا چاہو۔۔۔۔
شمس نے اس کے بال نرمیسے چھوتے ہوئے کہا تو وہ جھینپ گئی۔

موبائل ایک بار پھر بجنے لگا تھا۔۔۔ نہیں میں پھر بات کر لوں گی۔۔۔

وہ منمنائی تو شمس نے موبائل پکڑ کر کال اٹینڈ کیا اور پھر اسے ھدیل کی جانب بڑھا دیا۔

وہ مجبوری سے موبائل تھامتی حلق تر کرتی سرگوشی کرنے لگی۔

ھدیل بیٹا۔۔۔ کہاں ہو تم۔۔۔ ہم کب سے کال کر رہے ہیں۔۔۔ شمس کا بھی نمبر بند جا رہا ہے۔۔۔

ان کی آواز میں موجود پریشانی سے ھدیل چونکی تھی۔

کیا ہوا اماں۔۔۔ اور ہم گھر ہیں۔۔۔

وہ پیشانی پہ بل پھیلائے پوچھنے لگی تو بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھا شمس بھی اس کی طرز تخاطب سے متوجہ ہوا۔

شھیر بھاگ گیا ہے۔۔۔۔ کیا تم لوگوں نے نیوز نہیں دیکھی۔۔۔

اب کی بار اس کے والد بولے تھے شاید انہوں نے صائمہ بیگم سے موبائل لے لیا تھا۔

ب۔۔۔بھاگ گیا ہے۔۔۔۔۔

وہ شمس کی جانب دیکھتی ان کے الفاظ دہرانے لگی۔

اس کی بات سنتے ہی وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور ڈریسنگ روم کیطرف بڑھا۔

ن۔۔۔نہیں۔۔۔۔ہم نے نیوز نہیں سنی۔۔۔۔اور بابا کب ہوا یہ۔۔۔۔۔

جیل جاتے ہوئے پولیس وین پہ حملہ ہوا اور وہ وہاں سے بھاگ گیا۔

اعظم صاحب نے ایک ہی سانس میں ساری بات کہ ڈالی۔

شمس نئی شرٹ پہن کر اس کے بٹن بند کرتا ڈریسنگ روم سے باہر نکلا اور ھدیل کو حلیہ درست کرنے کا کہنے لگا۔

کچھ وقت پہلے کی نرمی اس کے چہرے سے غائب تھی اس کی آنکھوں میں پھر سے وہی سرد مہری آ چکی تھی۔

شمس کہاں ہے اس سے بات کرواؤ۔۔۔۔۔۔

اعظم صاحب کہنے لگے تو ان کے گیٹ پہ بیل ہونے لگی۔ صائمہ بیگم گیٹ کی جانب بڑھ گئی۔

جی بابا۔

وہ انگلیوں سے اپنے بال ایک جوڑے کی صورت میں باندھتی موبائل پہ سپیکر ان کرنے لگی۔

شمس بیٹا تم لوگوں کو نکلنا ہو گا۔۔۔وہ تم دونوں کے لئے ائے گا۔۔۔۔

اعظم صاحب کی آواز پورے کمرے میں گونجی تھی۔

اپ گھبرائیں نہیں ھدیل میرے ساتھ مکمل طور پہ محفوظ ہے۔۔۔۔لیکن میں پھر بھی ابھی اسے لے کر یہاں سے روانہ ہو رہا ہوں۔۔۔

وہ بار بار ڈریسنگ روم میں جاتا اور بیڈ پہ رکھے بیگ میں وہ کپڑے لا ہر پھینک دیتا۔

ھدیل اپنی جگہ ساکت کھڑی اسے دیکھتی جا رہی تھی۔

کوئی پارسل آیا ہے اعظم۔۔۔

سپیکر پہ صائمہ بیگم کی آساز گونجی تو شمس کے قدم وہی جم گئے۔

اسے مت کھولیئے گا۔۔۔۔۔

وہ وہیں سے چلایا تھا لیکن اسے دیر ہو چکی تھی۔

بہرہ کر دینے کا اختیار رکھتی ایک آواز گونجی تھی جس کے بعد ایک دم سناٹا ہو گیا تھا۔

ھدیل آنکھیں پھاڑے موبائل کو دیکھنے لگی۔

ب۔۔۔بابا۔۔۔

لاشعوری طور پہ وہ سب سمجھ رہی تھی لیکن اس کا دماغ شاک کی حالت میں چلا گیا تھا۔

بابا۔۔۔۔۔

وہ ایکدم چلائی اور شمس تیزی سے اس کی جانب بڑھتا ھدیل کو تھام گیا جو زمین پہ گرتی چلی جارہی تھی۔

بابا۔۔۔بولیں نا۔۔۔۔ماما۔۔۔۔۔بابا۔۔۔۔

اس کی آواز میں جنونیت اور شدت واضح تھی وہ اپنے بال نوچنے لگی تو شمس نے اسے اپنے سینے سے لگالیا۔

وہ اس کی پیشانی کو بوسہ لینے لگا لیکن ھدیل اپنے اپے سے باہر ہوتی جارہی تھی۔

نہیں۔۔۔نہیں میرے بابا کو کچھ نہیں ہو سکتا۔۔۔

وہ اس کے حصار سے خود کو آزاد کروانے لگی تو شمس اسے مضبوطی سے جکڑنے لگا۔

ھدیل ہوش میں آؤ۔۔۔

وہ اب چلاتے ہوئے اس کے سینے پہ مکوں کی بادش کرنے لگی۔

چھوڑو۔۔۔۔مجھے میرے ماما بابا کے پاس جانا ہے۔۔۔۔مجھے ان کے پاس جانے دو۔۔۔۔

وہ روتے ہوئے ہذیانی کیفیت میں چلانے لگی۔

ہمیں یہاں سے جانا ہے۔۔۔۔شاباش اٹھو۔۔۔

نہیں نہیں۔۔۔۔بابا۔۔۔۔

ھدیل کو سر چکرانے لگا اور وہ اپنے ہواس کھونے لگی تھی۔

ایک بار پھر وہ اس کی بانہوں میں جھول گئی۔شمس اس کا چہرہ تھپتھپانے لگا۔
ھدیل کے ساتھ جو ہوا تھا اس کا وہ کسی صقرت ازالہ نہیں کر سکتا تھا اور اس کی یہ حالت شمس کے لے تکلیف دہ تھی۔

لیکن وہ اسے نہیں کھو سکتا تھا۔
ایک شخص کی جنونیت نے کتنی زندگیاں چھین لی تھیں۔

شمس کو امید نہیں تھی کہ وہ اتنی جلدی حملہ لرے گا اور اس کے والدین کو نشانہ بنائے گا۔اور اب اسے اس بات کا تاحیات افسوس رہتا۔

اس نے ھدیل کو اپنی بانہوں میں اٹھایا اور باہر کا جانب چل دیا۔

خان صاحب۔۔۔۔گیٹ کھولیں۔۔۔۔

وہ چوکیدار کو بلند آواز میں کہتا ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھ گیا۔چوکیدار نے پھرتی سے راہداری طہہ کی اور بیرونی گیٹ کھول دیا۔

شمس بیہوش ھدیل کو گاڑی میں بٹھائے وہاں سے روانہ ہو گیا۔

وہ گیٹ سے کچھ دور ہی گیا تھا جبکہ فضا میں گولی چلنے کی آواز بلند ہوئی۔

کار چرچراہٹ کی آواز نکالتی سڑک سے اترتی کھائی کی جانب پلٹ گئی۔

شمس نے کار کو بمشکل قابو کیا اور وہیں روک دیا۔

خالی سڑک کے وسط میں شھیر گن کے ساتھ کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔

Did you missed me brother?

وہ چہرے پہ مکروہ مسکراہٹ سجائے ان کی جانب بڑھا۔

شمس کی پیشانی پہ بل نمودار ہوئے اور اس رگیں واضح ہونے لگی۔

ویسے آنٹی بلکل بھی اچھی میزبان نہیں۔۔۔۔بہت بولتی ہیں۔۔۔۔

وہ اپنا کان کھجاتا ہوا کہنے لگا۔۔۔۔۔مجھے ان کی زبان کاٹنی پڑی۔۔۔۔

کیا ہوا بھائی۔۔۔۔۔مجھے خوش آمدید نہیں کہو گے۔۔۔۔۔

وہ اس کے چہرے کے خوفناک تاثرات دیکھتے ہوئے مسرور سا کہنے لگا۔

تمہیں اس کے والدین کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہئیے تھا۔۔۔۔۔

وہ خود پہ بمشکل قابو پاتے کہنے لگا۔

شمس کو اس وقت محض یہ فکر تھی کہ ھدیل کار میں بیہوش ہے۔۔۔۔وہ ایسا کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتا تھا جو اس کے لئے جان لیوا ہو۔

ویسے آنٹی سے پتا چلا آپ نے شادی کر لی۔۔۔۔ناٹ فیئر۔۔۔۔۔

وہ ھدیل کو ونڈ سکرین میں دیکھتا ہوا کہنے لگا۔

ھدیل کو لگا جیسے وہ کسی اندھیرے کنویں میں گرتی جا رہی ہے۔۔۔۔اس اندھیرے سے نکالنے کے لئے کوئی بھی نا آئے گا اور وہ ہمیشہ یہیں پھنسی رہ جائے گی۔

اسے لگا جیسے وہ اس کنویں کی تہہ سے ٹکرائی ہو اور تکلیف سے اس کی یکدم انکھ کھلی تھی۔

جسم میں ہر جگہ درد ہو رہی تھی۔

جب حواس قائم ہونے لگے تو احساس ہوا کہ وہ کار میں بیٹھی ہے۔۔۔

لیکن اسے تو شنس کے ساتھ ہونا چاہئیے تھا۔

اچانک اپنے والدین سے ہونے والی گفتگو یاد آئی تو اس کی نظر دھندلانے لگی۔

لیکن وہ یہاں کیوں تھی۔

وہ کانپتے ہاتھوں سے بیلٹ نکالتی لرزتی ہوئی کار سے باہر نکلی۔

کار کا دروازہ کھلنے کی آواز پہ شمس کی نسیں مزید تن گئی تھیں۔۔۔اسے ابھی ہوش میں نہیں آنا چاہئیے تھا۔

ھدیل دروازہ بند کرتی پلٹی تو شھیر کو شمس سے کچھ فاصلہ پہ کھڑا دیکھ ساکت ہو گئی۔

لیکن جب پھر جیسے اس کے سامنے سب کے چہرے گھومنے لگے اس کے

بابا۔۔۔۔ماما۔۔۔۔نور۔۔۔اور عفان۔۔۔

سب بے قصور تھے۔

میں تمہیں مار ڈالوں گی۔۔۔

نہیں بے بی۔۔۔میں تم دونوں کو مار ڈالوں گا۔۔

وہ ہذیانی کیفیت میں چلائی تو شھیر نے گن کا رخ اس کی جانب موڑ دیا۔

شمس ایک لمحہ میں پوری رفتار سے شھیر کی جانب بڑھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر گن کا رخ موڑ دیا۔

گولی ھدیل سے کچھ فاصلہ پہ درختوں میں جا لگی۔

شھیر نے اپنے دوسرے ہاتھ سے اس کی کنپٹی پہ حملہ کیا تو شمس ایک سیکنڈ کے لئے توازن کھو بیٹھا۔

جانتے ہو جیل میں آپ کو لڑنے کے تمام غلیظ طریقے سکھائے جاتے ہیں۔

وہ شمس کا توازن لڑکھڑاتا دیکھ کر کہنے لگا۔

ھدیل نے یکدم شھیر کے چہرے پہ ناخنوں سے حملہ کیا تو شمس کو سنبھلنے کا موقع مل گیا۔

وہ اپنے سر کو جھٹکنے لگا تو شھیر کو منہ پہ زوردار گھونسا رسید کیا جس سے اس کی ناک ایک آواز سے ٹوٹ تھی۔

اس نے ھدیل کو اپنی پوری طاقت سے دھکا دیا تو وہ اس سے کچھ دور جا گری اور سر بری طرح سے ٹکرایا جس سے وہ اپنے حواس پھر سے کھوتے ہوئے محسوس کرنے لگی۔

ھدیل۔۔۔

شمس ھدیل کے ساکت وجود کی جانب متوجہ ہوا تو شھیر نے بندوق سے شمس پہ حملہ کر دیا۔

گولی اس کے کندھے کو چیرتی ہوئی گزر گئی تھی۔

شمس کراہ کر رہ گیا جبکہ شھیر اس کے سر کا نشانہ لینے لگا۔

لیکن اس نے ہمت نا ہارتے ہو اس کے پیٹ میں اپنے دوسرے کندھے سے حملہ کیا جس سے شھیر کے پاؤں ہوا میں بلند ہو گئے۔

اس نے کہنی سے شمس کے زخمی کندھے میں حملہ کیا جس سے وہ زمین کی جانب گرا لیکن اپنی ہتھیلی کا استعمال کر کے بچ گیا۔

شہیر نے اپنے گھٹنے سے اس کے چہرے پہ حملہ کرنا چاہا لیکن وہ اس سے دور ہٹ گیا۔

اور اپنا پاؤں اس کے گھٹنے پہ مارا جس سے اس کا پاؤں کھسک گیا اور توازن کھونے سے وہ منہ کے بل گرا۔

شہیر نے خود کو گرنے سے بچانے کے لئے اپنی ہتھیلی کا استعمال کیا جس وجہسے گن ان سے کچھ دور جا گری

شمس تیزی سے کھڑا ہوا اور شہیر کے سر پہ زوردار حملہ کیا۔
اس کی کک سے اس کا زخمی چہرہ سڑک سے ٹکرایا تو وہ چیخ اٹھا۔

تمہیں دہشت مات ہے نا۔۔۔۔ لیکن تمہاری قسمت میں یہی ہے۔۔۔۔

شمس نے ایک بار پھر اسے کک کرنے چاہی لیکن شہیر نے اس کی ٹانگ پکڑ کر اسے کھینچا جس سے وہ بھی گر گیا۔

شہیر ناک پہ ہاتھ رکھے لڑکھڑاتا ہوا کھڑا ہوا گن کی جانب بڑھنے لگا جو کہ ڈھلان کے قریب ہی گری ہوئی تھی۔

شمس اپنے کندھے پہ ہاتھ رکھے کراہنے لگا لیکن شہیر کو گن کو جانب بڑھتا دیکھ ایک گہرا سانس لے کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔

شھیر گن اٹھا کر پلٹا ہی تھا جب شمس نے درخت کی شاخ سے اس پہ حملہ کیا اور ڈھلان پہ اس کا پاؤں پھسلا جس سے وہ کھائی میں گرنے لگا۔

اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے ٹہنیوں کو جکڑ لیا جبکہ گن وہیں گر گئی۔

شمس نے جھک کر گن کو اٹھایا اس کے چہرے پہ تکلیف کے آثار واضح تھے۔

خون کے بہہ جانے سے اس کی نظر دھندلانے لگی۔

بھائی۔۔۔۔بھائی۔۔۔۔مجھے معاف کر دو۔۔۔۔

شھیر اپنی موت قریب دیکھ کر اس سے منت کرنے لگا۔

تم مزید کسی کو تکلیف نہیں دے پاؤ گے۔۔۔۔

شمس اس پہ گن تاننے لگا تو شھیر چلانے لگا۔

ہم دونوں ایک سے ہیں۔۔۔۔تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے۔۔۔۔

اس کے ہاتھ پھسلنے لگے تھے۔۔۔۔اور وہ کسی بھی لمحے اس گہری کھائی میں گر جاتا۔

نہیں۔۔۔۔میں تم سے بہتر ہوں۔۔۔۔اسی لئے زندہ ہوں۔۔۔۔

اپنی بات مکمل کر کے اس نے شھیر پہ گولی چلا دی خود کو بچانے کے لئے اس نے ایک آخری کوشش کی لیکن پکڑ کمزور ہوتے ہی وہ کھائی میں جا گرا۔

شمس شاید وہاں رہ کر روتا۔۔۔اپنی باپ سے کئے وعدہ کو پورا نا کرپانے پہ افسوس کرتا لیکن اب اس سب سے اہم اس کے لئے ھدیل کا وجود تھا۔

جو اس کی محبت تھی۔

وہ گن پھینکتا اس کی جانب بڑھا اور ھدیل کو کھینچ کر کھڑا کیا۔

وہ محسوس کر سکتا تھا کہ خطرہ ٹل جانے پہ اس کا جسم بھی اب اس کا ساتھ چھوڑ رہا ہے۔۔۔

شھیر سے لڑتے ہوئے بلڈ پریشر تیز ہونے سے خون کافی مقدار میں بہہ چکا تھا۔

ھدیل۔۔۔ھدیل۔۔۔ہوش میں آؤ۔۔۔

وہ اسے اپنے صحیح کندھے سے سہارا دیتا گاڑی تک کھینچ لایا اور پھر وہاں سے اپنا موبائل ڈھونڈنے لگا تاکہ چوکیدار کو فون ملا سکے۔

---------

اسے جب ہوش آیا تو نمرہ اور اس کے والدین اس کے ساتھ تھے۔

سر پر چوٹ لگنے سے اسے پورے ایک دن بعد ہوش آیا تھا۔

ہوش میں آتے ہی اس نے اپنے والدین اور تبریز کا پوچھا۔

ان کا کہنا تھا کہ اس کے والدین بمب بلاسٹ کے سبب اس دنیا میں نہیں رہے تھے۔

اور تبریز اس وقت آئی۔سی۔یو میں تھا۔

یہ جان کر ھدیل ہچکیاں بھر کر روتی رہی۔

یہ بات اس کی برداشت کے باہر تھی کہ اس کے والدین اب اس دنیا میں نہیں رہے تھے۔۔۔۔ لیکن جس طرح ان کی جان لی گئی وہ تب سے زیادہ تکلیف دہ تھی۔

عالیان بھی مسلسل ہوسپٹل میں تھا۔۔۔ شھیر نے اس کی والدہ کا بھی قتل کر دیا تھا اور انہی سے وہ ان کا ایڈریس حاصل کر پایا تھا۔

بہت سارے معصوم لوگ اس کی زد میں آئے تھے۔

شھیر کی موت کھائی میں گرنے سے ہوئی یا فائر سے یہ وہ نہیں جانتے تھے کیونکہ اس کی لاش نہیں ملی تھی۔

اندازہ تھا کہ کوئی جانور اس کی لاش کو لے گیا ہو گا۔ اور پولیس ان لوگوں کو ڈھونڈ رہی تھی جنہوں نے اس کی فرار ہونے میں مدد کی۔

اس کے ساتھ جو بھی ہوا ھدیل کو اس کی پرواہ نہیں تھی۔

اس کی کل کائنات اب شمس تھا جو کہ اس وقت زیر علاج تھا۔

پلیز مجھے اس کے پاس لے جاؤ پلیز۔۔۔۔

ھدیل بے ایک ہی بات کو کئی سو بار دہرایا تھا۔

نمرہا سے پرسکون کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی جب نرس وہاں داخل ہوئی۔

نرس پلیز مجھے تبریز کے پاس لے جائیں۔۔۔

وہ روتے ہوئے کہنے لگی تو وہ اسے ترس سے دیکھنے لگی۔

ٹھیک ہے آپ آجائیں لیکن مریض کو تنگ مت کریئے گا۔۔۔

وہ اس کی حالت کے پیش نظر مدد کے لئے تیار تھی۔

نرس کو حامی بھرتے دیکھ ھدیل نے اپنے کانپتے ہاتھوں سے چہرہ کو رگڑ کر صاف کیا اور نمرہ کی مدد سے نرس کے پیچھے چل دی۔

مختلف ٹیوبز نے اس کا جڈم جکڑ رکھا تھا۔۔۔۔اس وقت وہ کتنا کمزور دکھائی دے رہا تھا

ناچاہتے ہوئے بھی وہ اس کی حالت دیکھ کر رو دی۔

میرے پاس واپس آجاؤ تبریز۔۔۔۔مجھے تمہاری ضرورت ہے۔۔۔۔۔۔میں یہ اکیلے نہیں کر سکتی۔۔۔

میرے پاس لوٹ آؤ۔۔۔۔پلیز۔۔۔۔لوٹ آؤ۔۔۔

وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تو اسے زبردستی وہاں سے پھر سے بھیج دیا گیا۔

-------

اگلے دن انہیں خوشخبری ملی کہ شمس کو ہوش آگئی ہے تو اس کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔۔۔ایک ساتھ بہت سارے دکھ اسے کھائے جا رہے تھے۔

وہ اس کے پاس گئی تو شمس بیٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔

نہیں پلیز۔۔۔۔لیٹے رہو۔۔۔۔

شہیر۔۔۔۔

وہ خشک لبوں سے اس کے بارے میں پوچھنے لگا۔

وہ مر گیا ہے۔۔۔۔

یہ خبر سنتے ہی شمس پر سکون ہو گیا اور ھدیل کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیا۔

--,------

جب وہ ہوسپٹل سے ڈسچارج ہوا تو ھدیل کے والدین کی تدفین کے لئے انتظامات کرنے لگا۔

ان کے جسم کے جو حصے بچے تھے انہیں تبوت میں رکھ کر جنازہ پڑھا دیا گیا تھا۔

انسان موت سے گھبراتا ہے۔۔۔۔لیکن اسے ایسی موت سے گھبرانا چاہئیے۔۔۔۔

ھدیل کی حالت اس دوران نازک تھی۔اسے گہرہ صدمہ لگا تھا اور اس دوران شمس نے اس کا بھرپور ساتھ دیا تھا۔

اس کے کھانے سے لے کر اس کی کونسلنگ تک وہ خود کر تا رہا تھا۔
وہ خود بھی اسسب کو سمجھتی تھی اس لئے تیزی سے ریکور کر رہی تھی۔

-------

ھدیل کیا تم نے سامان سمیٹ لیا۔۔۔۔۔

شمس نے ہال سے اسے پکارا تھا۔

ہاں بس۔۔۔۔کچھ مدد چاہیئے۔۔۔۔

وہ سامان وہیں رکھ کر کمرے میں گیا جہاں ھدیل گہرے سرخ رنگ کے خوبصورت سلیولیس ڈریس میں کھڑی تھی۔

مجھے لگا تمہیں مدد چاہیئے۔۔۔۔

وہ اس کے سراپے پہ اپنی نظریں گڑائے پوچھنے لگا۔۔۔۔اس کی نظروں کی تپش سے ھدیل کا چہرہ سرخ پڑنے لگا تھا۔

مجھے لگا ہمیں جانے سے پہلے یہاں کچھ یادگار لمحے بنانے چاہئیں۔۔۔

وہ اس کے جذبات کی شدت سے شرماتی ہوئی کہنے لگی۔

وہ ایک اچھا شوہر ثابت ہوا تھا لیکن بہترین نہیں۔۔۔اس میں جنونیت تھی۔۔۔۔وہ کب کیا سوچتا تھا ھدیل کے لئے جاننا مشکل تھا۔۔۔

وہ ایک مائنڈ پلیئر تھا۔۔لیکن ایک بات پہ اڈے یقین تھا کہ وہ اس سے محبت کرتا تھا۔

اس کی جنونیت سے وہ پہلے خوفزدہ ہو جاتی تھی لیکن اب وہ اس شدت میں کھلنے لگی تھی۔

اس نے اپنا مقام سمجھ لیا تھا۔۔۔وہ اس کی رانی تھی۔۔۔۔اور راجہ رانی کے بغیر کچھ نہیں تھا۔۔۔

مجھے تمہاری سوچ کی سمت پسند انے لگی ہے۔۔۔۔

وہ دروازہ بند کرتا اس کی جانب بڑھا تھا۔

---------

چند سال بعد

صندل۔۔۔۔۔۔میں نے تمہیں کہا بھی تھا کہ اپنی چیزیں یوں مت پھیلایا کرو۔۔۔۔

ماما میں سامان سیٹ کر رہی ہوں چیزیں تو پھیلیں گی آپ دیکھ کر چلیں۔۔۔۔

وہ اکھڑے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔

سترہ سالہ صندل شمس اور ھدیل کی بیٹی تھی جسے انہوں نے شادی کے تین سال بعد گود لیا تھا۔

اس واقع کے بعد ھدیل زیادہ دیر ایک جگہ پہ رہنے سے خوف محسوس کرتی تھی۔ جس وجہ سے شمس چند سال بعد رہائش اور تبدیل کر لیتا تھا۔

اسی دوران ان کی ملاقات صندل سے ہوئی جس کے والدین ایک بمب بلاسٹ میں خالق حقیقی سے جا ملے تھے۔

صندل اس وقت چھ ڈال کی تھی اور انہوں نے اسے گود لے لیا۔

جبکہ ان کا اپنا بیٹا شیش پانچ سال کا تھا۔

آج سالوں بعد وہ مری واپس لوٹے تھے۔

صندل کو اپنی دوستیں بار بار چھوڑنا کسی صورت قبول نہیں تھا یہی وجہ تھی کہ وہ ھدیل سے خفا سی تھی۔

یہ کوئی طریقہ نہیں اپنی ماما سے بات کرنے کا۔۔۔۔

شمس سامان کا ایک بھاری بکسہ اٹھائے اس کے کمرے میں داخل ہوا۔

وٹ ایور۔۔۔

وہ ناک سکیڑتی ہوئی بڑبڑانے لگی۔۔۔۔

ھدیل اور صندل میں کچھ عرصے سے نسئلے چل رہے تھے۔۔۔۔ماں بننا کوئی آسان کام نہیں تھا اور صندل ونکہ ان کا اپنا خون نہیں تھا اس لئے وہ ہمیشہ کسی اونچنیچ سے پریشان رہتی تھی۔

وہ اسے وہاں اکیلا چھوڑ کر چلی گئی تو کچھ دیر بعد شمس بھی اسے ڈھونڈ تا وہاں آ گیا۔

اس نے ھدیل کو عقب سے اپنے حصار میں جکڑا تو وہ ہسنے لگی۔

تمہیں صندل پہ اتنی سختی نہیں کرنے چاہئیے۔۔۔۔یہسب اس کے لئے مشکل ہے۔۔۔۔

تمہیں بھی لگتا ہے کہ اس کیوجہ میں ہوں۔۔۔۔

وہ اس کی جانب پلٹی تو شنس نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔

جس سب سے تم گزری ہو اس کے بعد یہ معنولی بات ہے لیکن وہ یہ نہیں سمجھتی۔۔۔۔

وہ اس کی پیشانی کا بوسہ لیتے کہنے لگا تو ھدیل اس کی انکھوں میں جھانکنے لگی جن میں ان سرد مہری کہیں نہیں پائی جاتی تھی۔

باپ بننا اس کے لئے اچھا رہا تھا۔

وہ اس کیا نگلیوں میں اپنیا نگلیاں پھسانے لگی تو شمس نے اسے کھینچ کر اپنے مزید قریب کیا اور اس کے کان میں سرگوشی کرنے لگا جس پہ وہ مسکرانے لگی اور پلکیں جھکا گئی۔

---------

پتا نہیں کیا مسئلہ ہے۔۔۔۔۔ کہیں ایک جگہ تو ٹک ہی نہیں سکتے۔۔۔۔۔ نجانے کیسی قسمت ہے میری۔۔۔۔۔

وہ خود کو کوستی ہوئی بیگ کندھے پہ لٹکائے اپنے نئے کالج جا رہی تھی جہاں سے اس کی ماما نے انٹر کیا تھا۔

اس کے لئے دوست بنانا ہمیشہ مشکل رہا تھا۔۔۔ مسئلہ یہ نہیں تھا کہ وہ کوشش نہیں کرتی تھی۔

بلکہ مسئلہ اس کے خدوخال کا تھا لڑکیاں اس سے دوستی سے زیادہ اس کا مذاق بنانا پسند کرتی تھیں۔۔

اور جب کوئی اس کی دوست بنتی تو کچھ عرصے بعد انہیں وہ شہر چھوڑنا پڑتا وہ اب اس سے تھک چکی تھی۔

سترہ سال کی عمر میں اس نے پانچ فٹ اور نو انچ کا قد پایا تھا اور سونے پہ سہاگہ یہ تھا کہ وہ ایک دم دبلی پتلی تھی۔

وہ لڑکیسے زیادہ کسی کمزور لمبے لڑکے کی طرح زیادہ دکھائی دیتی تھی۔۔۔۔

اوپر سے اس کا پہناوا بھی کچھ ایسا تھا۔

آج موسم اچھا تھا تو اس نے اپنے بابا کے ساتھ جانے سے بس پہ جانے کو ترجیح دی۔۔۔

اور اس کی ناراضگی کے سبب انہیں ہتھیار ڈالنے پڑے۔

کچھ لڑکے وہاں سے گزرے تو اسے دیکھ کر سرگوشیاں کرتے اور تالیاں بجانے لگے

صندل نے انہیں نظر انداز کرنا ہی بہتر جانا۔

جب یکدم کسی نے اس کا بیگ کھینچا۔۔

وہ لڑکھڑاتی ہوئی پلٹی تو وہی تین لڑکے ہاتھ میں اس کا بیگ پکڑے کھڑے تھے۔

میرا بیگ واپس کرو مجھے۔۔۔۔۔۔

وہ پہلے سے جھنجھلائی ہوئی اب تپے ہوئے انداز میں بولی۔۔۔

نہیں کرتے۔۔۔۔ٹوم بوائے۔۔۔۔۔

وہ اسے زچ کرنے لگے تو صندل کی انکھیں بھیگنے لگیں۔

اسے اس کا بیگ واپس کرو۔۔۔۔۔

کسی کی بھاری آواز پہ وہ سب چونکے۔۔۔۔۔

درختوں کی اوٹ سے ایک چوڑے سینے والا شخص ان کی جانب بڑھا۔

اس کی چہرہ کالی ہوڈ سے ڈھانپ رکھا تھا۔۔۔

اس شخص کا وجود صندل کو کسی خطرناک تیندوے کی طرح لگا۔۔۔۔

شاید ان لڑکوں کو بھی ایسا ہی لگا کیونکی انہوں نے اس کا بیگ وہیں پھینک دیا۔

چلو ویسے بھی اس میں لڑکیوں والا تو کچھ ہے نہیں۔۔۔۔۔

وہ ذو معنی طریقہ سے کہتے وہاں سے چل دیئے اور صندل جھک کر بیگ اٹھانے لگی۔

میری مدد کے لئے شکریہ۔۔۔

وہ اپنی بہترین مسکراہٹ چہرے پہ سجائے اس مغرور شخص کو کہنے لگی جو اب اس کے ایک دم سامنے کھڑا تھا۔

تمہیں یوں اکیلا نہیں گھومنا چاہئیے۔۔۔۔۔یہ خطرناک ہو سکتا ہے۔۔۔۔

وہ ہوڈ سے اس کا چہرہ دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی اور جب وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہوئی اسے اس کی دھڑکن رکتی ہوئی محسوس ہوئی۔

آج تک تو وہ اپنے بابا کو ہی سب سے ہینڈسم شخص سمجھتی تھی۔۔۔

شش۔۔۔۔صندل کتنا بڑا ہے تم سے۔۔۔

وہ خود کو ڈپٹتی ہوئی خود ہی شرمندہ ہونے لگی۔

ج۔۔۔۔جی۔۔۔۔ویسے آپ کا شکریہ۔۔۔۔۔

وہ اس کی جانب ہاتھ بڑھاتی کہنے لگی تو نقابل نے بھی اس کی سمت اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔

صندل ایک بار پھر سے چونکی تھی کیونکہ اس کے ہاتھ کی چھوٹی اور آخری انگلی غائب تھی۔

پھر ملیں گے صندل۔۔۔۔۔

وہ اس کے ہاتھ کو سہلاتا پلٹ گیا جبکہ وہ یہ بھول ہی گئی کہ اسے اس کا نام کیسے معلوم ہوا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

♡ختم شد♡

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆